

أَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ

فِی الرَّدِّ عَلٰی ابْنِ تَیْمِیَّۃَ فِیْ مَا أَوْرَدَہٗ فِی الْفَتْوَی الْحَمَوِیَّۃِ

المؤلف

أَحْمد بن یحیی بن إِسْمَاعِیل

الشَّیْخ شہَاب الدّین ابْن جہبل الْکلاَبِی الْحلَبِی الأَصْل

(المتولد ٦٧٠ھ، المتوفی ٧٣٣ھ)

روشن حقائق

تحقیق وترجمہ

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

أَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ

فِي الرَّدِّ عَلٰى ابْنِ تَيْمِيَّةِ فِيْ مَا أَوْرَدَهُ فِي الْفَتْوَى الْحَمَوِيَّةِ

المؤلف

أَحْـمـد بـن يـحيى بن إِسْمَاعِيل الشَّيْخ شهَاب الدّين ابْن جهبل الْكلابِي الْحلَبِي الأَصْل (المتولد ٦٧٠ھ، المتوفی ٧٣٣ھ)

روشن حقائق

تحقیق وترجمہ

حضرت مولانا ابو حفص **اعجاز احمد اشرفی** غُفِرَلَہٗ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

0333-4380926 042- 37124803

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام کتاب..............اَلۡحَقَائِقُ الۡجَلِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلٰی ابۡنِ تَیۡمِیَّةِ فِیۡ مَا أَوۡرَدَہٗ فِی الۡفَتۡوَی الۡحَمَوِیَّةِ

مصنف..............الشَّیۡخ شھَاب الدّین ابۡن جھبل الۡکلابِیؒ

اردو نام..............روشن حقائق

مترجم..............مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَہٗ

صفحات..... 224

طبع اول..............ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۴ء

ناشر..............الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

باہتمام..............اعجاز احمد اشرفی

ملنے کے پتے

1: مکتبة الفرقان اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 0333-4264487 055-4212716

2: جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات، گلی نمبر 4، کنور گڑھ، کالج روڈ، گوجرانوالہ فون: 0333-8150875

3: قاری محمود اختر مسجد شاہ جمال جی ٹی روڈ، گکھڑ فون: 0300-6440651

4: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 042- 37124803 0333-438092

5: اسلامی کتاب گھر، گلی جامع مسجد نور والی (نصرۃ العلوم)، فاروق گنج، گوجرانوالہ

فون: 0554446100 ; 03338165702; 0321-6432659

6: مکتبہ جمال قاسمی، بالمقابل مدرسہ گلشنِ عمر، مدرسہ امام محمد والی گلی میں، عقب سہراب گوٹھ، چورنگی

فیڈرل بی ایریا بلاک 22، نارتھ کراچی فون: 0334 3441039

7: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 0321-7475072; 055-4235072

8: مکتبہ احرار، بالمقابل یوسف زئی فلائنگ کوچ، میڈیسن مارکیٹ، نزد افغان ہوٹل، نیو اڈا، مردان

فون: 0321-9872067;0937871837

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت ، رہبرِ شریعت ، امام اہلِ سنت، مُحْيِ السُّنَّةِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندئ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اظہارِ تشکر

مصنف تہِ دل سے حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی (خادم الحدیث الشریف، مردان) کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مشکور ہے۔حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی کے خصوصی تعاون سے ان کے دومقالے اور درج ذیل کتب میسر ہوئیں۔

۱ حضرت امام رازیؒ کی کتاب ''اساس التقدیس فی علم الکلام''

۲ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد''

۳ حضرت قاضی بدرالدین بن جماعۃؒ کی کتاب ''التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ''

۴ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن جہبل حلبیؒ کی کتاب ''الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أورده فی الفتوی الحمویة''

۵ سیف بن علی العصری مدظلہ کی کتاب ''القول التمام باثبات التفویض مذھباً للسلف الکرام''

٦ شیخ سلیم علوان مدظلہ کی کتاب ''تفسیر أولی النھٰی لقوله تعالٰی: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی''

۷ شیخ خلیل دریان الازہری مدظلہ کی کتاب ''غایة البیان فی تنزیه اللّٰه عن الجهة والمکان''

۸ شیخ عبدالفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ کی کتاب ''التجسیم والمجسمة وحقیقة عقیدة السلف فی الصفات الالٰهیّة''

۹ شیخ سعید عبداللطیف فودۃ مدظلہ کی کتاب ''تهذیبُ شرحِ السَّنُوسِیّة أُمُّ البَرَاهِین''

۱۰ حضرت امام بیہقیؒ کی کتاب ''القراءة خلف الامام''

فہرست

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاجِب وجوده وبقاؤه. الْمُمْتَنع تغيّره وفناؤه. الْعَظِيم قَدْرُهُ واستعلاؤه. العميم نعماؤه وآلاؤهُ. الدَّالَّة على وحدانيته أرضه وسماؤه. المتعالية عَن شوائب التَّشبيه والتعطيل صِفَاته وأسماؤه. فاستواؤه قهره واستيلاؤه. ونزوله برّه وعطاؤه. ومجيئه حكمه وقضاؤه. وَوَجهه وُجُودُهُ، أَو جودُه وحباؤهُ، وعينه حفظهُ، وعونهُ اجتباؤهُ، وضحكه عَفوُهُ، أَو إِذْنه وارتضاؤه. وَيَده إنعامه وإكرامه واصطفاؤه. وَلَا يجْرِي فِي الدَّارِيْنِ من أَفعاله إِلَّا مَا يُرِيدهُ ويشاؤه. العظمة إزاره. والكبرياء رِدَاؤُهُ.

أَحْمَده على جزيل نعمه، وَجَمِيل كرمه. وَأشْهد أَن لَآ إِلٰه إِلَّا اللّٰه وَحدهُ لَا شريک لَهُ. وَأشْهدُ أَن مُحَمَّدًا عَبدهُ وَرَسُولُهُ. أَرْسلهُ بِالْهدىٰ وَدين الْحق لِيظْهرهُ على الدّين كُله. وَلَو كره الْمُشْركُونَ. صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم.

أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ. (الشوریٰ:۱۱)

اسلام مکمل اور جامع دین ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً (المائدہ:۳)

ترجمہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کرلیا۔

دین اسلام کی تعلیمات اپنی جامعیت کے اعتبار سے دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق پر مشتمل ہیں اور یہی اس کی خوبی ہے۔ وہ انسان کی

پوری زندگی کے لیے راہنمائی کرتا ہے۔زندگی کا کوئی موڑ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس کی ہدایات موجود نہ ہوں۔حضور اکرم ﷺ نے دین کے تمام شعبوں کے لیے بڑی جامع اور سنہری ہدایات عطا فرمائی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح معنی میں کامل انسان بن سکتا ہے۔دنیا اور آخرت کی فوز وفلاح اور حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو پورے طور پر اپنایا جائے۔

اسلام کے تمام شعبوں میں زیادہ اہم شعبہ ایمانیات اور عقائد ونظریات کا شعبہ ہے کیونکہ عقائد تمام اعمال کی بنیاد ہیں۔اگر عقائد صحیح نہ ہوں تو اعمال بے کار ہیں۔اس لیے عقائد کا صحیح ہونا انتہائی ضروری ہے۔

عقیدہ ونظریہ کسی بھی مذہب کی وہ بنیاد اور اساس ہے جس پر وہ مذہب قائم ہے۔اگر عقیدہ متزلزل ومشکوک ہو جائے،تو مذہب کی بنیادیں استوار نہیں رہتیں۔

اسلامی تعلیمات میں بھی عقائد کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔قرآن وسنت میں عقائد کی اصلاح ودرستگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر آیاتِ قرآنیہ عقائد کی درستگی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔عقائد کی بظاہر معمولی سی غلطی اکثر اوقات دائرۂ اسلام سے خروج کا باعث بن سکتی ہے۔اعمال میں کمی وکوتاہی کا وہ نقصان نہیں ہوتا جو فسادِ عقیدہ کا ہوتا ہے۔

اہل السنّت والجماعت درحقیقت ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے اعتقادات اور اعمال ومسائل کا محور قرآنِ حکیم، حضور اکرم ﷺ کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثارِ مبارکہ ہوں اور وہ اپنے عقائد اور اصولِ حیات اور اخلاق وعبادات میں اسی راہ پر چلتے ہوں جس پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام عمر چلتے رہے۔اس راہ کے مخالف راستے کو بدعت اور اس پر چلنے والوں کو مبتدعین کہا جاتا ہے۔

یقیناً صحیح عقائد وہی ہیں جو اہل السنّت والجماعت کے عقائد ہیں۔اس لیے کہ یہی جماعت نجات پانے والی اور حق پر ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے نجات پانے والی جماعت کے متعلق خود ارشاد فرمایا: ’’ما انا علیہ واصحابی‘‘ الحدیث (جس طریقہ پر میں ہوں اور

میرے صحابہ ﷺ ہیں)۔اہل السنّت کے عقائد ونظریات کا اصل ماخذ تو قرآن وسنّت نبویہ اور صحابہ کرام ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ان تعلیمات کو اپنے اپنے زمانہ میں اکابر علماء کرام بیان کرتے آئے ہیں وہ علم کلام وعقائد کی کتب میں موجود ہیں جو صدیوں سے متوارث طور پر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے آرہے ہیں اور قیامت تک (ان شاء اللہ!) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔

اسلام میں سب سے زیادہ اہم واقدم فرض عقائد کی درستگی ہے۔اس کے بعد عبادات واحکام وفرائض وواجبات اور منہیات وغیرہ،ان کے بعد معاملات کی درستگی،ان کے بعد اخلاقِ ظاہری وباطنی کی اصلاح،پھر معاشرت ہے۔مذکورہ بالا ہر اسلامی شعبہ کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ان میں سے عقائد کو اصول کا درجہ اور دیگر امور کو فروع کا مرتبہ حاصل ہے۔ اسی لیے اصول وعقائد میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار اسلام سے خارج کردیتا ہے اور احکام میں سے بھی فرائض وواجبات اور منہیاتِ شرعیہ قطعیہ میں سے کسی کا انکار اسلام سے خارج کردیتا ہے،کیونکہ ان کا بھی دین اسلام کا یقینی طور سے جز ہونا متعین ہے۔البتہ ان میں عمل کی کوتاہی کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

توحید: وحدت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں فرد اور یگانہ ہے۔ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں اور علم اور قدرت میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں۔ایک وہی معبودِ برحق ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے اور بے مثل اور بے مثال اللہ تعالیٰ سے صفاتِ کمال کی نفی کرنا یہ تعطیل ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ بتانا تشبیہ اور تمثیل ہے اور تعطیل اور تشبیہ دونوں کی نفی توحید ہے۔

علامہ عبدالقاہر بغدادیؒ فرماتے ہیں:

فَقَالَ اهـل السّنة: قد جاءَت السّنة الصَّحِيحَة بأن للّٰه تعَالَى تِسْعَة وَتِسْعين اسماً. وان من احصاها دخل الْجنَّة. وَلم يُرد باحصائها ذكر عَددهَا والعبارة عَنهَا فان الْكَافِر قد يذكرهَا حاكيا لَهَا وَلَا يكون من اهل الْجنَّة وانما

اراد باحصائها العلم بها واعتقاد مَعَانِيهَا من قَوْلهم فلان ذُو حَصَاة واطاة كَذَااذا كَانَ ذَا علم وعقل.

(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية، ص۳۲۶،۳۲۷۔تالیف:عبد القاهر بن طاهر بن محمد بن عبد الله البغدادي التميمي الأسفرايني، أبو منصور (التوفی ۴۲۹ھ)۔الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت، ۱۹۷۷ء)

اہل السنّت فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے(۹۹) نام ہیں جوان کو یاد کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو مانے۔ اس کی ذات کو قدیم اور ازلی اور یکتا مانے اور اس کو موصوف بہمہ اسماء وصفات جانے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کے ساتھ موصوف ہے، وہ مؤمن ہے اور جنت میں داخل ہوگا۔ ایمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات کاملہ پر ایمان لائے جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

علم العقائد میں سب سے زیادہ اہم درجہ توحید ذات وصفات کا ہے۔ جس کو سمجھنے اور یقین کرنے کے لیے کمالِ علم وعقل ضروری ہے۔ اس لیے جو لوگ علم وعقل کے لحاظ سے کم مایہ تھے، وہی اس گتھی کو سلجھانے سے زیادہ عاجز رہے۔

اسلام میں سب سے بنیادی عقیدہ ''توحید'' ہے۔ اس ناچیز کی اس بارے میں ایک نہایت ہی مفید اور جامع کتاب: عِقْدُ الْجِيْدِ فِيْ عَقِيْدَةِ التَّوحِيْدِ (عقیدۂ توحید) ہے۔
توحید کا ایک دوسرے عنوان ''صفاتِ باری تعالیٰ'' ہے۔ اس میں میری یہ پانچ کتابیں ہیں:

1 اِيْضَاحُ الدَّلِيْلِ فِيْ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ: ''صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنّت والجماعت''

2 أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى أَهْلِ التَّشْبِيْهِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ''استواء علی العرش''

3 أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِيْ تَنْزِيْهِ اللّٰهِ عَنِ الْجِهَةِ والْمَكَانِ: ''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

4 اَلتَّنْزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ: ''صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد''

5 روشن حقائق اردو ترجمہ: ''اَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلٰى ابْنِ تَيْمِيَّةَ فِيْ مَا أَوْرَدَهُ فِي الْفَتْوَى الْحَمَوِيَّةِ''. مصنف علامہ ابن جہبلؒ

یہ کتاب: ''الحقائق الجلية ''چونکہ حافظ ابن تیمیہؒ کے رد میں ان کے ہم عصر علامہ ابن جہبلؒ نے لکھی ہے۔ اس میں تقریباً انہی دلائل کا رد کیا گیا ہے جن کو آج کل غیر مقلدین اور ان کے ہم نوا پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن جہبلؒ نے بہت ہی عمدہ پیرائے میں اہل السنّت والجماعت کے عقائد کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی حافظ ابن تیمیہؒ کے پیش کردہ دلائل کا رد بھی کیا ہے۔

تحقیق و ترجمہ میں پیش نظر امور

١ اس کتاب کی تحقیق اور ترجمہ کرتے ہوئے حتی الامکان تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ طباعت کی اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

٢ آیات واحادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ پوری آیات اور احادیث کا پورا متن مع حوالہ جات دیا گیا ہے۔

٣ بعض جگہ مشکل اور مغلق عبارات کو حل کیا گیا ہے۔ وہاں ''تشریح'' کا عنوان لکھا دیا ہے۔ اسی طرح بعض آیات کی تشریحات کتب تفاسیر بھی نقل کر دی گئی ہیں۔

٤ بعض جگہ حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب سے بھی عبارات کو نقل کر کے اس کو جواب دیا گیا ہے۔

٥ ترجمہ بامحاورہ اور سلیس زبان میں کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

حصہ اول میں علامہ ابن جہبلؒ کی کتاب: ''الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية '' کا اردو ترجمہ بنام ''روشن حقائق'' پیش کیا گیا

ہے۔ مضمون کی مناسبت سے موزوں عنوان بھی لگائے گئے ہیں۔ آیات واحادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ چند مشکل مقامات کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

آسانی کے لیے اس حصہ کو چار (۴) ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

باب 1 میں مقدمہ میں بعض اہم اُمور کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 2 میں مذہب اہل السنّت والجماعت اور بعض مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 3 میں حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے بارے میں مناقشہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 4 میں نصوص صفات کے متعلق مسلمان کے عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

حصہ دوم میں علامہ ابن جہبلؒ کی کتاب: ''الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية'' کا عربی متن پیش کیا ہے۔ بعض جگہ عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔

آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

جمعرات، ۲۲۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۸۔ ستمبر ۲۰۱۴ء

مقدمہ

مقدمہ میں چند امور بیان کیے جاتے ہیں۔

0.1:۔ علم اصول وعقائد کی تاریخ

علم اصول وعقائد کی تاریخ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ اربعہؒ اور اصحاب ائمہؒ کے دور تک زیادہ ضرورت پیش نہ آنے کے باعث بہت کم مسائل کی تحقیق وتنقیح ہوسکی تھی۔ البتہ بعد کے حضرات نے حسبِ ضرورت واہمیت زیادہ توجہ کی۔ چنانچہ حضرت امام احمدؒ کے بعد علامہ محدث محمد بن یحیٰی ذہلیؒ (المتوفی ۲۵۹ھ، تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہؒ بیک واسطہ) نے خلق قرآن کے مسئلہ پر نہایت زور دیا۔ وہ اربابِ صحاح ستہ کے استاذ تھے۔ اس لیے اپنے تلمیذ حضرت امام بخاریؒ کی تلفظ بالقرآن والی مسامحت بھی برداشت نہ کرسکے۔ اور اعلان کردیا کہ لفظی بالقرآن مخلوق کہنے والا بھی مبتدع ہے۔ اس طرح استاذِ محترم کی طرف سے اپنے وقت کے امامِ حدیث بلکہ امیر المؤمنین فی الحدیث کو ابتداع کا داغ لگ گیا کیونکہ باب عقائد میں بال کی کھال نکالی جاتی ہے اور کسی کے ساتھ ادنیٰ رعایت بھی نہیں کی جاتی۔

امام ذہلیؒ کے بعد اکابرین میں سے امام طحاوی حنفیؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) نے عقائد پر مستقل کتابیں: عقیدۃ الطحاوی، کتاب فی النحل واحکامہا ۴۰ جزو، تالیف کیں۔ پھر ابوالحسن اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) نے "ابانۃ، مقالات الاسلامیین" وغیرہ کتابیں لکھیں۔ پھر علامہ ابومنصور ماتریدیؒ (المتوفی ۳۳۳ھ) نے تمام مسائل اصول وعقائد پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

ان کے بعد مندرجہ ذیل حضرات کبار محدثینؒ ومتکلمین محققین امت کی خدمات سامنے آئیں۔ علامہ ابوالقاسم لالکائیؒ (المتوفی ۴۱۸ھ)، شیخ ابواسحٰق اسفرائینیؒ (المتوفی ۴۱۸ھ)، علامہ ماوردی شافعیؒ (المتوفی ۴۵۰ھ)، علامہ بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ)، علامہ ابن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ)، علامہ قشیریؒ (المتوفی ۴۶۵ھ)، علامہ ابوالمظفر اسفرائینیؒ (المتوفی ۴۷۱ھ، جن کی التبصیر فی الدین علامہ کوثریؒ کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ نہایت مفید کتاب

ہے)، علامہ باجیؒ (المتوفی ۴۷٦ھ)، امام الحرمین شافعیؒ (المتوفی ۴۷۸ھ، استاذ امام غزالیؒ)، شیخ الاسلام ہرویؒ (المتوفی ۴۸۱ھ)، امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ)، علامہ کلوذائیؒ (المتوفی ۵۱۰ھ)، علامہ ابن عقیل حنبلیؒ (المتوفی ۵۱۳ھ)، قاضی عیاضؒ (المتوفی ۵۴۴ھ)، علامہ ابوبکر بن العربیؒ (المتوفی ۵۴٦ھ، مصنف عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی، العواصم والقواصم)، علامہ ابن جوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ)، علامہ موفق الدین بن قدامہ حنبلیؒ (المتوفی ٦۲۰ھ)، علامہ ابن نقطہ حنبلیؒ (المتوفی ٦۲۹ھ)، علامہ عزالدین بن عبد السلام (المتوفی ٦٦۰ھ، انہوں نے متاخرین حنابلہ کے ابتداع حرف وصوت کے خلاف احقاق حق کیا)، علامہ فضل اللہ تورپشتی (المتوفی ٦٦۱ھ)، علامہ قرطبیؒ (المتوفی ٦٦۵ھ)، علامہ نوویؒ (المتوفی ٦۷٦ھ)، علامہ نسفیؒ (المتوفی ٦۸٦ھ) وغیرہ۔

0.2:۔حافظ ابن تیمیہ کے تفردات

ان سب اکابر امت نے جن مسائل اصول وعقائد کے محققانہ فیصلے کر دیئے تھے، حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) نے آ کر ان سب کو الٹ پلٹ دیا اور بہت سے اہم معتقدات میں اپنی الگ رائے قائم کر لی اور اپنے تفردات پر اس قدر سختی سے جم گئے کہ کسی کی نہ سنی۔ ہر تفرد کے ساتھ بڑے بڑے دعوے کیے جو ثابت نہ ہو سکے۔ اپنی تائید میں بڑوں کے اقوال پیش کیے تو وہ صحیح نہ نکلے۔ اپنے نظریات خلاف جمہور کے لیے ضعیف اور شاذ ومنکر احادیث کا سہارا لیا اور دوسروں کی حسن وضعیف حدیثوں کو باطل قرار دیا جس کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی ” کی شہادت کافی ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے رد شیعی کے زور میں آ کر احادیث جیاد (عمدہ ومعتبر روایات) کو بھی رد کر دیا (لسان المیزان ج٦ ص ۳۱۹)۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے امام الحرمینؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی تکفیر کی بلکہ ان کے کفر کو یہود ونصاریٰ کے کفر سے بھی سخت بتلایا۔ تمام علمائے مذہب اور سلاطین مصر وشام وغیرہ نے حافظ ابن تیمیہؒ سے متفقہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ آیات وصفات باری تعالیٰ سے تعرض نہ کریں اور ان کے بارے میں اپنے متفرد نظریات لوگوں میں نہ پھیلائیں۔

بقول حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حافظ ابن تیمیہؒ ہی کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء مصرو شام ومغرب نے ان کے تفرد کا رد کیا تھا اور ان کے تفردات علماء اہل سنت کی نظر میں مردود تھے، تو ان کی مخالفت پر اب کیا ردوقدح کا موقع ہے؟ جب حافظ ابن تیمیہؒ کی نظر میں امام الحرمینؒ اور امام غزالیؒ کے عقائد کفریہ تھے اور تمام علماء وقت کے متفقہ مطالبہ کو ٹھکرا کر ان سب کو بھی مرتد وزندیق بتلایا گیا تو کیا ہمارے واسطے اس امر کی کھوج لگانا ضروری نہیں ہو جاتی کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے مقابل جمہور علماء متقدمین ومتاخرین کے مابین اختلاف اتنا شدید کیسے ہوا؟ اور بنیادی نکات اختلاف کیا کیا ہیں؟ اور آج جو تفردات حافظ ابن تیمیہؒ کی طرف دعوتِ عام بڑے وسیع پیمانے پر دی جارہی ہے۔ اس سے جمہور امت کے مسلک پر کیا کچھ اثرات پڑیں گے؟ ظاہر ہے کہ ان سے غفلت برتنا سخت مضر ہوگا (انوار الباری ج ۱۴ص ۱۵،۱۶)۔

0.3:۔ کچھ کتاب: ''الفتوی الحموية'' کے بارے میں

حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) کے مفصل عقائد کا بیان اور ان کا رد میری دوسری کتاب: أَلتَنزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ: ''صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد'' میں موجود ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد ابن عبد الہادی (المتوفی ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلـه الحَموية الكُبرى والحموية الصُّغرى. فَأَما الحموية الكُبرى فأملاها بَين الظُّهر وَالْعصر. وَهِي جَوَاب عَن سُؤال ورد من حماة سنة ثَمَان وَتِسْعين وستِمائَة. وَجرى بِسَبَب تأليفها أُمُور ومحن وَتكلم الشَّيْخ فِيهَا على آيَات الصِّفَات وَالأَحَادِيث الْوَارِدَة فِي ذَلِك.

(العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام أحمد بن تيمية، ص ۸۳. المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادى بن يوسف الدمشقى الحنبلى (المتوفى ۷۴۴ھ). المحقق: محمد حامد الفقى. الناشر: دار الكاتب العربى، بيروت)

ترجمہ حافظ ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں بھی الحموية الكبرى والحموية الصغرى ہیں۔ الحموية الكبرى کو ظہر اور عصر کے درمیان میں املاء کروایا۔ یہ جواب ہے ایک سوال کا صفات کے متعلق جو شہر حماۃ (ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے) سے ۶۹۸ھ میں آیا تھا۔ اس تالیف کی وجہ سے حافظ ابن تیمیہؒ کو کئی امور اور مصائب کا سامنا پڑا۔ حضرت شیخؒ نے اس میں آیاتِ صفات اور احادیث صفات پر کلام کیا ہے۔

0.4:۔حافظ ابن تیمیہؒ کو کتاب: ''الفتوى الحموية'' کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں

اس فتویٰ میں حافظ ابن تیمیہؒ نے متکلمین پر طعن کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو یعنی اوپر کی طرف میں ہیں۔ اس فتویٰ کے سبب سے فقہاء کی ایک جماعت حافظ ابن تیمیہؒ کے مخالف ہوگئی۔ آپ سے مباحثہ کیا گیا ہے۔ اور آئندہ فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے کئی دفعہ دوچار بھی ہونا پڑا۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں:

وَلما وَقع من ابْن تَيْمِية فِي المسئلة الحموية مَا وَقع. وَعقد لَهُ الْمجْلس بدار السَّعَادَة بَين يَدي الْأَمِير تنكز. وجمعت الْعلمَاء، أشاروا بِأَن الشَّيْخ الْهِنْدِيّ يحضر فَحضَرَ. وَكَانَ الْهِنْدِيّ طَوِيل النَّفس فِي التَّقْرِير. إِذا شرع فِي وَجه يقرره لَا يدع شُبْهَة وَلَا اعتراضا إِلَّا قد أَشَارَ إِلَيْهِ فِي التَّقْرِير، بِحَيْثُ لَا يتم التَّقْرِير إِلَّا وَقد بعد على الْمُعْتَرض مقاومته. فَلَمَّا شرع يُقرر أَخذ ابْن تَيْمِية يعجل عَلَيْهِ على عَادَته وَيخرج من شَيْء إِلَى شَيْء. فَقَالَ لَهُ الْهِنْدِيّ: مَا أَرَاك يَا ابْن تَيْمِية! إِلَّا كالعصفور حَيْثُ أردْت أَن أقبضهُ من مَكَان، فر إِلَى مَكَان آخر. وَكَانَ الْأَمِير تنكز يعظم الْهِنْدِيّ ويعتقده. وَكَانَ الْهِنْدِيّ شيخ الْحَاضِرين كلهم. فكلهم صدر عَن رَأْيه. وَحبس ابْن تَيْمِية بِسَبَب تِلْكَ المسئلة. وَهِي الَّتِي تضمنت قَوْله بالجهة. وَنُودِيَ عَلَيْهِ فِي الْبَلَد وعَلى

أصحابه وعزلوا من وظائفهم.

(طبقات الشافعية الكبرى، ج۹ص۱۶۳،۱۶۴. المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (المتوفى ۷۷۱ھ). المحقق: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو. الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ جب مسئلہ حمویہ حافظ ابن تیمیہؒ سے وقوع میں آیا جو آیا۔ تو دار السعادت میں امیر تنکز (سیف الدین) کے سامنے اس کے لیے ایک مجلس منعقد کی گئی، اور علماء جمع کیے گئے۔ انھوں نے شیخ ہندیؒ کے بلانے کا مشورہ دیا۔ پس شیخ موصوف حاضر ہوئے۔ شیخ ہندیؒ تقریر میں طویل الکلام تھے۔ جب کسی وجہ سے تقریر شروع کرتے۔ تو اثناء تقریر میں کسی شبہ یا اعتراض کو ذکر کیے بغیر نہ چھوڑتے۔ جب تقریر ختم ہوتی، تو معترض کے لیے آپ کا مقابلہ دشوار ہوتا۔ جب آپ نے تقریر شروع کی۔ تو ابن تیمیہؒ حسب عادت جلدی کرنے لگے۔ ایک شے سے دوسری شے کی طرف نکلنے لگا۔ شیخ ہندیؒ نے کہا: ابن تیمیہ! میں تجھے صرف ایک چڑیا کی مثل دیکھتا ہوں جسے ایک جگہ سے پکڑنا چاہتا ہوں، تو سو در جگہ پھدک جاتی ہے۔ امیر تنکز شیخ ہندیؒ کی تعظیم کیا کرتا تھا اور اس کا معتقد تھا۔ اور شیخ ہندیؒ تمام حاضرین کا شیخ تھا۔ سب نے حافظ ابن تیمیہؒ کی رائے سے رجوع کیا۔ حافظ ابن تیمیہؒ اس مسئلہ کے سبب قید ہوا۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس میں مذکور ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا قائل ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور اس کے اصحاب کے خلاف شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا گیا اور وہ اپنی ملازمتوں سے معزول کیے گئے"۔

0.5:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے بارے میں فرمان سلطانی

جو فرمان جامع دمشق میں سنایا گیا وہ کئی اور جگہ بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ چنانچہ شیخ محمد زاہد کوثریؒ یوں لکھتے ہیں:

"فرامین سلطانی جو اکابر علماء وقت کے سامنے محاکمہ کے بعد ابن تیمیہؒ کے حق میں صادر ہوئے۔ وہ کتب تاریخ اور خاص کتابوں (مثل عیون التواریخ، نجم المهتدی اور دفع الشبه

وغیرہ) میں منقول ہیں۔ میں ان میں سے ایک یہاں نقل کرتا ہوں۔ یہ فرمان حافظ شمس الدین بن طولونؒ کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔

نسخہ فرمان شریف سلطانی ملکی مؤرخہ ۲۸ رمضان ۷۰۵ھ

سب ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو شبیہ و نظیر سے پاک ہے اور مثال سے برتر ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

اس کی حمد کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے دل میں کتاب و سنت پر عمل کرنا ڈال دیا اور ہمارے زمانے میں شک و شبہ کو دور کر دیا اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ مثل شہادت اس شخص کے جو اخلاص کے ساتھ حسنِ عاقبت کا امیدوار ہو اور اپنے خالق کو ایک جہت میں محدود ہونے سے پاک سمجھتا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ. (الحدید:۴)

ترجمہ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھتا ہے۔

جنھوں نے اللہ کی رضا کے طریق کے سالک کے لیے نجات کا طریقہ بتا دیا اور خدائی نعمتوں میں غور و فکر کا حکم دیا اور اس کی ذات میں تفکر سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا درود ہو آپؐ پر اور آپؐ کے آل و اصحاب ﷺ پر، جن کے ذریعہ سے ایمان کا مینار بلند ہو گیا اور قواعد شریعت مضبوط ہو گئے اور گل ہو گیا کلمہ اس کا جس نے حق سے انحراف کیا۔ اور بدعتوں کی طرف مائل ہوا۔

امابعد! شریعت کے عقائد اور اسلام کے قواعد اور ایمان کے عالی ارکان اور دین کے مذاہب مرضیہ بنیاد ہیں، جن پر بنا کرنی چاہیے اور مرجع ہیں جس کی طرف ہر ایک کو رجوع کرنا چاہیے اور طریق ہیں کہ جو ان پر چلا، بڑا کامیاب ہوا اور جو ان سے منحرف ہوا وہ عذابِ الیم کا مستوجب ہوا۔ اس لیے واجب ہے کہ ان کے احکام جاری کیے جائیں اور ان کے دوام کی تاکید کی جائے اور اس ملت کے عقائد اختلاف سے بچائے جائیں اور اتفاق سے مزین کیے جائیں۔

بدعتوں کے شعلے بجھائے جائیں اوران کے فرقوں سے جو جمع ہیں، پراگندہ کردیئے جائیں۔
تقی الدین ابن تیمیہؒ نے اس زمانہ میں اپنے قلم کی زبان دراز کی اور اپنے کلمات کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔اور صفات وذات کے مسائل میں کلام کیا۔اوراپنے کلام میں غیر مشروع اُمور کو ظاہر کیا۔اور کلام کیا اس میں جس میں صحابہ کرام ﷺ اور تابعینؒ خاموش رہے۔اور زبان سے وہ کلام کیا جس سے سلفِ صالحینؒ نے پرہیز کیا اوراس بارے میں وہ کچھ سامنے لایا جسے ائمہٗ اسلام نے بڑا ہی منکر اور ناپسندیدہ جانا ہے، اور جس کے خلاف پر علماء وحکام کا اجماع منعقد ہوگیا۔اوراس کے فتاویٰ سے مشہور ہوا وہ جسے بندوں کی عقلوں نے سبک سمجھا۔اس بارے میں اس نے اپنے ہم عصر علماء اور فقہائے شام ومصر کی مخالفت کی۔اوراپنے رسالے ہر جگہ بھیجے اور اپنے فتاویٰ کو ایسے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔
جب ہمیں یہ اطلاع پہنچی کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حق میں حرف وصوت اور تجسیم کی صراحت کردی ہے، تو ہم اس بڑی خبر سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے واسطے اُٹھے۔ہم نے اس بدعت کا انکار کیا اور ہمیں یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ یہ عمل ان اشخاص کی طرف سے شائع ہو جو ہماری سلطنت میں ہیں۔ہم نے اس بات کو بڑا ہی اوپرا اور منکر جانا جو ان باطل لوگوں نے زبان سے نکالا۔اور ہم زبان پر لائے اللہ تعالیٰ کا قول:

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. (الصّٰفٰت:۱۸۰)

ترجمہ تمہارا پروردگار، عزت کا مالک، اُن سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں!
کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں عدیل ونظیر سے پاک ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَا تُدْرِکُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ. وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ.
(الانعام:۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔اس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے، اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔
ہمارے فرامین تقی الدین ابن تیمیہؒ کو اپنے دروازے پر بلانے کے لیے صادر

ہوئے، جب کہ اس کے فتاویٰ شام ومصر میں شائع ہوئے۔ ان میں اس نے ایسے
الفاظ کے ساتھ تصریح کی کہ جس عقل مند نے ان کو سنا، یہ آیت پڑھ دی:

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا. (الکہف:۷۴)

ترجمہ یقیناً آپ نے بڑی بے جا حرکت کی ہے۔

جب وہ حاضر ہوا۔ ہم نے اہلِ حل وعقد اور اصحابِ تحقیق ونقل کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ قضاۃ وحکام وعلماء وفقہاء حاضر ہوگئے۔ اور انھوں نے اس کے لیے ائمہ کے گروہ اور جماعت میں ایک مجلس شرع منعقد کی۔ اس وقت وہ سب جو اس کی طرف منسوب تھا، ثابت ہوگیا۔ خود اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے سے، جس سے اس کا بڑا عقیدہ ظاہر تھا، وہ مجلس برخاست ہوئی، اس حال میں کہ وہ اس پر اور اس کے برے عقیدے پر انکار کرنے والے تھے۔ اور اس کا مواخذہ کر رہے تھے، اس امر پر جس پر اس کا قلم شاہد تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ (الزخرف:۱۹)

ترجمہ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا، اور ان سے باز پرس ہوگی۔

ہم نے سنا کہ پہلے بھی کئی بار اس سے توبہ کرائی گئی۔ شرع نے اسے مہلت دی، جب اس نے یہ اقدام اُٹھایا۔ مگر وہ منع کے بعد باز نہ آیا اور وہ نواہی اس کے کان میں نہ پہنچے۔ جب قاضی مالکیؒ کی مجلس میں اس کا جرم ثابت ہوگیا۔ تو شریعت کا حکم ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے اور تصرف وظہور سے منع کیا جائے۔ لہٰذا ہم آج سے حکم دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کے مسلک پر نہ چلے۔ اور منع کرتے ہیں اس سے کوئی ایسے اعتقاد میں اس کا مشابہ ہو، یا اس قول میں اس کا تبع ہو، یا ان الفاظ کے قبول کرنے والا بنے، یا تجسیم میں اس کے طریقہ پر چلے، یا خاص جہتِ علو میں محدود کرے جیسا کہ اس نے کہہ دیا، یا کوئی انسان صوت یا حرف میں کلام کرے، یا ذات یا وصف میں کلام کو فراخ کرے، یا تجسیم کے ساتھ کلام کرے، یا صراط مستقیم سے انحراف کرے، یا ائمہ کی رائے سے نکل جائے اور علماء اُمت سے منفرد ہوجائے، یا اللہ تعالیٰ کو ایک جہت میں محدود بتائے، یا حیث وکیف کے ساتھ پیش آئے جو اس مجموعہ کا عقیدہ رکھتا ہو اس کے لیے ہمارے پاس

سوائے تلوار کے اور کچھ نہیں ہے۔

پس ہر شخص اس حد پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے امر پہلے اور پیچھے۔ تمام حنابلہ کو چاہیے کہ اس عقیدے سے جسے ائمہ نے بہت ہی بڑا اور اوپرا کہا ہے، رجوع کرے اور ان تشبیہات شریدہ کو چھوڑ دے اور امرِ الٰہی کو لازم پکڑے اور اہل مذاہب حمیدہ سے تمسک کرے کیونکہ جس نے امر الٰہی کو چھوڑ دیا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا اور اس کا ٹھکانا سوائے لمبی قید کے اور کچھ نہیں۔ اس لیے ہم نے لکھ دیا ہے کہ دمشق و بلادِ شام اور ان جہات میں سخت ممانعت اور تخویف وتہدید کے ساتھ منادی کردی جائے کہ اس امر میں جس کی ہم نے وضاحت کردی ہے کوئی تقی الدین ابن تیمیہؒ کی پیروی نہ کرے۔ اور جو اس کی پیروی کرے گا ہم اسے ابن تیمیہؒ کی طرح جیل میں ڈال دیں گے۔ اور اُمت کی نظروں سے گرادیں گے جیسا کہ ہم نے اسے گرادیا ہے۔ جو لوگ باز رہنے سے روگردانی کریں اور ٹال مٹول سے کام لیں۔ ہم نے حکم دے دیا ہے کہ وہ مدارس اور مناصب سے معزول کردیئے جائیں اور اپنے مراتب سے گرادیئے جائیں۔ اور ان کے لیے ہمارے شہروں میں نہ حکم لیتے رہیں۔ نہ قضا، نہ امامت، نہ شہادت، نہ ولایت اور نہ اقامت۔ کیونکہ ہم نے اس بدعتی کی دعوت اپنے شہروں سے زائل کردی ہے۔ اور اس کے عقیدہ کو جس سے لوگ گمراہ ہوئے یا ہونے کو تھے، باطل کردیا ہے۔ حنابلہ سے اس عقیدہ سے رجوع کے متعلق محاضر شرعیہ لکھائیں جائیں جو قاضیوں کی مہر و دستخط سے مزین ہو کر ہمارے پاس آنے چاہیں۔ ہم معذور ہیں۔

ہم نے نصیحت کردی اور ہم نے انصاف کیا ہے کہ لوگوں کو ڈرادیا ہے۔ چاہیے کہ ہمارا یہ فرمان منبروں پر پڑھا جائے تاکہ یہ کمال درجہ کا واعظ وزاجر اور نہایت عمدہ آمر وناہی ہو اور اعتماد اس خط شریف پر ہے جس کے اوپر الحمدللہ ہے۔ صلی اللّٰہ علی سیدنا مُحمَّد و آلہ وَسلم.

(العقیدۃ وعلم الکلام ص ۵۰۱،۵۰۲ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

0.6:۔حافظ ابن تیمیہؒ کی توبہ کا حال

حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ابن تیمیہؒ کی توبہ کا حال یوں بیان کیا ہے:

وَلم یزل ابن تَیمِیة فِی الجب إلی أن شفع فِیہِ مھنا أمیر آل فضل

فَأخرج فِي ربيع الأول فِي الثَّالِث وَعشْرين مِنْهُ وأحضر إِلَى القلعة وَوَقع الْبَحْث مَعَ بعض الْفُقَهَاء. فَكتب عَلَيْهِ محْضر بِأَنَّهُ قَالَ: أَنا أشعري. ثمَّ وجد خطه بِمَا نَصه الَّذِي اعْتقد: أَن الْقُرْآن معنى قَائِم بِذَات الله وَهُوَ صفة من صِفَات ذَاته الْقَدِيمَة وَهُوَ غير مَخْلُوق وَلَيْسَ بِحرف وَلَا صَوت. وَأَن قَوْله: "الرَّحْمَن على الْعَرْش اسْتَوَى" لَيْسَ على ظَاهره وَلَا أعلم كنه المُرَاد بِهِ بل لَا يعلمهُ إِلَّا الله وَالْقَوْل فِي النُّزُول كالقول فِي الاسْتوَاء. وَكتبه أَحْمد بن تَيْمِية ثمَّ أشهدوا عَلَيْهِ أَنه تَابَ مِمَّا يُنَافِي ذَلِك مُخْتَارًا وَذَلِكَ فِي خَامِس عشري ربيع الأول سنة ٧٠٧ھ وَشهد عَلَيْهِ بذلك جمع جم من الْعلمَاء وَغَيرهم وَسكن الْحَال وَأُفْرج عَنهُ وَسكن الْقَاهِرَة.

(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، ج١ص١٧٢، ١٧٣. المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى ٨٥٢ھ). المحقق / مراقبة: محمد عبد المعيد ضان. الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الهند. الطبعة: الثانية، ١٣٩٢ھ)

ترجمہ حافظ ابن تیمیہ جیل کے کنویں میں ہی قید رہے یہاں تک مہنّاؒ (حسام الدين مهنا بن عيسى بن مهنا أمير آل فضل، المتوفى ٧٣٥ھ) امیر آل فضلؒ نے ان کے بارے میں شفاعت کی، تو ان کو تیئس (۲۳) ربیع الاول کو جیل سے رہا کیا گیا اور ان کو قلعہ میں لایا گیا تو وہاں بعض فقہاءؒ سے ان کا بحث ومباحثہ ہوا، تو وہاں ایک محضر نامہ تیار کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

1 میں اشعری ہوں۔

پھر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ تحریر پائی گئی۔

2 میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں: ''قرآن مجید کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدیمی اور ازلی صفات میں سے ہے۔ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔ یہ حرف بھی نہیں ہے اور نہ صوت۔

3 اور جس چیز کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی. (سورت طٰہٰ:۵)
ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔
اس آیت میں استواء اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ میں اس کی مراد کی کُنہ اور حقیقت کو نہیں جانتا، بلکہ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں جانتا۔
4 نزول باری تعالیٰ کے بارے میں وہی قول ہے جو استواء کے بارے میں ہے۔

اس عبارت کو احمد ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔

پھر تمام لوگ اس پر گواہ بنے کہ ابن تیمیہؒ نے اس کے منافی عقائد سے توبہ کر لی ہے۔ اوراب یہی اس کا مختار عقیدہ ہے۔ یہ تحریر بتاریخ پچیس (۲۵) ربیع الاول ۷۰۷ھ کو لکھی گئی۔ اس تحریر پر علمائے کرام کے ایک جم غفیر نے گواہی دی ہے۔ تو ان سے تمام قیود کو ہٹالیا گیا اور وہ قاہرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

اس کی کچھ تفصیل میری دوسری کتاب: اَلتَّنْزِیْهُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْهِ: ''صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد'' میں موجود ہے۔

0.7:۔ حافظ شمس الدین ذہبیؒ کا نصیحت آموز خط

علامہ ذہبیؒ نے ایک **ناصحانہ خط** حافظ ابن تیمیہؒ کو لکھا ہے۔ اس کے بعض جملے ملاحظہ فرمائیں:

تم کب تک اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھو گے، اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو بھول جاؤ گے۔ کب تک آپ اپنی تعریف کرتے رہو گے اور علماء کی مذمت کرتے رہو گے؟

تم بڑے ہی کٹ حجت اور چرب زبان ہو، نہ تمہیں قرار ہے اور نہ تمہیں نیند ہے۔ دین میں غلطیاں کرنے سے بچو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنی اُمت میں مجھے سب سے زیادہ ڈر اس شخص سے ہے جو دوزخا اور چرب زبان ہو۔

۳ تم کب تک ان فلسفیانہ باتوں کی اُدھیڑ بن میں لگے رہو گے تاکہ ہم اپنی عقل سے ان کی تردید کرتے رہیں؟ تم نے کتب فلسفہ کا اتنا زیادہ مطالعہ کیا کہ ان کا زہر تمہارے

جسم میں سرایت کر گیا اور زہر کے زیادہ استعمال سے انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ واللہ! وہ اس کے بدن کے اندر سرائیت کر جاتا ہے۔

حجاجؒ کی تلوار اور ابن حزمؒ کی زبان دونوں بہنیں تھیں۔ تم نے ان دونوں کو اپنے ساتھ نتھی کر لیا ہے۔ ہماری مجلسیں ردِ بدعات سے خالی ہو گئیں اور ہم میں خود ایسی بدعات آ گئی ہیں، جن کو ہم ضلالت و گمراہی کی جڑ سمجھتے تھے۔ اور اب وہ ایسی خالص توحید اور اصل سنت بن گئیں کہ جو ان کو نہ جانے، وہ کافر یا گدھا ہے، بلکہ جو دوسروں کی تکفیر نہ کرے، وہ فرعون سے زیادہ کافر ہے۔

تم نصرانیوں کو ہمارے برابر کہتے ہو۔ واللہ! دلوں میں اس سے شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اگر شہادت کے دونوں کلموں کے ساتھ تمہارا ایمان صحیح وسالم رہ جائے تو یقیناً تم سعید ہو گے۔ افسوس تمہارے پیروؤں کی ناکامی و نامرادی کہ وہ زندقہ اور انحلال کے شکار ہو گئے۔ خصوصاً ان میں کے کم علم دین کے کچے اور شہوانی باطل پرست لوگ، جو ظاہر میں تمہارے حامی و ناصر اور پشت پناہ ضرور ہیں، لیکن حقیقۃً وہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے اتباع میں اکثریت کم عقل اور نادانوں وغیرہ کی ہے۔

٦ تم کب تک اپنی ذاتی تحقیقات کی اتنی زیادہ تعریف کرو گے کہ اس قدر تعریف احادیثِ صحیحین کی بھی تم نہیں کرتے؟ کاش! احادیثِ صحیحین ہی تمہارے ناوکِ تنقید سے بچی رہتیں۔ تم تو اس وقت ان پر تضعیف و اہدار اور تاویل و انکار کے ذریعہ یلغار کرتے رہتے ہو۔

٧ اب تم عمر کے ستر کے دہے میں ہو اور کوچ کا وقت قریب ہے۔ تمہیں سب باتوں سے توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(نصّ رسالة الامام الی شیخ الاسلام ابن تیمیة، العقیدة وعلم الکلام، ص ٥٥٧، ٥٥٨، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

0.8:۔ کچھ اس کتاب: ”الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية“ کے بارے میں

1 حضرت شیخ أحمد بن يحيى بن إسماعيل الشيخ شهاب الدين ابن جهبل الكلابي الحلبي الأصل (التولد ۶۷۰ھ، التوفی ۷۳۳ھ) بہت بڑے عالم دین اور متکلم اسلام تھے۔ علامہ ابن جہبلؒ، حافظ ابن تیمیہؒ کے ہم عصر اور ہم وطن ہیں۔ وہ ان کی حرکات وسکنات سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے حافظ ابن تیمیہؒ کے خیالات کا خوب رد کیا ہے۔ ان کی ایک تصنیف علامہ ابن تیمیہؒ کے رد میں نفی جہت کے بارے میں ہے۔ اس کا نام: ”الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية“ ہے جو ڈاکٹر طہ الدسوقی حبیشی مدظلہ کی تحقیق اور تقدیم سے ۱۹۸۷ء میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ علامہ تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (التوفی ۷۷۱ھ) نے بھی اس کو بتمام وکمال طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں علامہ ابن جہبلؒ کے حالات میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب علمائے کرام کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: طبقات الشافعية الكبرى ج۹ رقم ۱۳۰۲. المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (التوفی ۷۷۱ھ). المحقق: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو. الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية، ۱۴۱۳ھ)

عصر قریب کے محقق اور مدقق علامہ شیخ زاہد الکوثریؒ نے اپنی کتاب: ”حاشیہ السیف الصقیل“ میں اس کتاب کی فضیلت اور اہمیت کو خوب نمایاں کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کو سونے کے پانی سے لکھا جائے۔ چند اقتباسات

ملاحظہ فرمائیں:

۱ لما ذكر في العقيدة الحموية التي ردّ عليها ابن جهبل واسطية وغيرهما. كقوله: ان اليد والقدم والساق والوجه صفات حقيقية لله، وانه مستوٍ على العرش بذاته. فقيل له: يلزم من ذٰلك التحيز والانقسام. فقال: أنا لا أسلم أن التحيز والانقسام من خواص الأجسام. فألزم بأنه يقول بالتحيز في ذات الله تعالى.

(حاشیه السيف الصقيل،العقيدة وعلم الكلام ص۲۷۵؛طبع ایچ.ایم.سعید کمپنی،کراچی)

۲ والمسألة الحموية هذه تتضمن القول بالجهة........هٰذه المسألة هي التي ردّ عليهاالعلامة ابن جهبل ردّاً مشبعاً.

(حاشیه السيف الصقيل،العقيدة وعلم الكلام ص۲۷۶؛طبع ایچ.ایم.سعید کمپنی،کراچی)

۳ ذكره ابن جهبل فيما رد به على العقيدة الحموية لابن تيمية. وهٰذا الرد يحق أن يكتب بماء الذهب . ومن حاول الرد عليه من الحشوية فقد وقع على أم رأسه وكتاب ابن جهبل حقه أن يفرد بالطبع من طبقات ابن السبكي. ونسخة مخطوطة من كتاب ابن جهبل هٰذا توجد بمكتبة "لاله لي" بأسطنبول.

(حاشیه السيف الصقيل،العقيدة وعلم الكلام ص۲۸۴؛طبع ایچ.ایم.سعید کمپنی،کراچی)

اسی طرح عصر قریب ہی کے ایک اور محقق شیخ علامہ سلامہ القضاعیؒ نے بھی اس قسم کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔انہوں نے اپنی کتابوں: ”فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان “اور”براهين الكتاب والسنة “میں علامہ ابن جہبلؒ کی کتاب کے بہت سے اقتباس نقل کیے ہیں۔فرماتے ہیں:

فانتدب العلماء ـ شكر الله سعيهم ـ في عصره وبعده ـ لتصنيف المصنفات الممتعة المؤيدة بالبراهين الصادعة بتنزه الحق تعالى عن الجسمية ولوازمها وتزييف تلك الأوهام التي نسجها خياله. منهم العلامة شهاب الدين أحمد بن يحيىٰ الكلابي المتوفى سنة ثلاث

وثلاثين وسبع مائة. صنف رضی اللہ عنه رسالة قيمة في الرد عليه في القول بالجهة. أفاد وأجاد. وقد نقلها التاج السبكي في طبقاته بحروفها لتستفاد. ولا بأس ان نذكر لك قليلاً من عباراتها لتعرف كيف نظر العلماء المحققون المحدثون كهذا الشهاب رضی اللہ الیٰ أهل هذا المذهب الزائف".

0.9:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان، زمان، جہت اور سمت نہیں

اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی زمان ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی سمت اور جہت ہے کیونکہ وہ غیر محدود ہے۔ مکان اور جہت محدود کے لیے ہوتے ہیں۔ مکان اور زمان مکین کو احاطہ کیے ہوئے اور گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہے۔ زمین، زمان اور کون و مکان سب اسی کی مخلوق ہیں اور اس کے احاطۂ قدرت میں ہیں۔ "کان اللّٰه ولم یکن شیٔ غیرہ"۔ یعنی ازل میں صرف اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین، زمان، مکین اور مکان کو پیدا کیا۔ جس طرح وہ مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان اور بغیر جہت کے تھا، اب بھی اسی شان سے ہے جس شان سے وہ پہلے تھا۔

نیز جہات امورِ اضافیہ اور نسبیہ میں سے ہیں۔ مثلاً فوق، تحت، یمین اور شمال یہ سب چیزیں حادث ہیں۔ نسبت کے بدلنے سے ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک شی کسی اعتبار سے فوق ہے اور کسی اعتبار سے تحت ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں کسی جہت یا سمت کے ساتھ مخصوص ہو۔ جہت اور سمت حادث کے لیے ہوتی ہیں۔ ازلی کے لیے نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی جہت ہے اور نہ کوئی سمت ہے۔ مکان، جہت اور سمت تو محدود اور متناہی کے لیے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے۔

اس کی ہستی سمت، جہت، مکان اور زمان کی حدود اور قیود سے پاک ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کب سے ہے؟ اس لیے کہ وہ مکان اور زمان سے سابق اور مقدم ہے۔ مکان اور زمان سب اسی کی مخلوق ہیں۔ وہ تو لا مکان اور لا زمان ہے۔ اس کی ہستی مکان اور زمان پر موقوف نہیں بلکہ زمان اور مکان کی ہستی اس کے ارادہ پر موقوف ہے۔ مشبہہ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ہے اور وہ جہت فوق میں ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے: سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوۡنَ. (الانعام:۱۰۰)

1 حضرت امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَتَعَالٰی عَنِ الۡحُدُوۡدِ وَالۡغَایَاتِ وَالۡأَرۡکَانِ وَالۡأَعۡضَاءِ وَالۡأَدَوَاتِ، لا تَحۡوِیۡهِ الجهاتُ السِّتُّ کَسَائِرِ الۡمُبۡتَدِعَاتِ.

اللہ تعالیٰ حد و غایت، اعضاء وارکان اور آلات سے بلند و برتر ہے۔ جہاتِ ستہ (فوق، تحت، قدام، خلف، یمین، یسار) اس کا احاطہ نہیں کرتیں، جیسا کہ تمام مخلوقات کا احاطہ کرتی ہیں۔ (عقیدۃ الطحاوی ص ۱۱ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

2 علامہ شہاب الدین ابن جہبل کلابیؒ (المتوفی ۷۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ہم اہل السنت والجماعت اس بارے میں یہی کہتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقت اور زمانہ کا گزر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں اور کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہوگی مگر وہ سامنے سے اور بالمقابل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وقت بھی تھی جب مکان و زمان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مکان اور زمان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا''۔

(الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أورده فی الفتوی الحمویة، ص ۴۲)

حصہ اول

روشن حقائق

محقق ومترجم

حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَہٗ

0.1: خطبۂ حمد وثنا

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحِیم

أَلْحَمد لِلّٰہ العَظِیم شَأْنہ، الْقوی سُلْطَانہ القاھر ملکوتہ، الباھر جبروتہ، الْغَنِیّ عَنْ کل شَیْء وکل شَیْء مفتقر إِلَیْہِ، فَلا معول لشَیْء من الکائنات إِلَّا عَلَیْہِ.

أرسل مُحَمَّدًا صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلم بالمحجة الْبَیْضَاء، وَالْمِلَّة الزھراء، فَأتی بأوضح الْبَرَاھِین، وَنور محجة السالکین، وَوصف ربه تَعَالٰی بِصِفَات الْجَلَال، وَنفی عَنهُ مَا لَا یَلِیق بالکبریاء والکمال، فتعالی اللّٰہ الْکَبِیر المتعال، عَمَّا یَقُوله أهل الغی وَالضلال، لَا یحملهُ الْعَرْش بل الْعَرْش وَحَمَلته محمولون بلطف قدرته، مقهورون فِي قَبضته، أحَاط بِکُل شَیْء علما، وأحصی کل شَیْء عددا، مطلع علی هواجس الضمائر، وحرکات الخواطر، فسبحانه مَا أعظم شَأْنه، وأعز سُلْطَانه، "یسْأَله من فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" لافتقارهم إِلَیْہِ: "کل یَوْم هُوَ فِي شَأْن" لاقتداره عَلَیْہِ.

وصلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلم علی سیدنَا مُحَمَّد خَاتم أنبیائه ومبلّغ أنبائه وعَلی آله وَصَحبه وَسلم.

ترجمہ: سب حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی شان بڑی اور جس کی حجت وقدرت قوی اور جس کا تصرف غالب اور جس کی عظمت و بزرگی ظاہر ہے۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا سہارا اُسی پر ہے۔ اس نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو روشن، راہِ راست اور شریعتِ واضح دے کر بھیجا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے بڑی واضح براہین پیش کیں اور سالکوں کا راستہ روشن کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے صفاتِ جلال (وجمال) بیان فرمائیں۔ اور اس ذاتِ پاک سے ایسی صفات کی نفی کر دی جو شانِ کبریاء وکمال نہ تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ کبیر، متعال، عالی اور برتر

ہے، اس سے جو گمراہ لوگ بتاتے ہیں۔ عرش اُس کو اُٹھائے ہوئے نہیں، بلکہ عرش اور حاملینِ عرش اس کی لطیف قدرت سے محمول اور اس کے قبضۂ قدرت میں مقہور و مغلوب ہیں۔ اس نے علم سے ہر شے کو گھیرا ہوا ہے اور ہر چیز کو خوب شمار کیا ہوا ہے۔ وہ دلوں کے وسواس اور خواطر کی حرکات سے آگاہ ہے۔ اس کی شان کیسی بڑی اور اس کی حجت وقدرت کیسی غالب وقوی ہے!! زمین وآسمان میں جو بھی ہیں اُسی سے (اپنی حاجتیں) مانگتے ہیں۔ کیونکہ اس کے محتاج ہیں۔ وہ ہر روز کسی شان میں ہے! کیونکہ اس پر قادر ہے۔

درود وسلام ہو حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سب سے آخر میں آئے اور اس کی خبریں پہنچانے والے ہیں اور آپ ﷺ کے آل واصحاب پر۔

0.2:۔ سبب تالیف

جو چیز اس مختصر تالیف کا سبب بنی، وہ واقعات ہیں جو ان ایام میں پیش آئے۔ بعض لوگ (ابن تیمیہؒ) اثباتِ جہت میں ساعی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور طرف ثابت ہے۔ اس کی تحریر سے ایسے لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے جن کو علم دین میں رسوخ نہیں ہے، ان کو معرفت کا آخری حصہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے، اور نہ ان کو عقل وفہم کی لگام نے کسی جگہ ٹھہرایا، اور نہ حکمت اور دانائی سے انہوں نے راہنمائی حاصل کی ہے۔

اس لیے میں نے اس کو پسند کیا کہ:

۱ میں اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کو بیان کروں۔

۲ پھر میں اس فاسد عقیدہ کو بیان کروں جو اس نے بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ کہ اس نے جو بھی دعویٰ بیان کیا ہے اس کو خود ہی توڑ دیا ہے۔ اور کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنایا ہے جس کو خود اس نے ہی گرا نہ دیا ہو۔

۳ پھر میں عقیدۂ اہل السنّت اور اس کے امور متعلقہ کے دلائل ذکر کروں گا۔

اب میں پہلے ایک مقدمہ کا بیان کروں گا جو کہ اس مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کرے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے مدد واعانت کا طلب گار ہوں۔

باب 1

مقدمہ

1.1.1:۔تمہید: مذہبِ حشویہ کی انواع اوران پرردّ

1 جہت کے اثبات میں حشویہ کا مذہب نہایت ہی واہی اور گراہوا ہے۔ معمولی غور وتامل سے اس کا فساد وباطل ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ ائمہ دین نے یہاں تک کہہ دیا ہے: ”اگرعوام کے بہک جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس کی طرف عنانِ فکر نہ کرتے، اور نہ قلم سے کچھ لکھتے“۔

مذہب حشویہ کے لوگ دو (۲) گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں:

۱ ایک فریق اپنے مذہب حشو (عقیدہ تشبیہ وتجسیم) کے اظہار کرنے سے بالکل گریز نہیں کرتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ. اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ. (المجادلۃ:۱۸)

ترجمہ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کرے گا تو اُس کے سامنے بھی یہ اسی طرح قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں، اور یہ سمجھیں گے کہ انہیں کوئی سہارا مل گیا ہے۔ یاد رکھو یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔

۲ دوسرا فریق سلفِ صالحینؒ کے مذہب کو چھپا دیتا ہے تاکہ مالِ حرام کھاتا رہے، دنیاوی سازوسامان سمیٹتا رہے، یا جاہل، کمینے اور بیوقوف لوگ ان کے گرد جمع رہیں۔ جب کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ابلیس لعین کا تو یہی کام ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو گمراہ اور رسوا کرے۔

2 اسی لیے عوام الناس کے دل تو بدعت اور ضلالت پر ہی جمع ہوتے ہیں جس سے دین کی عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے اور ایمان ویقین میں فساد آ جاتا ہے۔ لہٰذا تو تاریخ میں یہی بات سنے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان گمراہ فرقوں کو رسوا ہی کیا ہے جیسے خوارج، رافضی، ملحدین اور قرامطہ فرقہ کے لوگ۔ رہے اہل السنّت والجماعت تو وہ تو صرف کتاب اللہ، جو روشن اور مضبوط رسی ہے، پر جمع ہوتے ہیں۔

3 یہ فریق مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اور اولین پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ اور گمان کرتا ہے کہ اِن حضرات نے بھی اس فریق کے مذہب کی حمایت میں کوئی بات کہہ دی ہے۔

4 اگر یہ لوگ پوری زمین کے بقدر بھی سونا خرچ کریں، پھر بھی یہ لوگ اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ یہ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسا کلمہ ثابت کر سکیں جو ان کی دلیل بن جائے۔ یہ فریق اپنے آپ کو سلفِ صالحینؒ کے پردے میں چھپاتا ہے تاکہ اپنی سرداری کو برقرار رکھے اور دنیاوی ساز وسامان کو سمیٹتا رہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتَجِدُوْنَ آخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ أَن يَّأْمَنُوْكُمْ وَيَأْمَنُوْا قَوْمَهُمْ (النساء:91)

ترجمہ (منافقین میں) کچھ دوسرے لوگ تمہیں ایسے ملیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

یہ لوگ ریا اور زاہدانہ زندگی سے اپنے آپ کو آراستہ رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ مینگنی کے اوپر چاندی کا ملمع چڑھاتے ہیں، گندی جگہ کو صاف اور روشن کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہ لوگ ذرہ سے بے رغبتی دکھاتے ہیں تاکہ موتی جیسی قیمتی چیز حاصل کریں۔

أظهرُوا للنَّاس نسكا وعَلى المنقوش داروا

ترجمہ یہ لوگوں کے سامنے تو دین کو ظاہر کرتے ہیں جب کہ درہم ودینار پر فریفتہ ہیں۔

5 **سلفِ صالحینؒ کا مذہب تو صرف توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ ہی ہے۔ ان کے ہاں تجسیم وتشبیہ ہرگز نہیں ہے۔** یہ بدعتی لوگ یہی گمان کرتے ہیں کہ سلف صالحینؒ کے مذہب پر ہیں۔

وكل يدعونَ وصال ليلى ولیلى لا تقر لَهُم بذاكا

ترجمہ ہر ایک یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو لیلیٰ سے وصال یار ہو گیا ہے، حالانکہ لیلیٰ اس سے انکاری ہے۔

6 یہ لوگ سلف صالحینؒ کا عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں؟! حالانکہ یہ لوگ تشبیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، یا یہ لوگ اہل بدعت کے ظہور کے وقت بالکل خاموش رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے۔

۱ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (البقرۃ:۴۲)

ترجمہ اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو، اور نہ حق بات کو چھپاؤ جب کہ (اصل حقیقت) تم اچھی طرح جانتے ہو۔

۲ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ. فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَناً قَلِيلاً فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ. (آل عمران:۱۸۷)

ترجمہ اور (ان لوگوں کو وہ وقت نہ بھولنا چاہیے) جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ: "تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کرو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں"۔ پھر انہوں نے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ اس طرح کتنی بری ہے وہ چیز جو یہ مول لے رہے ہیں!

۳ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ. (النحل:۴۴)

ترجمہ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کردو جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہیں، اور تا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

1.1.2:۔ فتنوں کی سرکوبی کے لیے صحابہ کرامؓ کا اہتمام

7 صحابہ کرامؓ تو ان چیزوں میں ہرگز غور و خوض نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ ایسی بات کو بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت کو مجتمع رکھنا تمام امور سے زیادہ ضروری ہے،

لیکن اس کے باوجود ان کے دلائل قاطعہ کی تلواریں تیز تر اور ان کے نیزوں کی دھاریں بڑی تیز تھیں۔

8 اسی لیے جب دورِ صحابہ کرام ﷺ میں خوارج کا ظہور ہوا تو ان سے مناظرہ کے لیے حبر الامہ اور اُمت کے سب سے بڑے عالم، رسول اکرم ﷺ کے دو چچا زاد بھائی امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب ﷺ اور حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ گئے۔ جب ان کے ساتھ مناظرہ ہوا تو بہت سے لوگ راہِ راست پر آ گئے، لیکن کچھ لوگ عناد اور دشمنی کے طور پر اپنے غلط عقیدہ پر ہی اڑے رہ گئے، تو ان پر تلوار کو مسلط کیا گیا۔

وَلكِن حكم السَّيف فِيكُم مسلطا   فرضى إذا مَا أصبح السَّيف رَاضِيا

ترجمہ اور لیکن تلوار کا حکم تم پر مسلط کیا گیا ہے، تو ہم بھی راضی ہیں جب تلوار تم سے راضی ہو گئی۔

9 اسی طرح جب تقدیر کے انکار کا فتنہ ظاہر ہوا اور اس فتنے کو لے کر معبد جُہنی نمودار ہوا تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اُمت کے زاہد اور فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن خطاب ﷺ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کو منتخب کیا، جنہوں نے اس فتنہ کی سرکوبی کی۔

مسلم شریف کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَهْمَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ــ وَهٰذَا حَدِيثُهُ ــ حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ ـ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ ــ فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ، فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ، وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَبَا

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ، وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ، وَأَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ، قَالَ: فَإِذَا لَقِيتَ أُولٰئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ. ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ. قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. (مسلم کتاب الایمان رقم ۸)

ترجمہ حضرت یحییٰ بن یعمرؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بصرہ میں معبد جہنی نے انکارِ تقدیر کا قول کیا۔ حضرت یحییٰ بن یعمرؒ فرماتے ہیں کہ اتفاقاً میں اور حضرت حمید بن عبد

الرحمٰن حِــمْيَــرِی، ساتھ ساتھ، حج یا عمرہ کرنے گئے۔ اور ہم نے آپس میں کہہ لیا تھا کہ اگر کسی صحابی ﷺ سے ملاقات ہوئی تو اُن سے تقدیر الٰہی کا انکار کرنے والوں کے قول کے متعلق دریافت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہورہے تھے۔ ہم دونوں نے دائیں بائیں سے گھیر لیا۔ چونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی سلسلۂ کلام میرے ہی سپرد کرے گا اس لیے میں نے کہنا شروع کیا: ''اے ابو عبد الرحمٰن! ہمارے ہاں کچھ آدمی ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں (اور راوی نے تعریف کی) مگر ان کا خیال ہے کہ تقدیر الٰہی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر بات بغیر تقدیر کے ہوتی ہے اور سارے کام ناگہاں ہوتے ہیں''۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہاری ان لوگوں سے ملاقات ہوجائے تو کہہ دینا کہ نہ میرا اُن سے کوئی تعلق ہے، اور نہ اُن کا مجھ سے''۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا: ''اگر ان میں سے کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کردے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی خیرات قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے''۔ مجھ سے میرے باپ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے ایک حدیث بیان کی تھی، وہ فرماتے تھے: ایک روز ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے، بہت سیاہ بال، سفر کا کوئی اثر (گرد و غبار وغیرہ) اس پر نمایاں نہ تھا۔ اور ہم میں سے کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ بالآخر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیئے اور عرض کیا: ''یا محمد (ﷺ)! اسلام کی کیفیت بتایئے''؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تم کلمۂ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز پابندی سے بہ تعدیل ارکان ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت زادِ راہ ہو تو حج بھی کرو''۔ آنے والے نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ ہم کو تعجب بھی ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور

خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بعد اُس شخص نے عرض کیا: ''ایمان کی حالت بتائیے؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو۔ تقدیرِ الٰہی کو یعنی ہر خیر وشر کے مقدم ہونے کو سچا جانو''۔ آنے والے نے عرض کیا: ''آپ ﷺ نے سچ فرمایا''۔ پھر اس نو وارد نے کہا: ''احسان کی حقیقت بتائیے؟''۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے''۔ اس نو وارد نے عرض کیا: ''قیامت کے بارے میں بتلائیے؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بات سے واقف نہیں ہے''۔ اس نے عرض کیا: ''اچھا! قیامت کی علامات بتلائیے؟''۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تُو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، تنگ دست چرواہے، بڑی بڑی عمارتوں پر اِترائیں گے''۔ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کچھ دیر ٹھہرا رہا''۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟''۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے''۔

10 اگر یہ دونوں بدعتیں ظاہر نہ ہوتیں تو حضرات صحابہ کرام ہرگز ان کا رد نہ کرتے اور نہ ان کو باطل قرار دیتے۔ ان کا طریقہ تو صرف تقویٰ، جہاد اور اعمال خیر کی ترغیب دینا ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور نہ ہی کسی اور صحابیؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو کسی مجمع عام میں جمع کیا ہو، پھر لوگوں کو اس کا حکم کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا اور ایسا عقیدہ رکھو۔

11 شاید بہت سے دوسرے احکام میں ایسا ہوا ہے۔ ہاں آپ ﷺ نے ایسے احکام کو بیان کیا ہے جس کو خاص لوگ سمجھ جاتے تھے اور عام لوگ اس کا انکار نہ کرتے

تھے۔اللہ کی قسم! ایسا ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں مرتبہ ہوا ہے۔ہاں سید الرسل ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ کہا: اے لوگو! یہ اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جہت علو میں ہیں اور نہ ایسا خلفائے راشدین ؓ اور نہ صحابہ کرام ؓ میں سے کسی نے ایسا فرمایا ہے۔

12 بلکہ لوگوں کو اسی حال میں رہنے دیا اور ان کو عبادات اور احکام ہی کا حکم و تلقین کرتے رہے۔لیکن جب بدعتیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں تو سلف صالحینؒ نے ان کا قلع قمع کرنا شروع کر دیا۔رہی عقائد کی تحریک، اس کا اظہار و ترغیب اور اس سے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانا، ایسا تو کسی نے بھی نہیں کیا بلکہ بدعتوں کے ظہور کے وقت ان کا قلع قمع خوب کیا ہے۔

13 پھر حشویہ مذہب والے جب بھی کسی مخالف سے اصول دین کے بارے میں بات کرتے ہیں تو عقلیات سے بات کرتے ہیں اور منقولات میں تصرف وتبدل کرتے ہیں۔پھر جب کبھی ان کے عقیدۂ حشویہ کی طرف بات جاتی ہے، تو کند ذہن ہو جاتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔تو اس وقت تو ان کو دیکھنے لگتا ہے کہ وہ نہ تو عربی زبان کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی عجمی زبان کو۔خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔خدا کی قسم! اگر یہ بات کو سمجھتے ہوتے تو دین سے محبت کرتے۔لیکن خواہشات کا سمندر ان کے سامنے حائل ہو گیا، پھر وہ مشقت میں پڑ گئے اور اسی میں تیرتے رہے۔اور انہوں نے ہر کم عقل اور کند ذہن کو اپنی باتیں سنانی شروع کر دیں۔ان لوگوں نے عوام الناس کو ان مسائل میں پڑ جانے سے روکنے میں سلف صالحینؒ کی مخالفت بھی کی ہے۔

1.1.3:۔علم توحید کے بارے میں سلف صالحینؒ کا طریق

14 حضرت حسن بصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) جب علم توحید کے متعلق کلام کرتے تو نا اہل لوگوں کو وہاں سے نکال دیتے۔

15 حضرات سلف صالحینؒ علم توحید کی بات صرف اہل السنّت والجماعت سے ہی کرتے تھے۔کیونکہ یہی اہل علم و تحقیق کا قاعدہ ہے۔وہ کم سن لوگوں سے اس بارے میں بات کرنے سے بخل کرتے تھے۔

16 سلف صالحینؒ کہتے تھے:
''کم سن وہ لوگ ہیں جو نئے نئے کاموں سے واقف ہوئے ہیں۔ جو اس راستے میں مبتدی ہیں، ان کو معاملات کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ وہ راسخ القدم نہیں ہیں، اگر چہ وہ ستر (۷۰) سال کے بھی ہو جائیں''۔

17 حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ (المتوفی ۲۸۳ھ) فرماتے ہیں:
''کم سن لوگوں کو اسرار و رموز کی باتوں پر مطلع نہ کرو، اس اعتقاد کے مضبوط ہونے سے پہلے کہ معبود ایک ہی ہے۔ اور یہ کہ احد اور یکتا ہے، بے نیاز ہے، وہ کیفیت اور ''أین'' (کہاں) سے منزہ ہے۔ فکر و شعور اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ عقل اس کی کیفیت نہیں بتلا سکتی''۔

1.1.4:۔ ایمانِ مطلوب

18 یہ فریق (ابن تیمیہؒ وغیرہ) لوگوں کے ایمان کو کافی نہیں سمجھتا جب تک جہت کا اعتقاد نہ ہو۔ گویا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی یہ صحیح حدیث نہیں سنی: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: ''لا إلهَ إلَّا اللّٰهُ'' کہنے لگیں''۔

تخریج ''حَدَّثَنا أَبُو اليَمَانِ الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ العَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ''۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۳۹۹)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: جب جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر ؓ خلیفہ بنے۔ عرب کے بہت سے لوگ کافر ہو گئے (ان

سے لڑائی کا مرحلہ پیش آیا۔ مانعین زکوٰۃ سے لڑائی کی نوبت آئی)، تو حضرت عمرؓ کہنے لگے: آپ ان لوگوں سے قتال کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: ’’لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ ‘‘ کہنے لگیں۔ پھر جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے‘‘۔

19 کیا اس شخص (حافظ ابن تیمیہؒ) نے اس پر اکتفاء نہ کیا جس پر نبی اکرم ﷺ نے اکتفا کیا ہے؟ یہاں تک کہ اس (ابن تیمیہؒ) نے ایک لنجے اور معذور شخص کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اس سمندر میں کود جائے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے۔ اس نے ان چیزوں کی تفتیش و جستجو کا بھی ان لوگوں کو حکم دے دیا جن کا جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی حکم نہ دیا تھا اور نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی حکم دیا ہے۔ اس شخص نے اس پر اکتفا نہ کیا جو حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے۔

1.1.5:۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب

حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں کی جا سکتی مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہو، یا اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمایا ہو۔ ہم قرآن و حدیث سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف بیان کیے ہیں وہ حق اور سچ ہیں، اس میں کسی بھی قسم کا کوئی معمہ اور پہیلی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وہی معنیٰ ہے جو متکلم کے کلام سے مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی ذات اس آیت کی مصداق ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:11)

ترجمہ: کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ اپنے اسماء و صفات اور افعال کے ساتھ کسی کے بھی مثل نہیں

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی ہے، اس کے افعال بھی حقیقی ہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی حقیقی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" کا مصداق ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کا باعث ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اس کمال کی مستحق ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔ فنا و حدوث اللہ تعالیٰ کی ذات سے ممتنع ہے کیونکہ عدم اس پر ممنوع ہے۔ حدوث کو لازم قرار دینا، عدم قرار دینا ہی ہے اور ایک مُحدَث کا دوسرے مُحدِث کا محتاج ہونا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بنفسِ نفیس موجود ہے۔ وہ ذات تو واجب الوجود ہے"۔

☆ یہ اس شخص (ابن تیمیہؒ) کے امام یعنی حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نص ہے۔ تو اس (ابن تیمیہؒ) نے اپنے امام کے قول پر اکتفا کیوں نہیں کیا ہے؟!!

☆ اس شخص (ابن تیمیہؒ) کے امام نے یہاں جوامع الکلم سے کلام فرمایا ہے۔ اور متکلمین کے دلائل کا بھی بہت ہی احسن رد اور واضح معانی سے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جس چیز کا یہ فریق (ابن تیمیہؒ وغیرہ) حکم دیتا ہے، اس کا حضرت امامؒ نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

1.1.6:۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مذہب

1 حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت امام مالکؒ سے توحید کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: "یہ محال ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ آپ ﷺ نے اُمت کو استنجاء کی تو تعلیم دی ہو اور آپ ﷺ نے ان کو توحید [illegible] ہو حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَا عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ"۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۳۹۹)

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی ہے، اس کے افعال بھی حقیقی ہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی حقیقی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَىْءٌ" کا مصداق ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کا باعث ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اس کمال کی مستحق ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔ فنا و حدوث اللہ تعالیٰ کی ذات سے ممتنع ہے کیونکہ عدم اس پر ممنوع ہے۔ حدوث کو لازم قرار دینا، عدم قرار دینا ہی ہے اور ایک مُحدَث کا دوسرے مُحدَث کا محتاج ہونا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بنفسِ نفیس موجود ہے۔ وہ ذات تو واجب الوجود ہے"۔

☆ یہ اس شخص (ابن تیمیہؒ) کے امام یعنی حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نص ہے۔ تو اس (ابن تیمیہؒ) نے اپنے امام کے قول پر اکتفا کیوں نہیں کیا ہے؟!!

☆ اس شخص (ابن تیمیہؒ) کے امام نے یہاں جوامع الکلم سے کلام فرمایا ہے۔ اور متکلمین کے دلائل کا بھی بہت ہی احسن رد اور واضح معانی سے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جس چیز کا یہ فریق (ابن تیمیہؒ وغیرہ) حکم دیتا ہے، اس کا حضرت امامؒ نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

1.1.6:۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مذہب

1 حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت امام مالکؒ سے توحید کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: "یہ محال ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ آپ ﷺ نے اُمت کو استنجاء کی تو تعلیم دی ہو اور آپ ﷺ نے ان کو توحید [illegible] ہو، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّى مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ"۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۳۹۹)

ترجمہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: "لا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہنے لگیں۔ پھر جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔

حضرت امام مالکؒ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں سے صرف وہی توحید مطلوب ہے، جو اس حدیث میں موجود ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: توحید تو یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں۔

2 حضرت امام شافعیؒ سے صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپؒ نے فرمایا:

"عقلوں پر یہ حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمثیل اور تشبیہ بیان کریں، فکر و وہم پر حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے حدود بیان کریں، ظن و گمان کرنے والوں پر حرام ہے کہ وہ کوئی قطعی بات کریں۔ انسانی نفوس پر حرام ہے کہ ذاتِ باری میں تفکر کریں، دلوں پر حرام ہے کہ وہ تعمق یعنی گہرائی تک پہنچیں، قلوب پر حرام ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا احاطہ کریں، ہاں مگر وہ جو صفات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے فرمایا ہو"۔

1.1.7:۔سلفِ صالحینؒ کا طریقہ

جس شخص نے بھی اسلامی علوم میں تفتیش و تحقیق اور بحث و تمحیص کو اپنا شعار بنایا ہے تو وہ اس بات کو معلوم کر لے گا کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور صدرِ اول کے سلفِ صالحینؒ کا معمول ان اُمور کے بارے میں غور و خوض کرنے کا نہ تھا۔ وہ لوگوں کے اجتماعات میں ان صفاتِ متشابہات کو بیان نہ کرتے تھے۔ وہ عوام الناس کو ان مسائل میں پھنساتے نہ تھے۔ وہ ان مسائل کو منبروں پر بھی بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے اور اندیشے پیدا نہیں کرتے تھے۔ یہ سلفِ صالحینؒ کی عادات اور ان کی سیرتوں سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ہم نے بھی اپنے عقیدہ کی بنیاد اسی پر استوار کی ہے۔ اسی پر ہم نے اپنے مذہب کو قائم کیا ہے۔ ان شاء اللہ

تعالیٰ عنقریب تو سلف صالحینؒ کے ساتھ ہماری موافقت کو معلوم کر لے گا۔ اور مخالفین کے مذہب کو سلف صالحینؒ کے خلاف ہی پائے گا، اگر چہ یہ لوگ ان کی اتباع کا دعویٰ کرتے نہ تھکیں۔ یہ لوگ تو بدعت کے راستے پر چلنے والے ہیں۔

1.1.8:۔ مدعی کا دعویٰ اور اس کا رد

1 اس مدعی کا یہ قول کہ انہوں نے اس (صفات متشابہات) کو ظاہر کیا اور پھیلایا ہے۔ اس مدعی کا یہ کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر چیز کو سکھلایا یہاں تک کہ بیت الخلاء کے آداب بھی سکھلائے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے کیسے اس کی تعلیم نہ دی ہوگی؟! ان کا یہ قول باطل ہے۔ محقق اور حق و باطل کی تمیز کرنے والا کبھی اس کو اختیار نہیں کرے گا۔ کیا یہ مدعی اس بات کو نہیں جانتا کہ بیت الخلاء کی حاجت اور ضرورت تو ہر انسان کو ہر روز ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات یہ حاجت اور ضرورت دن میں کئی بار بھی پیش آتی ہے۔ اور عوام الناس کے ساتھ ان صفات متشابہات میں غور و خوض کرنے کی کون سی ضرورت وابستہ ہے؟! ہاں وہ تو اس توحید باری کے محتاج ہیں جس کو اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

(بخاری کتاب الایمان رقم ۲۵)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ لوگ کلمہ طیبہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ" کی گواہی دینے والے، نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے

والے نہ بن جائیں۔ جب وہ ایسا کر لیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ بنالیا مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔

2 یہی کلام مُدعی کے مذہب کی بنیاد کو منہدم اور اس کے ستونوں کو گرا دیتا ہے۔ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب کو تو صراحت سے بتلا دیا ہے اور لوگوں کو یہ بات ہرگز نہیں بتلائی کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں۔

3 عرش، آسمان اور استواء کے متعلق جو کچھ نصوص میں وارد ہوا ہے، جس پر اس مُدعی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے اور اس کی سب سے مضبوط دلیل ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں اور وہ جہتِ علو ہے۔ جس چیز کا مُدعی دعویٰ کرتا ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے تو اُمت کو ہرگز اس کی تعلیم نہیں دی ہے، حالانکہ اُمت کو آپ ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب بھی سکھلائے ہیں۔

4 پس مُدعی کے نزدیک حدیثِ جہت کی تعلیم دینا لازمی اور ضروری تھا جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم ہرگز نہیں دی ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بیت الخلاء کے آداب تو سکھا دیے ہیں، تو اس مدعی (ابن تیمیہؒ) کے قول کے مطابق لوگوں کو حدیثِ جہت کی تعلیم دینا لازمی امر تھا؟!!

1.1.9:۔ طریقِ سکوت ہی سلامتی والا طریقہ ہے

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ان جیسے امور میں غور و خوض نہیں کرنا چاہیے!!۔ ان امور کے بارے میں سکوت کرنا ہی بہتر ہے جہاں جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے سکوت کیا ہے۔ اس کی ہمیں بھی وسعت ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے وسعت دی ہے۔ اس لیے ہم یہ بات نہیں پاتے کہ کسی نے بھی عوام الناس کو یہ حکم دیا ہو کہ وہ ان صفات کے بارے میں غور و خوض کریں۔ اس قوم (ابن تیمیہؒ) نے یہ انوکھا راستہ اپنایا ہے کہ وہ خود بھی اس وادی میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم کرتے ہیں۔ کاش کوئی مجھے یہ بتائے کہ کون سلف صالحینؒ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے؟!!

باب 2

مذہبِ اہل السنّت والجماعت

ہم اہل السنّت والجماعت اس بارے میں یہی کہتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقت اور زمانہ کا گزر ہوسکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کہاں اور کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر وہ سامنے سے اور بالمقابل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وقت بھی تھی جب مکان وزمان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مکان اور زمان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا''۔

تشریح کسی چیز کو دیکھنے کے لیے یہ شرطیں ہیں۔ وہ چیز دیکھنے والے کی جہت میں ہو اور اس کے مقابل اور محاذی ہو۔ دونوں کے درمیان مسافت مقررہ ہو، نہ نہایت قریب، نہ نہایت بعید۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز دیدارِ الٰہی میں مقابلہ ومواجہہ اور قرب وبعد نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت ومقابلہ ومسافت سے منزہ ہے۔ غرض! اہل ایمان آج خدا تعالیٰ کو بے کیف وبے چگون مانتے ہیں۔ کل قیامت کو اسے بے کیف دیکھیں گے۔

یہ ہے اہل السنّت والجماعت کا مذہب اور مشائخِ طریقت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

2.1:۔مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

1 حضرت جنیدؒ بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: ''خالق کائنات جس کی نہ کوئی شبیہ اور نظیر ہے۔اس سے مخلوق کیسے اتصال رکھ سکتی ہے جس کی مشابہت اور نظیر موجود ہے''؟۔

2 حضرت یحیٰی بن معاذ رازیؒ (المتوفی ۲۵۸ھ) سے کہا گیا: ''آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتلایئے؟

فرمایا: وہ ایک ہی معبود ہے۔

پھر ان سے کہا گیا: وہ کیسا ہے؟

فرمایا: وہ ہر چیز کا مالک اور قدرت رکھنے والا ہے۔

پھر ان سے پوچھا گیا: وہ کہاں ہے؟

فرمایا: وہ سب کو نظر میں رکھے ہوئے ہے۔

سوال کرنے والا کہنے لگا: میں آپ سے اس بارے میں سوال نہیں کر رہا ہوں!

فرمایا: اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تو مخلوق کی صفت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس کی خبر تو میں نے دے دی ہے۔

3 حضرت ابن شاہینؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ (المتوفی ۲۹۷ھ) سے ''مع'' کے معنی کے بارے میں سوال کیا؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا: ''مع'' کے دو معنی ہیں:

۱ انبیاءؑ کے ساتھ ''مع'' کا معنی نصرت اور حفاظت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالَ لَا تَخَافَآ إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طٰہٰ:۴۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں، اور دیکھ بھی رہا ہوں''۔

۲ مخلوق کے ساتھ ''مع'' کا معنی علم اور احاطہ کرنا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۔ (المجادلہ:۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابن شاہینؒ فرماتے ہیں: امت کے لیے یہی معنی مناسب اور زیادہ واضح ہیں۔

4 حضرت ذوالنون مصریؒ (التوفی ۲۴۵ھ) سے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات ہے اور مکان کی نفی ہے۔ لہٰذا اس کی ذات موجود ہے اور چیزیں اس کی حکمت اور رضا سے موجود ہیں''۔

5 حضرت شبلی بغدادیؒ (التوفی ۳۳۴ھ) سے اسی کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے، وہ تو ازل سے موجود ہے۔ عرش تو مُحدَث (مخلوق) ہے۔ عرش تو اللہ تعالیٰ، جو رحمٰن ہے، کی بدولت قائم ہے''۔

6 حضرت جعفر بن نصیر بغدادیؒ (التوفی ۳۴۸ھ) سے بھی اس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے زیادہ قریب نہیں ہے''۔

7 حضرت امام جعفر صادقؒ (التوفی ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''جس شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہیں یا وہ کسی چیز پر ہیں تو اس نے شرک کیا۔ اس لیے کہ جب وہ کسی چیز میں ہوں گے تو وہ محصور ہوں گے۔ اور اگر وہ کسی چیز پر ہوں گے تو وہ محمول (اُٹھائے ہوئے) ہوں گے۔ اگر وہ کسی چیز میں سے ہوں گے تو مُحدَث (مخلوق) ہوں گے''۔

8 حضرت ابوعثمان المغربیؒ (المتوفی ۳۷۳ھ) کے خادمِ خاص حضرت محمد بن محبوبؒ فرماتے ہیں: مجھے ایک دن حضرت ابوعثمان المغربیؒ فرمانے لگے: ''اے محمد! اگر کوئی کہنے والا تجھے کہے: تیرا معبود کہاں ہے؟ تو تو کیا کہے گا؟''۔ میں نے کہا: ''وہ وہیں ہے جہاں ہمیشہ سے ہے''۔ پھر حضرت ابوعثمان المغربیؒ نے فرمایا: ''پھر اگر وہ تجھ سے یہ کہے: ازل سے اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو تو کیا کہے گا؟''۔ میں نے کہا: ''وہ آج بھی وہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا جب کوئی مکان نہیں تھا۔ پس وہ آج بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا''۔ حضرت محمد بن محبوبؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوعثمان المغربیؒ میری اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اپنی قمیص اُتاری اور مجھے عنایت فرمائی''۔

9 حضرت ابوعثمان المغربیؒ فرماتے ہیں: ''میں حدیثِ جہت کے بارے میں ایک عقیدہ رکھتا تھا۔ پھر جب میں بغداد آیا تو میرے دل سے وہ غلط عقیدہ زائل ہوگیا۔ تو میں نے مکہ میں اپنے ساتھیوں کی طرف خط لکھا کہ میں توبہ کر کے ابھی ابھی مسلمان ہوا ہوں''۔ تو حضرت ابوعثمان المغربیؒ فرماتے ہیں: ''تو وہ تمام لوگ بھی جو اس عقیدہ کو اپنائے ہوئے تھے، وہ سب کے سب اس عقیدہ سے رجوع کرنے والے بن گئے''۔

یہ اہلِ توحید یعنی مسلمانوں کے چوٹی کے علماء اور جمہور اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے، سوائے اس قلیل جماعت کے جو راہِ راست سے ہٹی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کا رد بے شمار علماء نے کیا ہے۔ ہماری غرض یہاں اہل السنّت والجماعت کے مذہب کو بیان کرنا ہے۔

2.2:۔ آیاتِ صفات کے متعلق اہل السنّت والجماعت کا موقف

ہم کہتے ہیں:

''آیاتِ صفات اور احادیثِ صفات کو جو شخص بھی سنے، اس کا فریضہ: (۱) تقدیس و تنزیہ باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا، (۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے دین کو ماننا، (۳) اس معنی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد ہے، تصدیق کرنا، (۴) اپنی عاجزی کا اعتراف کرنا، (۵) سکوت کرنا، (۶) قرآن و حدیث کے الفاظ و معانی میں تصرف کرنے سے احتراز کرنا، (۷) صفات باری تعالیٰ کے بارے میں تفکر سے اپنے آپ کو بچانا، اور (۸) یہ اعتقاد رکھنا کہ جو اس پر مخفی ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مخفی نہیں ہے''۔

2.3: سلفِ صالحینؒ کا مخالف کون؟

کاش کوئی مجھے بتائے:

1 ہم سلف صالحینؒ سے کس بات کے مخالف ہیں؟

2 کیا وہ ہمارے اس قول: ''اللہ تعالیٰ تھے، جب کہ مکان بھی نہ تھا'' کے مخالف ہیں؟

3 کیا وہ ہمارے اس قول: ''اللہ تعالیٰ نے ہی مکان کو بنایا'' کے مخالف ہیں؟

4 کیا وہ ہمارے اس قول: ''اللہ تعالیٰ آج بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا'' کے مخالف ہیں؟

5 کیا وہ ہمارے اس قول: ''اللہ تعالیٰ جسمیت اور اس کی مشابہت سے پاک ہے'' کے مخالف ہیں؟

6 کیا وہ ہمارے اس قول: ''جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، اس کی اس معنی کے ساتھ تصدیق کرنا جو ان کی مراد ہے'' کے مخالف ہیں؟

7 کیا وہ ہمارے اس قول: ''اعتراف عجز کے واجب ہونے'' کے مخالف ہیں؟

8 کیا وہ ہمارے اس قول: ''جس کی ہمیں طاقت نہ ہو، اس کے سوال اور اس میں غور و خوض سے سکوت'' کے مخالف ہیں؟

9 کیا وہ ہمارے اس قول: ''ظواہر میں زیادتی یا نقصان کے ساتھ تغیر کرنے سے زبان کو روکنا'' کے مخالف ہیں؟

کاش کوئی مجھے بتائے:

1 یہ لوگ کن چیزوں میں سلف سے موافقت رکھتے ہیں؟

2 کیا ان لوگوں کا ان میں غور وخوض کرنا؟ ان لوگوں کا بحث ومباحثہ پر لوگوں کو اُکسانا، نئی نئی بدعتیں پیدا کرنا، عوام کو ان مسائل میں الجھا دینا جو غسل وطہارت اور نماز کے مسائل سے بھی ناواقف ہیں؟

3 کیا یہ سلفِ صالحینؒ کے ساتھ تنزیہ باری تعالیٰ اور جہت کے مسئلہ میں موافقت کرتے ہیں؟

4 کیا ان لوگوں نے کتاب اللہ یا سلفِ صالحینؒ کے علم میں سے کوئی دلیل سن لی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو جہتِ علو سے متصف کر دیا ہے؟ وہ گمراہ ہیں اور دوسروں کو کرنے والے ہیں۔

5 وہ گمراہ ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کو اس سے متصف نہیں جانتا ہے جو انہوں نے فلسفیوں کے علوم اور ہندی ویونانی فلسفہ سے اخذ کیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

أُنظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الكَذِبَ. وَكَفٰى بِهِ إِثْماً مُّبِيْناً (النسآء: ٥٠)۔

ترجمہ دیکھو! یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کیسے کیسے جھوٹے بہتان باندھتے ہیں؟!! اور کھلا گناہ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے۔

باب 3

حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے بارے میں مناقشہ

اب ہم اس فسادِ عقیدہ کو بیان کرنا شروع کرتے ہیں جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے بیان کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ہم جہت اور تشبیہ کی نفی کے اوپر دلائل قائم کریں گے، اور ان تمام دعووں کا بھی رد کریں گے جو اس نے کیے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

3.1:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے باطل ہونے کا بیان

3.1.1:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے دلائل اور ان پر مناقشہ

1 حافظ ابن تیمیہؒ نے دعوی کیا ہے کہ وہ وہی بات کہیں گے جس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں نے کہی ہے، اس کے علاوہ وہ کچھ نہ کہیں گے۔

2 حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ مذہب تو قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے، اس کا بیان تو ہم عنقریب کریں گے۔

3 رہی بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کی، تو یہ بات ابن تیمیہؒ نے استعارہ کے رنگ میں صرف مرعوب کرنے کے لیے کہی ہے، جب کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کا بھی قول، نہ نفی میں، نہ اثبات میں، ذکر کیا ہے۔ جب اس کا کلام اس سے روگردانی کر رہا ہے،

جس کو تو نے جان لیا ہے۔ ہاں اس کی ایک ہی توجیہ ممکن ہو سکتی ہے کہ اس کی مراد مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اس کے مشائخ عقیدہ ہوں نہ کہ صحابہ کرام ﷺ۔

4 اس دعوے کے بعد اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدح وثنا شروع کر دی ہے، پھر دین اسلام کی مدح، پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کی مدح۔ پھر یہ بات کہ یہی صحابہ کرام ﷺ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

5 جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ﷺ کی مدح وثناء تو کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ مدح وثنا کرنے والے کیسے ان کی مدح وثنا کا حق ادا کر سکتے ہیں؟!!۔ لیکن حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ کلام ویسا ہی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدُ بِهَا بَاطِلٌ ''۔ کلمہ تو حق ہے مگر اس سے مراد ان کی باطل ہے۔

6 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے ائمہ دین اور اُمت کے جلیل القدر علماء کی مذمت بیان کرنی شروع کر دی ہے، حالانکہ اس نے خود بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے عاجز ہے۔ جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اس کا اقرار کیا ہے: ''میں تیری ویسی تعریف کر ہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کر دی ہے''۔

تخریج حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ''أَللّٰهُمَّ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَآ أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ''.

(مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب مایقال فی الرکوع والسجود، رقم ۲۲۲: ۴۸۶، ترقیم فؤاد عبد الباقی)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگی۔ تو میرے ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں کے تلووں پر لگے۔ آپ ﷺ کے پاؤں سجدے کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، اور تیرے غصہ سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ میں تیری ویسی تعریف کر ہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کردی ہے"۔

7 حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں: "اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْإِدْرَاکِ إِدْرَاکٌ"۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک کرنے سے عاجز سمجھنا ہی صحیح معنی میں ادراک ہے۔

8 اس مدعی معرفت باری تعالیٰ کے دعویٰ کرنے کی جسارت ملاحظہ فرمائیں؟!!۔ ضعیف وذلیل انسان کا یہ دعویٰ کہ اس نے اس ذات قدیم کو پہچان لیا ہے!! یہ دعویٰ کرنے والا کیسا دعویٰ کر رہا ہے؟!! اس سے بڑا دھوکہ اور جہالت کون سی ہو سکتی ہے؟!! ہم اس رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں!

9 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے جمہور اُمت محمدیہ کے مذہب کی نسبت فلسفیوں کی اولاد، یونانیوں اور یہود کے پیروکاروں کی طرف کی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ (الزخرف:۱۹)

ترجمہ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا، اور ان سے باز پُرس ہوگی۔

10 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: کتاب اللہ اول سے لے کر آخر تک، سنت رسول اللہ ﷺ اول سے لے کر آخر تک، پھر عام صحابہ کرام ؓ اور تابعینؒ، پھر سارے ائمہ کا کلام اس سے بھرا ہوا ہے: چاہے نص کے طور پر ہو یا ظاہر کے طور پر ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند ہے، وہ ہر چیز سے بلند ہے، وہ عالی ہے، وہ ہر چیز کے اوپر ہے، وہ عرش کے اوپر ہے، وہ آسمانوں کے اوپر ہے"۔

11 پھر کلام کے دوران اور بھی باتیں کی ہیں۔ آخر میں اس نے یہ اپنے گمان سے ہی کہا:

"وہ عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہے"۔ ایک اور موقع پر یہ بات سلفؒ سے بھی کہی ہے۔

12 کاش کوئی مجھے بتائے! اس صورت میں یہ بات کتاب اللہ میں کہاں ہے، جس کو حافظ ابن تیمیہؒ کتاب اللہ اور سنت نبوی سے نقل کرتے ہیں؟!!

13 کیا کتاب اللہ میں کوئی ایسا کلمہ موجود ہے جس کے بارے میں اس نے ایسی بات کہی ہے؟ بلکہ یہاں تک کہہ دیا ہے: اس بارے میں نص موجود ہے؟! نص وہ ہوتی ہے جس میں کسی بھی قسم کی تاویل نہ ہوسکتی ہو۔ کیا اس کی یہی مراد ہے؟ کیونکہ اس نے اس کو "ظاہر" کے خلاف قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا اس پر عطف کیا ہے۔ کتاب اللہ میں کون سی آیت اس اعتبار سے نص ہے؟

3.3.2:۔ قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

3.3.2.1:۔ "صعود"، "رفع" کے الفاظ سے استدلال اور اس کا جواب

1 اس مدعی نے اپنے استدلال کے لیے اس آیت سے تاویل لی ہے:

"إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ" (فاطر:١٠)

ترجمہ پاکیزہ کلمہ اُسی کی طرف چڑھتا ہے، اور نیک عمل اُس کو اُوپر اٹھاتا ہے۔

کاش کوئی مجھے بتائے کہ قرآن مجید کی کس آیت کی نص یا اس کا ظاہر اس بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں یا عرش پر ہے؟!

اس کی آخری دلیل جس سے اس نے "علو" کی دلیل پکڑی ہے کہ لفظ "صعود" کے مفہوم میں یہ بات ہے۔ ہائے افسوس! علم کا گدھا گیلی مٹی میں پھسل گیا ہے۔ کلام میں لفظ: "صعود" حقیقی طور پر کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ حقائق کے مفہوم میں یہ بات بھی ہے کہ صعود تو اجسام کی صفات میں سے ہے۔ اس سے مراد تو صرف قبول ہونا ہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لیے کوئی حد اور مکان بھی نہیں

ہے۔

تشریح تفسیر ماجدی میں ہے: یَرْفَعُهُ میں ضمیر "هٗ" اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ کی جانب ہے۔

هو الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اى: اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ يرفع العمل الصالح (تفسیر کبیر)

(تفسیر ماجدی ص ۸۷۴۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

2 اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ. (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا، اور تمہیں اپنی طرف اُٹھالوں گا۔

میں نہیں جانتا کہ اس آیت سے اس نے کہاں سے یہ مستنبط کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں؟! کیا یہ دلیل مطابقی ہے، یا ضمنی ہے، یا التزامی، یا اس دلیل کو اس نے بطورِ کشف یا قلبی القاء کے طور پر اخذ کیا ہے؟ شاید اس نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ رفع تو صرف علو میں ہو تو وہ جہت میں ہی ہوگا۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے ذہن میں آیا ہے تو پھر یہ بھی ایسی بات ہے جو صرف جسمیت پر ہی صادق آتی ہے۔ اگر اس نے ان دونوں باتوں کو نہیں کہا ہے تو جو اس نے دلیل پکڑی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر اس نے ان باتوں کو کہا ہے تو پھر اس مغالطے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ شاید اس شخص نے یہ نہیں سنا ہے کہ "رفع" تو مرتبے اور درجے میں قریب ہونے سے بھی ہوتا ہے۔ یہ اہل عرب اور عرف میں مستعمل ہے۔ شاید اس نے یہ بھی نہیں سنا ہے: "فلان رفع الله شأنه": فلاں شخص کی اللہ تعالیٰ نے شان بلند کر دی ہے۔

تشریح دلالتِ مطابقی یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرے جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت حیوانِ ناطق پر، جو اس کا موضوع لہ ہے۔ دلالتِ تضمنی یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرے، جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت حیوان، یا ناطق پر۔ دلالتِ التزامی یہ ہے کہ لفظ اس چیز پر دلالت کرے جو اس کے موضوع لہ سے خارج ہو، مگر اس کا لازم ہو جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت کاتب یا ضاحک پر۔

تفسیر ماجدی میں ہے: "اِلَیَّ" یعنی آسمان کی طرف۔ ملأ اعلیٰ کی جانب۔ حضرت امام رازیؒ نے فرمایا ہے: قرآن مجید میں یہ محاورہ عام ہے۔ جہاں تعظیم و تفخیم

مقصود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ مثلاً ہجرت ابراہیمی کی عظمت کا اظہار مقصود تھا تو پیرایۂ بیان یہ رکھا گیا۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ. حالانکہ ظاہر ہے کہ ہجرت ابراہیمی عراق سے شام کی طرف ہوئی تھی۔ ای: اِلٰی سمائی ومقرّ ملائکتی (کشاف)، ای: الٰی محل کرامتی ومقرّ ملائکتی (بیضاوی)، ای: الٰی سمائی ومقرّ ملائکتی (مدارک)۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۲۷ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

3 حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ءَاَمِنتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ (الملک: ۱۶)

ترجمہ کیا تم آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، تو وہ ایک دم تھرتھرانے لگے؟

اس شخص نے ''مَنْ'' سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تخصیص کر کے اپنی دلیل بنایا ہے۔ شاید اس شخص نے اس ''مَنْ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو لینا جائز قرار نہیں دیا ہے۔ شاید اس کا کہنا یہ ہو کہ فرشتے ایسا نہیں کر سکتے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کو سدوم میں غرق نہیں کیا ہے؟ اسی لیے اس نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ شاید اس کی ''نص'' سے مراد یہی ہو جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے؟

تشریح تفسیر ماجدی میں ہے:

''مَنْ فِي السَّمَآءِ'' سے یہ مراد تو ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ آسمان پر کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُمْكِنُ اِجْرَاؤُهَا عَلٰى ظَاهِرِهَا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ. (کبیر)۔ مراد وہ ذات اعظم ہے، جس کا حکم و تصرف آسمان پر چل رہا ہے۔ تَقْدِيْرُ الْاٰيَةِ: مَنْ فِي السَّمَآءِ سُلْطَانُهٗ وَمُلْكُهٗ وَقُدْرَتُهٗ. وَالْغَرَضُ مِنْ ذِكْرِ السَّمَآءِ تَفْخِيْمُ سُلْطَانِ اللّٰهِ وَتَعْظِيْمُ قُدْرَتِهٖ. (کبیر). أی: من ملكوته في السماء لأنها مسكن ملائكته ومنها تنزل قضاياه وكتبه وأوامره ونواهيه (مدارک)۔

بعض نے "مَنْ فِی السَّمَآءِ" سے مراد آسمانی ملائکۂ عذاب سے لی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "السَّمَآء" کا لفظ محض جہت علو اور غایت شرف کے اظہار کے لیے ہے
(تفسیر ماجدی ص ۱۱۲۷۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

☆ جب یہ احتمال ثابت ہوگیا۔ تو مدعی کا اس کے ساتھ اپنے مدعا پر استدلال باطل ہوگیا۔

4 اس آیت کے بعد اس نے اس آیت مبارکہ کو نقل کیا ہے:

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ
(المعارج:۴)

ترجمہ فرشتے اور رُوح القدس اُس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

عروج اور صعود ایک ہی ہیں۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ عروج آسمانوں کی طرف ہے، اور نہ عرش کی طرف۔ اور نہ اس کے دعووں کے لیے کسی قسم کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت جو لغت عرب میں مستعمل ہے وہ اجسام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس لیے کہ اہل عرب اس کے سوا کسی اور معنی سے متعارف ہی نہیں ہیں۔

کاش یہ شخص ان باتوں کو ظاہر ہی نہ کرتا اور اس کے چھپانے میں عافیت سمجھتا!

تشریح اللہ تعالیٰ مکانی نہیں۔ اس لیے اس آیت میں لفظ: "إِلَيْهِ" کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ تفسیر ماجدی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

"إِلَيْهِ" مراد عالمِ بالا کے وہ مقامات ہیں جو فرشتوں اور روحوں کے منتہائے عروج ہیں۔ ای: الٰی عرشه ومهبطه (مدارک)۔ لفظ إلٰی سے حق تعالیٰ کی تجسیم ومکانیت پر استدلال سرتاسر لغو ہے۔ إلٰی کا منسوب الیہ جب کبھی غیر مادی یا غیر مکانی ہوتا ہے، تو إلٰی کے مفہوم میں صرف توجہ والتفات شامل رہتا ہے۔ مثلاً إلٰی الكفر، الی الایمان، الی الخیر وغیرہ۔ اور خود قرآن مجید کی اس قسم کی آیات میں: وَالیه یُرجع الأمر کله، والی الله تُرجع الأمور وغیرہ۔ فلیس المراد منه المکان بل المراد انتهاء الأمر الی مراده. (تفسیر کبیر)

(تفسیر ماجدی ص ۱۱۴۰ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

3.3.2.2:۔ ''فوق'' کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب

5 اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل:۵۰)

ترجمہ: وہ اپنے اُس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے، اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت میں بھی آسمان اور عرش کی کوئی دلالت نہیں ہے، اور نہ کوئی حقیقت کا لفظ ہے۔

پھر فوقیت دو معنوں میں مستعمل ہے:

اول: ایک جسم کی دوسرے جسم کی طرف نسبت، اس لحاظ سے کہ ایک ان میں سے اوپر ہے اور دوسرا نیچے، اس معنی کے لحاظ سے کہ اعلیٰ کا اسفل، اسفل کے سر کی جانب ہوتا ہے۔ ایسا اس کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا جو جسم نہ رکھتا ہو، یعنی یہ اجسام کی خاصیت میں سے ہے۔ اگر اس معنی کو مان لیا جائے کہ یہی معنی مراد ہے، تو اللہ تعالیٰ تو جسم نہیں ہیں۔ تو پھر یہ جائز کیوں نہیں ہے کہ '' مِنْ فَوْقِهِمْ '' ''يَخَافُوْنَ'' کا صلہ ہو، اور تقدیر کلام یوں ہو: ''يَخَافُوْنَ مِنْ فَوْقِهِمْ رَبَّهُمْ ''۔ یہ اوپر کی جانب سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یعنی خوف جہت علو سے ہے۔ اور عذاب اس جانب سے آتا ہے۔

دوم: فوق رتبے کے معنی میں ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''خلیفہ سلطان کے اوپر ہے'' اور ''سلطان امیر کے اوپر ہے''۔ اور جیسے کہا جاتا ہے: فلاں فلاں کے اوپر بیٹھا ہے۔ علم عمل سے اوپر ہے۔ صباغت، دباغت سے اوپر ہے۔ یہی معنی اس آیت میں بھی مراد ہے:

أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّکَ. نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِيّاً. وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (الزخرف:۳۲)

ترجمہ بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ دُنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

اور وہ ایک دوسرے کے کندھوں پر نہیں چڑھ بیٹھتے تھے۔ اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ. (الاعراف:۱۲۷)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔

قبطی بنی اسرائیل کے کندھوں اور پشتوں پر سوار تو نہیں ہوتے تھے۔

تشریح ''مِنْ فَوْقِهِمْ'' میں فوق سے یہاں کھلی ہوئی مراد فوقیتِ معنوی یا غلبہ ہے۔ ورنہ محض سمت یا جہت کے فوق سے تو خوف پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

المراد بالفوقية :الفوقية بالقهر والقدرة لأنها هى الموجبة للخوف. (کبیر) مِّنْ فَوْقِهِمْ: أى: عالياً عليهم بالقهر. (جلالین)۔

امام راغبؒ نے فوق کے استعمال کے چھ مواقع بتائے ہیں: مکان، زمان، جسم، عدد، منزلت، اور انہی میں سے ایک معنی فوقیت باعتبار قہر و غلبہ کے رکھے ہیں۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۱۴۰۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

3.3.2.3:۔ استواء علی العرش سے استدلال اور اس کا جواب

6 پھر اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:
اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

قرآن پاک میں استواء علی العرش کے مضمون والی آیات سات مقامات (الاعراف: ۵۴؛ یونس:۳؛ الرعد:۲؛ طہٰ:۵؛ الفرقان: ۵۹؛ السجدہ:۴؛ الحدید:۴) میں آئی ہیں۔ یہ مشبہہ کے لیے عمدہ اور قوی دلیل ہے، یہاں تک کہ انہوں نے اس کو جامع ہمدان کے دروازے کے اوپر لکھوادیا ہے۔ ہم اس کی کچھ توضیح کرتے ہیں۔

۱ ہم کہتے ہیں: نصوص قرآنی کے الفاظ میں اگر ان لوگوں نے ہر لحاظ سے عقل کو دور کر دیا ہے اور جس کو فہم و ادراک کا نام دیا جاتا ہے اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے، تو ان کے اس فعل کو مرحبا کہا جائے گا اور اس آیت: ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' کے معنی کو سمجھنے کو بھی۔

۲ اگر وہ حدود سے تجاوز کر جائیں اور اس آیت کے معنی کو یوں بیان کریں: أنــه مستوٍ علــی الْعَـرْش کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ تو ان کو مرحبا نہیں کہا جائے گا اور یہ کوئی اعزاز والی بات بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو تو نہیں کہا ہے، حالانکہ علم البیان کے علماء اس پر متفق ہیں کہ اسم فاعل میں ثبوت و استمرار ہے جو فعل سے سمجھا نہیں جا سکتا۔

تشریح اس بات پر دونوں فریق متفق ہیں کہ نص میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جب یہ بات طے ہے تو آیت کے لفظ کے معنی متعین کرنے کے لیے رک جانا چاہیے۔ اس آیت میں لفظ فعل: ''استویٰ'' ہے لہٰذا اس لفظ کو فعل ماضی سے ہٹا کر اسم فاعل بنا دینا جائز نہیں ہے۔ گویا ہم یہ کہہ رہے ہیں: ''أنه مستو علی الْعَرْش''۔ وہ عرش پر مستوی

ہے، کیونکہ معنی یہاں بدل گیا ہے۔ پس فعل کا صیغہ ''استویٰ'' ہے تو اس سے زمانے کے حدوث کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اسم مشتق یعنی اسم فاعل 'مستوٍ' بنالینا ہے، تو یہ صفت کے استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان کے علماء جو علم معانی وبیان کے ماہر ہیں، وہ تقریباً اس پر متفق ہیں کہ اسم فاعل میں ایسا وصف پایا جاتا ہے، جو استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسم فاعل کا صیغہ تو استعمال نہیں کیا ہے بلکہ فعل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ''استویٰ'' کے صیغے کو استعمال کرتے ہوئے رک جائیں، تو مرحبا ہے اور اگر اس لفظ کو تبدیل کر کے ''مستوٍ'' کہیں تو اس تغیر کرنے والے کو ہم مرحبا نہیں کہیں گے، کیونکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم نص میں عقل کے تصرف کو قبول نہیں کریں گے۔

اگر وہ کہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کے اوپر ہیں۔ تو ان لوگوں نے اس بات کو چھوڑ دیا ہے جس کا انہوں نے التزام کیا تھا۔ ان لوگوں نے تناقض، خواہش اور جراٴت میں بہت زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں الفاظ ہیں: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ یہاں صیغہ فعل ہے، جس کے ساتھ ''ثُمَّ'' حرف تراخی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استواء اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو زمانہ وتراخی کے ساتھ مقید ہے جیسا کہ افعال ہوتے ہیں۔ اس کو صفت کہنا خلاف ظاہر کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں مستوی نہ کتاب اللہ میں آیا ہے، نہ سنت میں۔ تاکہ اس کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر بطورِ صفت یا علم کے درست ہوسکے۔ اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں۔ لہٰذا اس کو کسی طرح صفت میں شمار نہیں کرسکتے۔ (من جانب مترجم)

۳ اگر وہ یہ کہیں: بلکہ ہم تو عقل کو باقی رکھیں گے، اور جو مراد ہے ہم اس کو سمجھتے ہیں۔ پھر ہم ان سے کہیں گے: کلامِ عرب میں ''استواء'' کیا ہے؟ تو اگر وہ کہیں: جلوس اور استقرار۔ ہم کہتے ہیں: عرب تو اس کا معنی جسم کے ساتھ ہی جانتے ہیں۔ تو پھر یہ بھی کہہ دو: جسم عرش پر مستوی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں: جلوس اور استقرار کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہے جیسا کہ جلوس کی نسبت جسم کی طرف ہے۔ عرب تو اس کو نہیں

جانتے یہاں تک کہ وہ حقیقت پر مبنی ہو۔

۴ پھر عرب تو ''استواء'' کا معنی تیر کے سیدھا کرنے کے سمجھتے ہیں جو ٹیڑھا ہونے کی ضد ہے۔تو انہوں نے اس کو بیان تو کیا ہے اور اس سے تجسیم کی براءت بھی بیان کی ہے۔ اور پھر تم جلوس کے علاوہ اس کو محمول کرنے کا باب بھی بند کر دو۔

۵ یہ لوگ ان آیات میں اس کی تاویل کرنے سے نہیں رکیں گے:

☆ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید:۴)

ترجمہ تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

☆ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ. (سورت ق:١٦)

ترجمہ اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

ان آیات میں بھی یہ نہ کہو: وہ ان کے ساتھ علم کے لحاظ سے ہے۔

اگر تم یہ بات کہو: (تم بھی مشرکین کی طرح کرتے ہو) اس کو ایک سال حلال قرار دیتے ہو اور دوسرے سال حرام قرار دے لیتے ہو؟ اور یہ بات کہاں سے اخذ کی ہے کہ ''استواء'' عرش میں اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے فعل نہیں ہے؟

اگر وہ یہ کہیں: یہ عرب کے کلام میں سے نہیں ہے۔ہم کہیں گے: عرب کے کلام میں ''استواء'' کا معنی بھی وہ نہیں ہے جس کو تم بغیر جسم کے مانتے ہو۔

٦ مدعی تجسیم کے شرک سے بچنے کا ارادہ کرتا ہے۔اس کے ساتھ وہ یہ بھی گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت میں ہیں۔اور اللہ تعالیٰ عرش پر استواء کیے ہوئے ہیں جو اس کی شان کے لائق ہے۔تو ہم اس کو کہتے ہیں: اب تو ''استواء'' کے بارے میں اس قول کی طرف آ گیا ہے جو ہمارا قول ہے۔رہی جہت کی بات، تو وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

۷ متکلمین کی اس بات پر اعتراض کر دیا: اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہیں۔تو پھر وہ اس سے بڑی ہوگی، یا چھوٹی یا برابر۔یہ سب محال ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول میں ''علی العرش'' کا مفہوم ہی نہیں سمجھا ہے، مگر وہ یہی ثابت کرتے ہیں کہ کوئی جسم کسی دوسرے جسم پر ہو سکتا ہے

.............اور یہ کہا: یہ لازم تو اس کے مفہوم کا تابع ہے۔ رہی بات کہ استواء کی جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، تو اس پر کسی بھی قسم کا لوازم ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں: کبھی تم تمیمی قبیلہ کے بن جاتے ہو، اور کبھی قیسی قبیلہ کے!! جب تو نے یہ بات کہی: اللہ تعالیٰ کا استواء اس کی شان کے لائق ہے۔ یہی تو متکلمین کا مذہب ہے۔ جب تو نے یہ کہا: استواء تو استقرار ہی ہے، اور اس کو ایک مخصوص جہت کے ساتھ مختص کرلیا۔ تو اب مذکورہ تردید سے خلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

۸ اور استواء تو استیلاء یعنی غلبہ کے معنی میں ہے۔ میں اسی کی گواہی دیتا ہوں۔ اس آیت میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بادشاہی کا بیان ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بادشاہی سے کنایہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تو اہل عرب کہتے ہیں: فلاں شخص مملکت کی کرسی پر براجمان ہے، اگرچہ وہ ایک مدت تک اس پر بیٹھا بھی نہ ہو۔ اس سے ان کا مقصد بادشاہی ہی ہوتا ہے۔

۹ اگر یہ لوگ یہ کہیں: جب تم نے استواء کو استیلاء یعنی غلبہ کے معنی میں لے لیا ہے، تو اس آیت میں عرش کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ رہا؟ کیونکہ یہ مفہوم تو مخلوقات کے حق میں درست ہے۔ تو پھر عرش کی تخصیص تو نہ رہی؟ اس کا جواب یہ ہے: تمام مخلوقات کو جب عرش نے گھیرا ہوا ہے، تو عرش پر استیلاء یعنی غلبہ کا مطلب ہے کہ تمام مخلوقات پر غلبہ ہے۔ علاوہ ازیں اہل عرب کا پیچھے گزرا ہوا کنایہ بھی اس کا مرجع ہے۔ اور سلف صالحین جیسے حضرت امام جعفر صادقؒ وغیرہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے۔

۱۰ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے: استویٰ کا استولیٰ (غالب ہونا) کے معنی میں لینا، تو یہ تو دفع حجتی کے طور پر ہے۔ ہم کہتے ہیں: "استویٰ" کو "جلس" (بیٹھنا) کے معنی میں لینا، یہ تو جسم کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔ حالانکہ تم یہ کہہ چکے ہو کہ تم لوگ اس کے قائل نہیں ہو۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صفت "استواء علی العرش" کے ساتھ بیان کریں تو ہم اس کے منکر نہیں ہیں، بلکہ ہم تو اس کو تشبیہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں، یا یہ یہی ممنوعہ تشبیہ ہے۔ واللہ الموفق!

تشریح حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ خدائے رحمٰن عرش (حکومت) پر قائم ہے۔

استواء کے معنی استیلاء کے ہیں اور خود استیلاء سے مراد اقتدار واختیار ہے۔ جو شبہات عام طور پر آیت پر وارد ہوتے ہیں، اس مفہوم کے لینے سے سب کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

أما اذا فسرنا الاستيلاء بالاقتدار زالت هذه المطاعن كلها (كبير)

(تفسیر ماجدی ص ۶۳۷۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

3.3.2.4:۔فرعون کے قول سے استدلال اور اس کا جواب

7 پھر اس کے بعد ابن تیمیہؒ نے فرعون کی حکایت سے استدلال کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِيْ صَرْحاً لَّعَلِّيْ أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ. أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى وَإِنِّيْ لَأَظُنُّهُ كَاذِباً. وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ. وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِيْ تَبَابٍ.

(مؤمن:۳۶،۳۷)

ترجمہ اور فرعون نے (اپنے وزیر سے) کہا کہ: ''اے ہامان! میرے لیے ایک اونچی عمارت بنادو، تاکہ میں اُن راستوں تک پہنچوں، جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ اور یقین رکھو کہ میں تو اُسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں''۔ اسی طرح فرعون کی بدکرداری اُس کی نظر میں خوش نما بنادی گئی تھی، اور اُسے راستے سے روک دیا گیا تھا۔ اور فرعون کی کوئی چال ایسی نہیں تھی جو بربادی میں نہ گئی ہو۔

کاش مجھے کوئی بتائے! اس شخص نے فرعون کے کلام سے کیسے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہیں؟ اور عرش کے اوپر وہ کیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو

جھانک لے گا؟ ! رہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کی، تو اس کا آسمانوں میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲ اگر، بالفرض والمحال، یہ مان بھی لیا جائے تو فرعون کے کلام سے اس کے فہم وگمان کے مطابق کیسے دلیل بن سکتی ہے؟ جب کہ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دے دی ہے:

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ. وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِيْ تَبَابٍ. (مؤمن:۳۷)

ترجمہ اسی طرح فرعون کی بدکرداری اُس کی نظر میں خوش نما بنادی گئی تھی، اور اُسے راستے سے روک دیا گیا تھا۔اور فرعون کی کوئی چال ایسی نہیں تھی جو بربادی میں نہ گئی ہو۔

یعنی اس کے اعمالِ بد اس کے سامنے مزین کر کے پیش کیے گئے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔اس کی تدبیریں ساری کی ساری خاک میں مل گئیں۔

۳ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے جو سوالات کیے ہیں۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو جوابات قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیے ہیں۔ان میں جہت باری تعالیٰ سے تعرض نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہی بیان کی گئی ہیں اور بیان قدرت کا ہی ذکر ہے۔

۴ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا ثبوت ہوتا تو اس کا تعارف اور بیان ہی زیادہ مناسب تھا۔کیونکہ کسی چیز کی طرف حسی اشارہ ہی اس چیز کی معرفت کے لیے حسی اور عرفی طور پر زیادہ قوی ہوتا ہے۔قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

☆ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوْسٰى. قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى. قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْأُوْلٰى. قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ لَّا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى. (طٰہ:۴۹تا۵۲)

ترجمہ فرعون نے کہا: ''موسیٰ! تم دونوں کا رب ہے کون؟''۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو وہ بناوٹ عطا کی جو اُس کے مناسب تھی، پھر اس کی راہنمائی بھی فرمائی''۔فرعون بولا: ''اچھا! پھر ان قوموں کا کیا معاملہ ہوا جو پہلے

گزر چکی ہیں؟"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "ان کا علم میرے رَبّ کے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ میرے رب کو نہ کوئی غلطی لگتی ہے، نہ وہ بھولتا ہے"۔

☆ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِنْ كُنتُمْ مُّوْقِنِينَ. (الشعراء:۲۳،۲۴)

ترجمہ فرعون نے کہا: "اور یہ رَبّ العالمین کیا چیز ہے؟"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "وہ سارے آسمانوں اور زمین کا، اور اُن ساری چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں، اگر تم کو واقعی یقین کرنا ہو"۔

تشریح علامہ ابن جہبلؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت ثابت ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون کو جواب دینا آسان تھا، جب اس نے سوال کیا تھا: اور یہ رَبّ العالمین کیا چیز ہے؟۔ تو وہ جواب میں کہہ دیتے: وہ یہاں آسمان میں ہے، کیونکہ جہت کی طرف اشارہ حسیہ سے بتلانا زیادہ آسان اور زیادہ قوی تھا بہ نسبت عقلی دلائل کے بیان کرنے کے۔ یہ طریقہ زیادہ مختصر بھی تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مختصر طریقہ کی بجائے مخفی صفات جیسے خلق (پیدا کرنا)، ابداع (نئی اور انوکھی چیز بنانا)، تربیت اور نگہداشت، والا طریقہ اختیار کیا۔ اور فرمایا: "وہ سارے آسمانوں اور زمین کا، اور اُن ساری چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس واضح طریقہ کو چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کرنا اس وجہ سے ہے کہ اس واضح طریقہ اختیار کرنے میں جہت والے عقیدہ کا اثبات ہوتا تھا جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ہرگز نہ تھا، کیونکہ اشارۂ حسیہ اختیار کرنے میں تحیز اور جہتِ مکانی کا اثبات ہوسکتا تھا۔ (من جانب مترجم)

ا فرعون نے سوال تو لفظ: "مَا" سے کیا تھا، تو اس کا جواب صفت کی بجائے جہت و تحیز سے زیادہ مناسب تھا۔ زیادہ سے زیادہ جو اس آیت اور استدلال سے سمجھا جاسکتا ہے، وہ فرعون کا فہم و شعور ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ کی عمدہ دلیل تو فرعون کا ظن و گمان ہی ہے۔ تو یہ ان کی مستند دلیل ہے۔

۵ کاش مجھے کوئی بتائے! کہ اس نے اپنے اس عقیدہ کی نسبت اس کی طرف کیوں نہیں کی، جیسا اس نے اُمت محمدیہ ﷺ کے سادات کے عقائد کی نسبت ان لوگوں کی طرف کی ہے جن کی انہوں نے عقائد میں، جہت اور حیز میں، مخالفت کی ہے۔ ان لوگوں نے ان کو جہمیہ کے ساتھ ملحق کر دیا ہے، کہ انہوں نے اس عقیدہ کو لبید بن اعصم یہودی، جس نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا، سے اخذ کیا ہے؟!!

3.3.2.5:۔ ''نزول'' کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب

8 اس شخص نے ان آیات کریمہ سے اپنے استدلال کو ختم کیا ہے:

۱ لَا یَأْتِیهِ الْبَاطِلُ مِن بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِیلٌ مِّنْ حَکِیمٍ حَمِیدٍ. (حم سجدہ:۴۲)

ترجمہ جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اُس ذات کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اُسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

۲ أَفَغَیْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِی حَکَماً وَهُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ إِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلاً وَالَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلاَ تَکُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ. (الانعام:۱۱۴)

ترجمہ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ:) ''کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو فیصل بناؤں، حالانکہ اُسی نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر کے بھیجی ہے جس میں سارے (متنازعہ) معاملات کی تفصیل موجود ہے؟''۔ اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ یقین سے جانتے ہیں کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔

ان دونوں آیتوں میں عرش، کرسی، آسمان اور زمین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس میں تو

صیغہ اور صرف تنزیل یعنی اتارنے کا ذکر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس مدعی نے کس طرح اپنا مدعیٰ ثابت کیا ہے!! صرف آسمان سے ہی تنزیل کا مفہوم نہیں لیا جا سکتا۔ اس لیے کہ تنزیل کبھی آسمان سے ہوتی ہے اور کبھی کسی اور چیز سے بھی۔ تنزیل قرآن سے نزول کا مفہوم لیا جا سکتا ہے؟ اس لیے کہ نزول تو اوپر سے نیچے منتقل ہونا ہی ہے! اہل عرب کلام میں اس بات کو نہیں جانتے ہیں، چاہے وہ چیز عرض ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اہل عرب نزول کا اطلاق مطلقاً کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (الحدید:۲۵)۔

ترجمہ اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں جنگی طاقت بھی ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ لوہا کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جو آسمان سے زمین پر اتارا جاتا ہو۔

وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (الزمر:٦)

ترجمہ اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے اُتارے یعنی پیدا کیے۔

کسی نے کبھی بھی یہ نہیں دیکھا ہے کہ لوہے کا ٹکڑا آسمان سے ہوا میں اتر رہا ہو، اور نہ کسی نے کبھی آسمان سے زمین کی طرف کسی اونٹ کو اترتے دیکھا ہے۔ لہٰذا جیسے یہاں نزول کو بلندی سے نچلی طرف کے علاوہ پر بھی محمول کرنا جائز ہے۔ تو یہاں بھی یہی معنی ماننے کا جواز ہے۔

9 یہ اس مدعی کی قرآن مجید سے پیش کردہ دلائل میں سے آخری دلیل ہے۔ اس شخص نے پہلے تو یہ دعویٰ کیا ہے: وہ صرف وہی بات کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ جو آیات اپنے قول کے لیے استدلال کے طور پر ذکر کرے گا، وہ نص یا ظاہر ہی ہوں گی۔ قارئین نے اس شخص کے دعووں کی حقیقت کو جان لیا ہے۔ نظر کی گہرائی کو بھی ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اس نے آیات کو بیان کیا ہے۔ اس کے عقیدہ کے موافق کوئی بھی دلیل نہیں ہے، نہ نص کے طور پر اور نہ ظاہر کے طور پر۔ ہر وہ دعویٰ جس کے دلائل کی تائید کتاب اللہ میں نہ ہو، اس میں کمزوری اور خرابی ہے۔

3.3.3:۔احادیثِ مبارکہ سے دلائل اوران کے جوابات

3.3.3.1:۔حدیثِ معراج سے دلیل اوراس کا جواب

1 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے حدیث معراج سے استدلال کیا ہے۔معراج کی کوئی بھی حدیث بیان نہیں کی ہے جس میں اس کا بیان ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان کے اوپر ہیں یا عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہیں۔ایک کلمہ بھی ایسا بیان نہیں کیا ہے۔نہ حدیث معراج کو بیان کیا، نہ اس سے استدلال کو ذکر کیا ہے، تا کہ اس کے مطابق جواب دیا جاتا۔اگر وہ وجہ استدلال کو بیان کرتے تو ہم یہ جان سکتے کہ اس کا جواب کیسے دیا جائے۔

3.3.3.2:۔لفظ:''عند'' سے استدلال اوراس کا جواب

2 حافظ ابن تیمیہؒ نے پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے فرشتوں کے نزول سے استدلال کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کا نزول آسمان سے ہوتا ہے۔یہ اس وجہ سے ہے کہ آسمان ان کی جائے قرار ہے۔''عند'' کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں۔اس لیے کہ ان رسولوں کے بارے میں، جو انسانوں میں سے ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، اگرچہ وہ آسمانوں کی طرف سے نازل نہیں ہوئے ہیں۔اس لیے کہ ''عندیت'' کبھی اس سے مراد شرف اور رتبہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ. (ص:۲۵)

ترجمہ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن (داؤد علیہ السلام) کو ہمارے پاس خاص تقرب حاصل ہے، اور بہترین ٹھکانا!

اس کے علاوہ بھی یہ کئی اور معانی کے لیے بھی مستعمل ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً“.

(بخاری: کتاب التوحید: رقم: ۷۴۰۵)

ترجمہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں“[1]

3.3.3.3:۔ لفظ: ”الیٰ“ سے استدلال اور اس کا جواب

3 پھر اس شخص نے ملائکہ کے آسمان کی طرف عروج کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ پچھلی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس نے اپنی اس دلیل کا مدار حدیث کے لفظ: ”الیٰ ربھم“ کو بنایا ہے۔ اور یہ کہ ”الیٰ“ غایت کی انتہاء کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ کہ یہ لفظ قطع مسافت کے لیے ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ سب کچھ بیان تو کر دیا مگر اس نے اپنے استدلال میں کسی بھی اہل عرب کا کلام بیان نہیں کیا ہے۔ اس لیے کہ عرب، مسافت کا مفہوم یہی سمجھتے ہیں کہ اجسام ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوں۔ ابن تیمیہؒ نے یہ بھی کہا ہے: عربوں نے ایسا ہرگز نہیں کہا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمان قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَقَالَ إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ. (الصافات:۹۹)

ترجمہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں، وہی میری راہنمائی فرمائے گا''۔

اس آیت میں بالاتفاق انتہاء سے مراد وہ نہیں ہے جس کا ارادہ اس مدعی نے کیا ہے؟ لہٰذا وہ کتاب اللہ کی مخالفت کی جراءت نہیں کرے گا اور نہ خبر واحد کے ذریعے اس کا جواب دینے کی کوشش کرے گا!

3.3.3.4:۔لفظ: ''مَنْ'' سے استدلال اور اس کا جواب

4 حافظ ابن تیمیہؒ نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''أَلا تأمنوني وَأنا أمِين من فِي السَّمَاء يأتيني خبر من فِي السَّمَاء صباحا وَمَسَاء''.

''کیا تم لوگ مجھے امین نہیں سمجھتے، حالانکہ میں امین ہوں اس ذات کی طرف سے جو آسمان میں ہے۔میرے پاس صبح اور شام وہ خبر لاتا ہے جو آسمان میں ہے''۔

اس حدیث میں ''مَنْ'' سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہیں۔اور نہ اس کو نبی اکرم ﷺ نے بیان کیا ہے، اور نہ اس کی تخصیص کی ہے۔اس مدعی نے کہاں سے یہ مطلب لے لیا ہے کہ لفظ: ''مَنْ'' سے مراد ملائکہ نہیں ہیں؟ کیونکہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی سب سے زیادہ اطلاع رکھنے والے ہیں۔اور وہ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ امین ہیں اور وہ ان کے ہاں اس رتبہ والے ہیں۔پس مدعی کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ حدیث میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جو اس کی نفی کرتا ہو۔اور اس شخص کے دعویٰ کا ہرگز اثبات نہیں ہے۔

3.3.3.5:۔لفظ: ''فِیْ'' سے استدلال اور اس کا جواب

5 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے حدیث رقیہ ذکر کی ہے:

''رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تقدس اسمک أمرک فِی السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رزقک فِی السَّمَاءِ''الحدیث.

یہ حدیث اگر صحیح ثابت ہو جائے، تو اس میں حضور ﷺ نے جو الفاظ: ''رَبُّنَا اللّٰہ الَّذِی فِی السَّمَاءِ تقدس اسمک''فرمائے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ نے ''فی السماء''پر سکوت نہیں فرمایا ہے۔ پس کس معنیٰ کی بنا پر ہم بھی یہاں وقف کریں؟! اور ''تقدس اسمک''کو جملہ مستانفہ بنائیں؟ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے؟، یا اس کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے؟ یہاں مدعی کوئی راستہ نہیں پائے گا مگر یہ کہتے ہوئے: ''اللّٰہ تقدس اسمه فی السماء والأرض''۔ پھر کس لیے آسمان کا ذکر مخصوص کر لیا ہے؟ تو ہم اس کو کہیں گے: ''تقدس''کا کیا معنیٰ ہے؟ اگر اس سے مراد تنزیہ ہی ہے تو یہ صرف آسمان یا زمین تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس لیے کہ تنزیہ کا معنیٰ: نقائص کی نفی کرنا ہے۔ اور اس کا تعلق زمین و آسمان سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور تنزیہ باری تعالیٰ کا اعتراف کرتی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ آسمان والے تو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ میں متفق ہیں، جیسا کہ اس بارے میں بھی کوئی شک نہیں کہ زمین والے کچھ وہ بھی ہیں جو تنزیہ باری تعالیٰ نہیں کرتے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بھی بنا لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایسے اوصاف بھی بیان کر دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ پس تقدیس کے لیے آسمان کی تخصیص اس لیے ہوگی کہ آسمان والے تنزیہ باری تعالیٰ کے بارے میں متفق ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی بادشاہی کے لحاظ سے منفرد ہوں گے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ: ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ''میں اپنی بادشاہی کی تخصیص کیوں کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد کہیں گے: آج کون بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے؟ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ هُم بَارِزُوْنَ. لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ. لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ. لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. (مؤمن:١٦)

ترجمہ جس دن وہ سب کھل کر سامنے آجائیں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی۔ (کہا جائے گا) ''کس کی بادشاہی ہے آج؟''۔ (جواب ایک ہی ہوگا کہ:) ''صرف اللہ تعالیٰ کی جو واحد و قہار ہے''۔

6 اس مدعی نے اس حدیث کو پھر بیان کر دیا ہے۔ اس حدیث کا اول حصہ بیان کر کے یہاں تک بیان کیا: ''رَبنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاء ''۔ پھر کہا: اور ذکر کیا اور: '' فِي السَّمَاء '' پر وقف کیا ہے۔ کاش مجھے کوئی بتائے! کیا علماء کرام میں سے کسی نے ایسا کرنے کو جائز کہا ہے؟ کیا یہ صرف وہم ڈالنے والی بات نہیں ہے کہ سید المرسلین حضور اکرام ﷺ نے ایسا کہا ہے: ''رَبنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاء ''؟

تخریج یہ حدیث سنن ابی داود میں ہے:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ زِيَادَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ اشْتَكَىٰ مِنْكُمْ شَيْئًا، أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ، فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ! أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَىٰ هٰذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأَ.

(ابوداود، کتاب الطب، رقم ۳۸۹۲؛ قال الألباني: ضعيف)

اس حدیث کی سند میں زیادۃ بن محمد انصاریؒ منکر الحدیث ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے:

د س -زياد بن محمد الأنصاري. روى عن محمد بن كعب القرظي، وعبد الله بن أنس بن مالك، وعنه الليث، وابن لهيعة. قال البخاري والنسائي وأبو حاتم: منكر الحديث. وقال ابن عدي: أظنه مدنيا لا أعلم له إلا حديثين أو ثلاثة ومقدار مال له لا يتابع عليه. روى له أبو

داود والنسائی حدیثا واحدا فی الرقیة من حصاة البول. قلت: وقال ابن حبان: منکر الحدیث جدا یروی المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترک.

(تهذیب التهذیب، ج۳ص۳۹۲،۳۹۳،رقم ۷۲۳. المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ). الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامیة، الهند. الطبعة: الطبعة الأولی، ۱۳۲۶ھ)

تقریب میں یوں ہے: فی التقریب "زیادة "بکسر أوله فی آخره ابن محمد الأنصار من السادسة.

تو سند میں ایسے منکر الحدیث راوی کے سبب سے مصنف نے بتقدیر صحت جواب دیا ہے۔

3.3.3.6:۔حدیثِ اوعال سے استدلال اور اس کا جواب

7 حدیثِ اوعال، جس میں یہ الفاظ ہیں: "وَالعرش فَوق ذٰلِک کُلُّه، وَاللّٰه فَوق ذٰلِک کُله"۔ یعنی عرش ان سب کے اوپر ہے، اور اللہ ان سب کے اوپر ہے۔

۱ یہ وہ حدیث ہے جس کو یہ لوگوں کو وہم میں ڈالنے کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور اپنی ملمع کی ہوئی باتوں کی ترویج کرتے ہیں۔ اپنے ہر دعوی کو مزین کرنے کے لیے اس حدیث سے استدلال ضرور کرتے ہیں۔ ہم بیان کریں گے کہ ان لوگوں کے پیش کردہ دلائل کے لیے اس حدیث میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔ اور نہ ان کے قدموں کو استقرار نصیب ہوگا اس دعویٰ میں کہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر عرش کے اوپر ہیں، بلکہ ان کا دعویٰ اس حدیث سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۲ اس کی توضیح یہ ہے کہ اس مدعی نے آخر والی بات کو پہلے بیان کردیا ہے۔ اس نے اپنے کلام کے آخر میں کہا ہے: کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ یہ حدیث اس آیت معیت اور حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔

☆ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید:۴)

ترجمہ تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

☆ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى. (بخاری رقم ۴۰۶)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر تھوک کو دیکھا، تو اس کو کھرچ ڈالا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اپنے سامنے کی طرف نہ تھوکے، کیونکہ اللہ اس کے سامنے ہوتے ہیں جب وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے''۔

۳ پھر حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: پس یہ غلط اور ظاہر ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ حقیقی طور پر ہیں، اور وہ عرش پر بھی حقیقی طور پر ہیں۔

۴ حافظ ابن تیمیہؒ پھر فرماتے ہیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس قول میں جمع فرمادیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا. وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ. (الحدید:۴)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اِستواء فرمایا۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے۔ اور ہر اُس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھتا ہے۔

۵ پھر یہ مدعی (حافظ ابن تیمیہؒ) بھرپور طریقہ سے اس کا دعویٰ کرتا ہے: پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے، وہ ہر چیز کو بھی جانتا ہے، اور وہ ہمارے ساتھ

بھی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیثِ اوعال میں اس کی خبر دی ہے: "اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ تم جس حال میں ہو"۔

٦ پس تو نے اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ اس مدعی نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہیں اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی: "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ"۔ پھر اس آیت سے اس معنیٰ کو بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔ حالانکہ ہر پختہ ذہن اور فکر مستقیم رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ آیت مبارکہ کے الفاظ: "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" کے الفاظ ہرگز "فَوْقَ الْعَرْشِ" حقیقتاً کے مترادف نہیں ہیں۔ ہم نے پہلے ہی اس پر کلام کر دیا ہے۔ اس آیت میں ہرگز اس کا اثبات نہیں ہے جن دعووں کا اس نے دعویٰ کیا ہے، اور نہ ہی اس کے استدلال میں تقریب ہی ہے، بلکہ اس مدعی نے آیت کو کتاب اللہ سے نقل کر دیا ہے، کچھ معلوم نہیں کہ اس نے اپنے حافظہ سے اس کو نقل کیا ہے، یا مصحف قرآنی سے دیکھ کر آیت کو نقل کیا ہے۔ پھر اس مدعی نے اس آیت مبارکہ کو دلالت کے لحاظ سے اس مضمون کے مشابہ قرار دیا ہے جس کو اس نے حدیثِ اوعال سے اخذ کیا ہے، جیسا کہ اس نے کہا: "جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

تنبیہ حدیث اوعال تو ضعیف اور ناقابل استدلال ہے: تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں میری دوسری کتاب: أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى أَهْلِ التَّشْبِيْهِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "استواء علی العرش"

تو نے یہ بات جان لی ہے کہ اس حدیث اوعال میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جو معیت پر دلالت کرتی ہو، بلکہ حدیث میں "مع" کا لفظ بھی نہیں ہے۔

تقریب تقریب کہتے ہیں دلیل کو اس طرح لانا کہ مطلوب کو مستلزم ہو۔ جب مطلوب غیر لازم اور لازم غیر مطلوب ہو، تو تقریب لازم نہیں ہوتی۔

3.3.3.7:۔ لفظ: "مع" سے استدلال اور اس کا جواب

8 حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: یہ اس لیے ہے کہ "مع" کا لفظ جب مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس

سے مراد اس کے ظاہر سے صرف لغت میں مطلقاً مقارنت یعنی قریب ہونا ہی ہوتا ہے، جس میں مماست (چھونا) اور دائیں بائیں کی طرف سے محاذات کا وجوب نہیں ہوتا ہے۔ پھر جب اس میں معانی کے لحاظ سے کسی معنی کی قید کو ذکر کر دیا جائے تو اس معنی کے لحاظ سے مقارنت ہوگی۔ اس لیے کہا جاتا ہے: ہم چلتے رہے جب کہ چاند بھی ہمارے ساتھ تھا اور ستارہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ اور کہا جاتا ہے: یہ مال و متاع ہمارے ساتھ ہے، حالانکہ وہ جمع ہونے میں تیرے ساتھ ہے چاہے وہ تیرے سر کے اوپر ہی ہو۔ لہٰذا یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ حقیقی طور پر ہے، اور وہ عرش کے اوپر بھی حقیقی طور پر ہے۔

9 پھر اس معیت کے اپنے مورد کے لحاظ سے معنی مختلف ہوتے ہیں۔

پھر کہا: يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا. وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ. وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. (الحدید:۴)

ترجمہ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے۔ اور ہر اُس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھتا ہے۔

بلکہ اس خطاب کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس معیت کا حکم اور اس کا مقتضیٰ ہے کہ وہ تم پر مطلع ہے اور تمہارے حال کو جانتا ہے۔

پھر کہا: جو سلف کے قول کا معنی ہے: کہ اللہ تعالیٰ علم کے لحاظ سے لوگوں کے ساتھ ہے۔

پھر کہا: اور یہ خطاب کا ظاہر ہے اور اس کی حقیقت ہے۔

10 پھر ان آیات سے استدلال کیا:

☆ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا. (المجادلہ:۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے

والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ:۴۰)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

☆ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ. (النحل:۱۲۸)

ترجمہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں۔

☆ قَالَ لَا تَخَافَآ إِنَّنِيْ مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرٰى (طٰہٰ:۴۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں، اور دیکھ بھی رہا ہوں''۔

11 حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''ابوالصبی نے چھت کے اوپر سے اس کو کہا: ڈرو نہیں، میں تیرے ساتھ ہوں''۔

اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ معیت حکم حال کی موجب ہے۔

ناظرین کو اس مدعی کے اس مثال سے اس کے ادب ملحوظ رکھنے کی داد دینی چاہیے؟!!

اس کے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے حسنِ الفاظ کی بھی داد دینی چاہیے؟!

3.3.3.8:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ''معیت'' کا معنی اور اس کا جواب

12 پھر حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: فَفرق بَين الْمَعِيَّة وَبَين مقتضاها، وربما صار مقتضاها من مَعْنَاهَا، فيخْتَلف باخْتِلَاف الْمَوَاضِع.

ترجمہ پھر معیت اور اس کے مقتضی کے درمیان فرق ہے۔ کبھی اس کا مقتضی اس کے معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے، تو اس کا معنی مواضع کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

ناظرین کو اس عبارت کو پیش نظر رکھنا چاہیے، جو نہ عربی ہے، نہ عجمی۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، تسبیح کے لائق ہے جس کی مختلف لغات اور زبانوں میں تسبیح بیان کی

جاتی ہے!!

13 حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''معیت'' کا لفظ کتاب وسنت میں مختلف مواضع میں استعمال کیا گیا ہے، جس کا مقتضی بعض جگہوں میں ایک ہے جو دوسری جگہوں میں نہیں ہے۔ یہ عبارت حافظ ابن تیمیہؒ کے اپنے حروف میں ہے۔

14 پھر ابن تیمیہؒ نے کہا: پس اس کی دلالت موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، یا تمام موارد میں ایک قدرِ مشترک پر دلالت ہوتی ہے، اگر چہ ہر جگہ اپنی خاصیت کے لحاظ سے خاص امتیاز بھی ہوتا ہے۔

پس اس مدعی کی اس تقسیم اور حسنِ تصرف کو دیکھنا چاہیے؟!!

15 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: دونوں صورتوں میں اس کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مختلط ہے، یہاں تک کہ یہ کہا جائے: یہ لفظ اپنے ظاہر سے ہٹا دیا گیا ہے۔

16 پھر ایک اور جگہ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ ''معیت'' ہر قسم کی مخلوقات کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ جیسا کہ ربوبیت کی مثال ہے، اور یہ کہ استواء عرش پر نہیں ہے مگر عرش پر ہی، اور اللہ تعالیٰ کو حقیقی طور پر علو اور فوقیت پر متصف کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نیچے اور تحت کی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا، نہ حقیقی طور پر، نہ مجازی طور پر۔ یہ بات معلوم ہے کہ قرآن انہی معانی پر ہے جو اس کے متعین ہیں، بغیر کسی تحریف کے۔

پس ناظرین کو ان قطعی مقدمات کی طرف نظر رکھنی چاہیے؟! ان خوش کن عبارات کی بھی داد دینی چاہیے؟! اس عبارت کا حصر بھی ملاحظہ ہو کہ عرش پر استواء کسی چیز پر ہے جس کو کوئی عاقل کہہ ہی نہیں سکتا، ہاں جاہل کہہ لے تو الگ بات ہے!!

3.3.3.9:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ''اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں'' کا معنی اور اس کا جواب

17 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو گھیرے یا سمیٹے ہوئے ہے، تو وہ جھوٹا ہے اگر وہ دوسرے سے نقل کر رہا ہے، اور گمراہ ہے اگر وہ اپنے رب کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے ہوئے ہے۔ ہم نے کسی سے بھی یہ نہیں سنا ہے کہ وہ ان الفاظ سے یہ مراد لیتا ہو، نہ ہم نے کسی کو دیکھا ہے کہ وہ اس مفہوم کو کسی سے نقل کر رہا ہے۔

پس ناظرین کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے کہ فہم بھی سنتا ہے؟! (فلیستفد النّاظر أن الفَهمَ یسمع)۔

18 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا: اگر سارے ہی مسلمانوں سے یہ سوال کیا جائے: کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قول کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور آسمان نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے؟ تو ان میں سے ہر شخص یہ کہنے میں جلدی کرے گا: یہ وہ چیز ہے جو شاید ہمارے کبھی ذہنوں میں بھی نہ آئی ہو۔ جب معاملہ یوں ہی ہے تو یہ تکلف ہی ہوگا کہ اس لفظ کو ظاہری معنی میں لینے کی گنجائش ہو۔ لوگ اس سے یہ معنی نہیں سمجھیں گے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے کا ارادہ کریں گے۔

3.3.3.10:۔حافظ ابن تیمیہؒ کا عقیدہ ہے: اللہ تعالیٰ علو میں ہیں، نہ کہ نچلی جانب

19 پھر حافظ تیمیہؒ نے کہا: بلکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، وہ عرش پر بھی اکیلے ہیں۔ اس لیے کہ آسمان سے مراد علو ہی لیا جاتا ہے۔ تو پھر معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ علو میں ہیں، نہ کہ نچلی جانب۔

20 اس مدعی نے یوں ہی کہا ہے۔ پس ناظرین کو ان الفاظ کو خوب سنبھال کے رکھنا چاہیے۔ اور ان الفاظ کو ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑنا چاہیے! اور اس بات کو جان لینا چاہیے کہ یہ وہ قوم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُم بِأَيْدِيْهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ.

فَاعْتَبِرُوْا يَآ أُولِي الْأَبْصَارِ. (الحشر:۲)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے۔لہٰذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرلو۔

21 حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ کسی بڑے میدان میں ایک حلقہ ڈال دیا ہو۔عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کے سامنے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔لہٰذا کوئی خیال کرنے والا اس سب کے بعد یہ کیسے خیال کرسکتا ہے کہ مخلوق اس کا احاطہ کرسکتی ہے؟

3.3.3.11:۔لفظ:"فِیْ" "عَلٰی" کے معنی میں ہے، سے استدلال

22 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

☆ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طہ:۷۱)

ترجمہ اب میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔

☆ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ. (النحل:۳۶)

ترجمہ تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

ان آیتوں میں "فی"، "علیٰ" کے معنی میں ہے، وغیرہ۔

اور یہ کلام عربی حقیقی ہے، نہ کہ مجازی معنی ہیں۔اس کو وہ جانتا ہے جو حروف کے معانی کے حقائق کو جانتا ہے۔اور اس کو معلوم ہے کہ یہ اکثر متواطی ہیں۔

نوٹ متواطی اس کلی کو کہتے ہیں جس کا صدق اپنے افراد پر بالسویہ ہو۔

☆ یہ آخری دلیل ہے جس کے ساتھ اس مدعی نے تمسک کیا ہے۔

3.3.4:۔علامہ ابن جہبلؒ کی طرف سے حافظ ابن تیمیہؒ کا تفصیلی رد

3.3.4.1:۔لفظ: ''مع'' سے استدلال اور اس کا جواب

1 پس پہلے ہم یہ کہتے ہیں: تیرے اس قول کا کیا معنی ہے: لفظ: ''مع'' لغت میں مطلق طور پر مقارنت کے لیے آتا ہے، جس میں مماست اور محاذات نہیں ہوتیں؟ اور یہ ''مقارنت'' کیا ہے؟ اگر اس مقارنت سے وہ مفہوم مراد نہیں لیا جاتا جو جسم کی لازمی صفت نہیں ہے، تو اس سے ہمارا مقصود حاصل ہوگیا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد ہے تو اس پر تنبیہ کرنا لازم ہے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کیا اہل عرب اس مقارنت سے وہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ نہیں۔ پھر اس کا یہ قول: پھر اس کو کسی مخصوص معنی کے ساتھ مقید کیا جائے، جو اس معنی کے ساتھ مقارنت پر دلالت کرے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اس معنی کو اختیار کرنے میں اس نے کس راستہ کو اختیار کیا ہے؟

2 پھر اس مدعی کا قول: ''یعنی معیت''، یہ ان تمام مواضع میں ''علم'' کے معنی میں ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ تم نے کہاں سے اخذ کیا ہے؟ پھر اگر وہ کہے: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا. (المجادلہ:۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے

والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔
یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں ''معیت'' ''علم'' کے معنی میں ہے۔ اور یہ
معنی حقیقت کے طور پر ہے۔ ہم جواب میں کہیں گے: تو نے اپنے لیے تو پورے تول
سے ناپا ہے، تو ہمارے لیے بھی اسی ترازو سے ناپ لے۔

3.3.4.2:۔ ''فوق'' کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب

3 اس بات کو جاننا چاہیے کہ لفظ: ''فوق'' جس طرح جہت کے معنی میں مستعمل ہے، اسی
طرح یہ رتبہ، سلطنت اور ملک کے لحاظ سے علو کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اور اسی
طرح لفظ: ''استواء'' بھی ہے۔ پس دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں،
جیسا کہ تو نے اس کو حرف بحرف ذکر کیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

۱ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام:۱۸، ۶۱)

ترجمہ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

۲ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ. (یوسف:۷۶)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

۳ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح:۱۰)

ترجمہ (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت
کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ. (الاعراف:۱۲۷)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔

۵ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ. نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا.
وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ. (الزخرف:۳۲)

ترجمہ بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ دُنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کرر کھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دُوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمارے پروردگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ جمع کرر ہے ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ان آیات میں جہتِ علو مراد نہیں ہے۔ لہٰذا تو اس بحث کو دوبارہ لوٹا اور یہ بھی کہہ دے: فوق العرش سے استیلاء یعنی غلبہ ہی ہے۔ اور اسی معنی میں حدیثِ اوعال بھی ہے۔ اور جو تو نے ''مع'' کے معنی بیان کیے ہیں وہی ''فوق'' کے بھی کرلے۔ جو معانی کی تخریج وہاں کی ہے وہی یہاں بھی کرلے، ورنہ سب میں تاویل کرنا چھوڑ دے۔

3.3.4.3:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ''اللہ تعالیٰ آسمان میں حقیقی طور پر ہیں'' کا معنی اور اسؒ کا جواب

4 پھر اس مدعی کا قول: جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ معیت کو تمام مخلوقات کی انواع میں سے ہر نوع کی طرف مضاف کیا جاسکتا ہے۔ اور استواء کسی بھی چیز پر نہیں ہے مگر عرش پر ہی۔

جواب ہم کہتے ہیں: یہاں تک کہ ہم تجھے یہ بتلادیں گے، جس نے اس معنی کے لحاظ سے اس کو استعمال کیا ہے، وہ اس کو جانتا ہے جس کو تو نے بغیر دلیل کے ہی کہہ دیا ہے۔ تو اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کرے گا ورنہ تو نے ایسا لفظ ظاہر کیا ہے جو ''فوق'' کے تحت ''استواء'' کے لیے جہتِ علو میں دلالت کرتا ہے۔

کاش مجھے کوئی بتادے! تو نے کہاں سے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ ''معیت''، علم کے ساتھ حقیقی ہوتی ہے؟ اور یہ کہ آیت استواء علی العرش اور حدیث اوعال صفت ربوبیت کو فوقیتِ حقیقی پر دلالت کر رہی ہیں؟۔ اے اللہ! تجھ سے بخشش اور مغفرت کا طلب

گا رہوں!!! ایسی باتوں کا وجود تو کشف سے ہی ممکن ہے۔ ورنہ جو دلائل اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات، صفات اور شرائع کے تعارف کے لیے قائم کیے ہیں، وہ تو اس کے دعویٰ کے مطابق ہر گز نہیں ہیں۔ اس شخص کے قدموں کو ثبات نہیں ہے مگر فضا میں ہی۔

5 پھر اس شخص کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کو سفل اور تحت (نیچے ہونا) کی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا، نہ حقیقی طور پر، اور نہ مجازی طور پر۔

کاش کوئی مجھے بتائے! اس دعویٰ کو کس نے کیا ہے؟ جس کے لیے اس کلام میں تکلف کرنا پڑا ہے۔

6 پھر اس کے بعد اس شخص کا قول ہے: جو شخص یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان نے اس کو گھیرا ہوا اور احاطہ کیا ہوا ہے، تو وہ شخص جھوٹا ہے اگر وہ کسی دوسرے سے نقل کر رہا ہے، اور گمراہ ہے، اگر وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہے۔

اے مدعی! وہ بات کہہ جس کو تو سمجھ رہا ہے، اور جس بات کو کہہ رہا ہے اس کو سمجھ کر کہہ۔ اور لوگوں سے ایسا کلام کر جو ایک عقل مند شخص کا دوسرے عقل مند سے ہوتا ہے، جس سے دوسروں کو بھی اور تجھے بھی فائدہ ہو۔

جب تو اس بات کا طلب گار ہے کہ لفظ ''فی'' سے جہت کا مفہوم مستنبط ہوتا ہے، اور تو نے اس کو حقیقت پر بھی محمول کیا ہے، تو پھر اس سے ظرفیت کے علاوہ کوئی اور مفہوم بھی سمجھا جا سکتا ہے؟ یا اس کے معنی ہی سے؟ اور جب ایسا ہے تو پھر کیا کوئی عاقل اس سے ظرف کے مفہوم کو ختم کر سکتا ہے کہ وہ اس کے بعض کا احاطہ کرے یا اس کے مکمل کا جو اس کو لازم ہے؟!!- کیا یہ کسی سنی سنائی بات سے ہی اخذ کیا ہے؟ کیا کسی کے دل میں یہ بات آ گئی ہے کہ لفظ ''فی'' جہت کے لحاظ سے حقیقی ہے، اور اس سے احاطہ مکمل طور پر یا جزوی طور پر مفہوم نہیں ہوتا ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہو کہ لوگوں کو ان کی عقلوں سے دور کر دیا جائے، اور صرف تم ہی بات کرتے جاؤ اور لوگ تقلید میں تصدیق کرتے جائیں۔ (ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے) تو پھر تو اس بات سے کیوں بے خوف ہو گیا ہے کہ اس ملت اسلامیہ کے دفاع کے لیے بعض لوگ تجھ سے سوال بھی کریں گے

اور تجھے بتلائیں گے بھی، اور تیری غلط باتوں کی وجہ سے تجھ پر باطل کا اطلاق بھی کریں گے۔

7 پھر تیرا یہ کہنا: اگر سارے ہی مسلمانوں سے پوچھا جائے: کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس قول سے کہ اللہ آسمانوں میں ہے، یہ مفہوم لیتے ہیں کہ آسمان نے اس ذات کو گھیرا ہوا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک فوراً یہ جواب دے گا: یہ وہ چیز ہے جس کا وسوسہ بھی ہمارے دلوں میں نہیں آیا ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں: اس سے تو نے کس بات کا ارادہ کیا ہے؟ اگر اس سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے کہ یہ لفظ اس معنیٰ کو ادا نہیں کرتا ہے۔ تو پھر تجھ پر لازم ہے کہ تو اس شخص سے سوال کرے جو کلام عرب کا عارف اور ماہر ہو۔ تو وہ تیری اس بات کی تصدیق نہیں کرے گا جو تو کہہ رہا ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ لفظ: ''فی'' تو ظرفیت کے لیے ہی ہے۔ اور وہ حقیقی طور پر جہت ہی کے لیے ہے۔ اور اگر تیری مراد یہ ہو کہ عقل اللہ تعالیٰ کے لیے اس بات سے انکاری ہے۔ تو پھر ہم تیرے ساتھ نہیں ہیں مگر اس تقریر کے ساتھ: ''جو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نقص والی چیز ہے، اس کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا ہے''۔

3.3.4.4:۔حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ''اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور وہ عرش پر ہیں۔ اس سے مراد جہتِ علو ہی ہے'' کا معنیٰ اور اس کا جواب

8 پھر تیرا یہ قول: مسلمانوں کے نزدیک یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور وہ عرش پر ہیں۔ یہ ایک ہی بات ہے۔

یہ بات ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کلام کو وہ کسی کی طرف منسوب کرے، ہاں وہ اپنی ذات کی طرف کر سکتا ہے، یا ان لوگوں کی طرف جن کو تو نے یہ غلط عقیدہ سکھا دیا

ہے۔ مسلمان کو اس کلام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں جس میں عقل والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

9 پھر تو نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور عرش پر ہیں، ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان سے مراد "علو" (بلندی) ہے۔ تو اس کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ علو (بلندی) میں ہیں، نہ کہ سفل (پستی) میں۔

تو مجھے بتا: کیا اللہ تعالیٰ نے، اس کے رسول ﷺ نے، اور مہاجرینؓ اور انصارؓ میں اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے: اللہ تعالیٰ علو (بلندی) میں ہیں، نہ کہ سفل (پستی) میں؟ اگر تو نے مقدمہ میں اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے، اس کو مان بھی لیا جائے، تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت یہ بتلائی ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے، اور اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہیں۔

رہی یہ بات کہ آسمان سے مراد جہتِ علو ہے تو تُو اس کے بیان میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔

10 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ قول: مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔ کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ کسی بڑے میدان میں ایک حلقہ ڈال دیا ہو۔

کاش مجھے کوئی بتائے! جب حدیث اوعال میں تیری یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں، تو پھر تُو اس کو اور اس بات کو کہ فرشتے بھی اسی آسمان میں سے طلوع ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے؟ اور کیسے وہ اس کے باوجود آسمان میں حقیقی طور پر ہے؟ اور شاید تو یہ کہے: ان دونوں سے مراد اتفاقاً جہتِ علو ہی ہے۔ کاش مجھے کوئی بتائے! اس اتفاق، جو توقیف اور توفیق دونوں سے عاری ہے، کے بعد کیا یہ ممکن ہے کہ تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں حقیقی طور پر ہیں، آسمان پر حقیقی طور پر ہیں، عرش میں حقیقی طور پر ہیں، عرش پر حقیقی طور پر ہیں؟ پھر آسمان کی حقیقت تو وہی ہے جو محسوس مشاہدہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق اس اسم پر کر دیا گیا ہے جو اس کا حقیقی

معنی ہی نہیں ہے یعنی اس کا ''سمو'' (بلندی) کا معنی لینا مجازی ہے۔رہی بات اس کے اصل اشتقاق کی تو اس میں سقف (چھت) اور سحاب (بادل) کی کوئی خاص رمزیت (اشارہ) تک نہیں ہے۔ پس عقلوں کو پیدا کرنے والی ذات بہت ہی بابرکت ہے!

3.3.4.5:۔حافظ ابن تیمیہؒ کا مبہم کلام

11 پھر اس کے بعد تیرا یہ کہنا: عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کے سامنے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن جہبلؒ فرماتے ہیں: ہمارے سامنے اس عبارت کے الفاظ یہ آئے ہیں:

لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَّا قدرَةَ الله وعظمته

ترجمہ اس کو کوئی نسبت ہی نہیں ہے مگر اس کی قدرت اور عظمت ہی ہے۔

پھر اگر اس کے الفاظ میں ''اِلَّا'' یعنی الف، لام، الف ہے۔ جیسا کہ ہمارے سامنے اس کے الفاظ ہیں، تو پھر تو نے عرش کی نفی ہی کر دی ہے۔ اور تو نے جہت کو ہی قدرت اور عظمت بنا دیا ہے۔ اور تیرے کلام کا معنی یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کی جہت ہی اس کی عظمت اور قدرت ہے۔ اب تو نے وہ بات کر دی جس کا معنی تو بالکل نہیں سمجھتا ہے۔ اور نہ اس کو کسی نے کبھی کہا ہے۔

اور اگر تیرا کلام یہ ہے:

لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَى قدرَةَ الله وعظمته

ترجمہ اس عرش کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے سامنے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

یعنی اگر تیرے کلام میں ''اِلَى'' یعنی الف، لام، یاء ہے۔ تو پھر تو نے سچی اور حق بات کہی ہے۔ اس کے خلاف کس نے کہا ہے؟ خدا کی قسم! ہم نے تیرے اس کلام کو درست کر دیا ہے اور تجھے اصلاح کی تلقین کرتے ہیں۔

تنبیہ حافظ ابن تیمیہؒ کی مطبوعہ کتاب کے الفاظ یہ ہیں:

"وأن العرش خلق من مخلوقات الله لا نسبة (له) إلى قدرة الله

وعظمته".

(الفتوى الحموية الكبرى ص٥٢٦، المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري. الناشر: دار الصميعي، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ١٤٢٥ھ)

12 پھر حافظ ابن تیمیہؒ یوں کہتے ہیں: لہٰذا کوئی خیال کرنے والا اس سب کے بعد یہ کیسے خیال کرسکتا ہے کہ مخلوق اس کا احاطہ کرسکتی ہے؟

ہم کہتے ہیں: ہاں! اس کے بعد ہماری کس چیز سے آزمائش ہے مگر اس سے جو حصار کا دعویٰ کرے، یا وہ وہم میں ڈالنے والا ہو!

3.3.4.6:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک لفظ: "فِــي" "عَـلٰى" کے معنی میں ہے، سے استدلال اور اس کا جواب

13 پھر تو نے یوں کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ (طٰہٰ:٧١)

ترجمہ اب میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔

کیا تو یہ نہیں جانتا کہ (پھانسی کے وقت) کھجور کے تنوں پر تمکن استقراری حاصل ہوتا ہے۔ کھجور کے تنے پر پھانسی دیئے ہوئے شخص کو ایسا ہی تمکن حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ظرف (برتن) میں رکھی ہوئی چیز کو حاصل ہوتا ہے۔

اور ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ. (النحل:٣٦)

ترجمہ تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

ان آیتوں میں "فی"، "علیٰ" کے معنیٰ میں ہے، وغیرہ۔

اور جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہی حدیثِ اوعال کا بھی جواب ہے۔

اور یہی جواب حدیثِ قبضِ روح، حدیثِ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، اور حدیثِ اُمیة بن ابی الصلت کے اس شعر کا:

مجدوا اللّٰہ فھو للمجد أھل ربنا فی السماء أمسی کبیرا

تنبیہ

الف حافظ ابن تیمیہؒ نے حدیثِ قبضِ روح کی طرف اشارہ کیا ہے اور حدیث کو بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔ صرف اتنے پر اکتفاء کیا ہے:

وقوله فی حدیث قبض الروح: "حتی یعرج بھا إلی السماء التی فیھا اللّٰہ". إسناده علی شرط الصحیحین.

حافظ ابن تیمیہؒ کے ذکر کردہ روایات کے الفاظ صرف مسند احمد (ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵) کے ساتھ ملتے ہیں، جس کی سند میں ایک راوی (ابن ابی ذئب) حافظے کے لحاظ سے کمزور ہے، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اور دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہی روایت حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ اس طرح حافظ ابن تیمیہؒ کی روایت کے ذکر کردہ الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ سنن نسائی اور مستدرک حاکم کی روایات کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

۱ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللّٰهِ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ، حَتَّى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ

هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَ تْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ يَقْدَمُ عَلَيْهِ، فَيَسْأَلُونَهُ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُولُونَ: دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ: أَمَا أَتَاكُمْ؟ قَالُوا: ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكِ إِلَى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ، حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ الْأَرْضِ، فَيَقُولُونَ: مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ". (سنن نسائی رقم ۱۸۳۳)

۲ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْآدَمِيُّ بِمَكَّةَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنْبَأَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَ مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللّٰهِ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى أَنَّهُمْ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا يَشُمُّونَهُ حَتَّى يَأْتُوا بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحُ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ؟ فَكُلَّمَا أَتَوْا سَمَاءً قَالُوا ذَلِكَ حَتَّى يَأْتُوا بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ". قَالَ: فَلَهُمْ أَفْرَحُ بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِ. قَالَ: فَيَسْأَلُونَهُ مَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ قَالَ: فَيَقُولُونَ: دَعُوهُ حَتَّى يَسْتَرِيحَ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ لَهُمْ: أَمَا أَتَاكُمْ؟ فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ. قَالَ: فَيَقُولُونَ ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ. قَالَ: "وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَإِنَّ مَلَائِكَةَ الْعَذَابِ تَأْتِيهِ فَتَقُولُ: اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطٌ عَلَيْكِ إِلَى عَذَابِ اللّٰهِ، وَسَخَطِهِ فَيَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى بَابِ الْأَرْضِ فَيَقُولُونَ: مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ كُلَّمَا أَتَوْا عَلَى الْأَرْضِ قَالُوا ذَلِكَ حَتَّى يَأْتُوا بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ". وَقَدْ تَابَعَ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتُوَائِيُّ مَعْمَرَ بْنَ رَاشِدٍ

فِی رِوَایَتِہٖ، عَنْ قَتَادَةَ: عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ. (مستدرک حاکم رقم ۱۳۰۲)

ب وقول عبد اللّٰہ بن رواحة رضی اللّٰہ عنه الذی أنشده النبیؐ صلی اللّٰہ علیه وسلم وأقره علیه:

شهدتُ بان وعدَ اللّٰہ حق — وانَّ النار مثوی الكافرينا

وأن العرش فوق الماء طافٍ — وفوق العرش رب العالمينا

ج وقول أمية بن أبی الصلت الثقفی الذی أنشد للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم هو وغيره من شعره فاستحسنه. وقال: آمن شعره وكفر قلبه:

مجدوا اللّٰہ فهو للمجد أهل — ربنا فی السماء أمسی كبيرا

بالبنا الأعلى الذی سبق الناس — وسوی فوق السماء سريرا

شرجعًا ما يناله بصر العين — يری دونه الملائكة صورا

(الفتوی الحموية الكبری ص۲۱۳ تا۲۱۶. المؤلف: تقی الدين أبو العباس أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجری. الناشر: دار الصميعی، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۴۲۵ھ)

14 پس مدعی سے کہا جائے گا: اگر تو اس امیہ کے اس شعر کو صرف ''ربنا فی السماء'' تک ہی روایت کرتا اور اس کے بعد ''أمسی كبيرا'' ذکر نہ کرتا، تو ہو سکتا ہے کہ تیرے اس دعوے کا کچھ وہم ہو جاتا، لیکن پھر تو نہ یہ شعر رہ جاتا اور نہ ہی اس کا قافیہ باقی رہتا۔ اور اگر شاعر نے یوں کہا ہے: ''ربنا فی السماء أمسی كبيرا''، تو پھر تو بھی یوں ہی کہہ دے جیسا کہ امیہ نے کہا ہے۔ اس طرح یہ شعر تیرے دعویٰ کی ہرگز نہیں بنتا۔ یا وہ یوں کہہ دیتا: ''ان اللّٰہ كبير فی السماء''۔

3.3.4.7:۔آسمان کی تخصیص کی حکمت

15 پھر اگر تو یوں کہے: اللہ تو زمین میں بھی بڑا ہے تو آسمان کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

جواب ہم کہتے ہیں: جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اہل آسمان تعظیم کے لحاظ سے اہل زمین سے فوقیت رکھتے ہیں۔ فرشتوں میں تو ایسا کوئی

نہیں ہے جو پتھروں کو تراش کر ان کی پوجا کرتا ہو، ان میں دہریے، معطلہ اور مشبہ ہرگز نہیں ہیں۔ امیہ کا خطاب تو کفارِ عرب ہیں جنہوں نے ہبل، منات، لات، عزٰی وغیرہ بہت سے شریکوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ اہل عرب بھی یہ جانتے تھے کہ اہل آسمان ان سے زیادہ علم والے ہیں، یہاں تک کہ وہ کاہن کی باتوں کو دلیل بنایا کرتے تھے تو شیاطین جن فرشتوں کی سنی سنائی اور چرائی ہوئی باتوں کو ان کاہنوں کو بتایا کرتے تھے۔ پھر وہ کاہن سینکڑوں جھوٹ ساتھ ملا کر لوگوں کو بتاتے تھے۔ لہٰذا اہل عرب کا فرشتوں کے بارے اعتقاد کتنا عظیم ہوگا!! اسی لیے امیہ شاعر نے ان کے خلاف فرشتوں سے دلیل پکڑی ہے۔ یہ کوئی بعید بات نہیں ہے، نہ یہ قطعی بات کے خلاف ہے۔

3.3.4.8:۔ یہ بات متواتر ہے: ”اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں“

16 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا: دین کی ضروریات میں سے یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت دعوت کی طرف مبلغ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اور وہ آسمان پر ہیں۔

جواب ہم کہتے ہیں یہ صحیح اور صریح نہیں ہے، بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کی طرف یہ بات پہنچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔ یہ بات تواتر سے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پہنچی ہے۔ جو اس مدعی نے اس خبر کو ذکر کیا ہے۔ پس اس خبر واحد کی علماء کے جم غفیر نے تصدیق نہیں کی ہے اور نہ عقائد کے باب میں خبر واحد حجت ہے۔ یہ اس شخص کے لیے واضح ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو سنا ہے۔ یہ کلام اہل عرب کی مروجہ زبان اور اس کے مطلقات کے مطابق نازل ہوا ہے، اور غیر لغت کی زبان اس میں داخل نہیں ہوئی ہے۔

17 پھر تو نے کہا: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے، عربی ہوں، عجمی

ہوں، جاہلیت کا دور ہو، یا اسلام کا زمانہ ہو، ہاں مگر وہ جس کو شیطان نے اس کی فطرت سے ہٹا دیا ہو۔

یہ کلام اول سے لے کر آخر تک معنی کے لحاظ سے میلان اور ترجیح کے معارض ہے۔

3.3.4.9:۔سلفِ صالحینؒ سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں

18 پھر تو نے کہا: سلف سے اس بارے میں اتنے اقوال ہیں کہ اگر میں ان کو جمع کروں تو وہ سینکڑوں اور ہزاروں میں پہنچ جائیں گے۔

ہم کہتے ہیں: اگر تیری مراد سلف سے سلفِ مشبہہ ہیں جیسا کہ تیرے کلام میں اس کا ذکر آئے گا، تو ہو سکتا ہے کہ تو اس کے قریب پہنچ جائے۔ اور اگر تیری مراد اُمت کے سلفِ صالحینؒ ہیں تو ان سے تو ایک حرف بلکہ آدھا حرف بھی ثابت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت سے ہم یہاں تیری ہر دلیل کا جواب دیں گے۔

19 پھر تو نے یہ بات کہی: نہ کتاب اللہ، نہ سنتِ رسول اللہ ﷺ، نہ اُمت کے سلف صالحینؒ میں سے کسی سے، نہ صحابہؓ سے، نہ تابعینؒ سے، ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے جو اس کا مخالف ہو، چاہے وہ نص کے طور پر ہو، یا ظاہر کے لحاظ سے۔

جواب ہم کہتے ہیں: اور نہ ان سے بھی، جیسا کہ تو نے اس کا دعویٰ کیا ہے، نہ نص میں، نہ ظاہر میں۔ اور تو نے کتاب کے شروع میں بھی یہ بات کہی تھی کہ تو وہی بات کہے گا جس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مہاجرینؓ اور انصارؓ میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں نے کہی ہوگی۔ پھر تم نے اس اس دائرے کو محدود کر دیا کہ ''السابقین الْأَوَّلین من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار'' سے مراد تیرے مشائخ عقیدت ہیں۔ تو نے ان میں سے عشرہ مبشرہؓ، اہل بدرؓ، اہل حدیبیہؓ کو سابقین اولین میں سے نکال دیا اور تابعینؒ کو بھی متابعت سے نکال دیا۔ پھر تو ان (مشائخ عقیدت) کی طرف ہی میلان کر گیا، اور نہ کسی اور طرف۔ فرمان باری تعالیٰ

ہے:

أَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ. (الانعام:۱۲۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو سپرد کرے۔

3.3.4.10:۔اللہ تعالیٰ بغیر مکان کے موجود ہیں

20 پھر مدعی کا یہ کہنا: کسی نے کبھی نہیں کہا ہے: اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہیں، نہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر مکان میں موجود ہیں، نہ سارے مکانات اس کی نسبت سے برابر ہیں، نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ خارج۔ نہ وہ اس کے ساتھ متصل ہے، نہ منفصل۔

جواب ہم کہتے ہیں: تو نے دعویٰ کو عام کر دیا ہے۔ تو نے وہ بات ذکر کر دی ہے جس کا تجھے علم ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے پہلے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے اقوال نقل کیے ہیں، جو اس بارے میں کافی وشافی ہیں۔ پھر اگر تو ہماری طرف سے بیان کردہ ان منقولات میں کوئی طعن کرے گا یا ان سادات اُمت کے بارے میں طعن کرے گا، تو ہم بھی تیرے منقولات میں طعن کریں گے اور جن سے اپنے عقیدہ خاصہ کی تو استناد کرتا ہے، ان کے بارے میں بھی۔ تیرے اس دعویٰ میں ان کے علاوہ کوئی موافقت نہیں کرتا ہے۔

21 پھر تو نے وہ کچھ کہا جس کو اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ، مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے اسلام میں سبقت کرتے والوں، تابعین عظامؒ اور مشائخ اُمت (جنہوں نے خواہشاتِ نفسانی سے کام نہیں لیا ہے) میں سے کسی نے بھی ایک حرف بھی نہیں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں۔ حالانکہ تو نے اس کو کہا، صراحت بھی کی، بحث ومباحثہ بھی کیا اور اس کو دوسروں کو سمجھایا بھی کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، آسمان سے اوپر ہیں، عرش میں ہیں اور عرش کے اوپر ہیں، اس سے مراد جہتِ علو ہے۔ لہٰذا ہمیں بتادو: کس نے ایسا کہا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے، یا رسول اللہ

ﷺ نے، یا مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سابقون اوّلون نے، یا تابعین عظامؒ نے ایسا کہا ہے۔ پس تو ہم پر مبہم کلام کے ذریعہ رعب جمانے کی کوشش کیوں کرتا ہے؟۔ وَبِاللّٰہِ الْمُسْتَعَان.

3.3.4.11:۔اللہ تعالیٰ کی طرف اشارۂ حسیہ جائز نہیں ہے

22 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے انگلی وغیرہ سے اشارۂ حسیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، اس حدیث کی وجہ سے جس میں عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کے خطبہ کا ذکر ہے۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے دین تم تک پہنچا دیا ہے؟''۔ تو حضرات صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: جی ہاں!۔ تو پھر آپ ﷺ نے انگلی کو آسمان کی طرف اُٹھایا اور صحابہ کرام ﷺ کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا''۔ یہ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ فرمایا۔

جواب دلائل میں سے کون سی دلیل کی دلالت سے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی مبارک کو بلند کیا اور حضرات صحابہ کرام ﷺ کی طرف اس سے اشارہ کیا؟ کیا اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا انگلی مبارک اُٹھانا جہت باری کی طرف اشارہ کی وجہ سے تھا؟ لیکن یہ استدلال اس لیے گھڑ لیے گئے کہ اس مدعی کے ذہن میں جہت کی بات پختہ ہو چکی ہے، یہاں تک کہ اگر یہ علم الفرائض اور وصیت کے مشکل مسائل، اور احکام حیض کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ سن لے، تو پھر بھی یہ کہے گا: یہ جہت پر دلالت کرتی ہے۔

3.3.4.12:۔حافظ ابن تیمیہؒ کی حواس باختگی

23 اس کے بعد یہ مدعی آفت اور سخت مُصیبت کی بات لایا ہے، اس نے کہا ہے: پھر اگر حق

یہ ہو جس کے بارے میں یہ پہلے زمانہ کے لوگ، جو کتاب وسنت سے ثابت شدہ صفات کی نفی کرنے والے ہیں، اس تعبیر سے کہنے لگیں، سوائے اس کے جو یہ کتاب وسنت سے سمجھنے لگیں، چاہے وہ نص ہو یا ظاہر۔ تو پھر اس کا جواز اللہ تعالیٰ پر ہوگا، رسول اللہ ﷺ پر، پھر ساری ہی اُمت پر: کہ یہ لوگ ہمیشہ، چاہے وہ نص ہو یا ظاہر، اس حق کے خلاف ہی بات کہتے رہے، جس کا اعتقاد رکھنا واجب تھا۔ پھر یہ لوگ اس حق کو ظاہر ہی نہ کرتے تھے جس کا اعتقاد رکھنا واجب تھا۔ یہ اس کو نص کے طور پر، یا ظاہر کے طور پر دلیل سے بھی بیان نہ کرتے تھے۔ یہاں کہ فارس اور روم کے لوگ، یہود، نصاریٰ اور فلسفیوں کی اولاد آئی تو وہ اُمت کے لیے صحیح عقیدہ بیان کرنے لگے، جس کو ہر مکلف شخص، عالم اور فاضل انسان پر اعتقاد رکھنے کا واجب قرار دے دیا گیا۔ اگر یہی اعتقاد رکھنا واجب ہے جو یہ متکلم (علم کلام والے) اور متکلف (تکلف سے کام لینے والے) کہتے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ صرف اور صرف اس کی معرفت کو عقل کے سپرد کر دیتے ہیں، اور اس کو جس پر کتاب وسنت (چاہے نص کے طور پر ہو یا ظاہر) دلالت کرتی ہے اس کو اپنی عقلوں کے زور سے دور کر دیتے ہیں۔ اس تقریر پر تو لوگوں کو کتاب وسنت (جو ان کے لیے زیادہ ہدایت اور نفع والی تھی) کے بغیر چھوڑ دیا گیا، بلکہ اصول دین میں تو کتاب وسنت کا وجود تو محض نقصان دِہ قرار دے دیا گیا۔ اگر حقیقت یہی ہے جس کو یہ لوگ کہتے ہیں: تو پھر اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی معرفت کو تلاش نہ کرو، اور جن صفات کا وہ مستحق ہے بیان نہ کرو، چاہے وہ صفات منفی ہوں، یا صفات مثبت، نہ کتاب اللہ سے، نہ سنتِ رسول اللہ ﷺ سے، نہ اُمت کے سلفِ صالحینؒ کے طریق سے۔ لیکن تم صرف اس بات کو دیکھو، جن صفات کو تم اللہ تعالیٰ کے لیے مستحق پاؤ تو انہی کو بیان کرو، چاہے وہ کتاب وسنت میں موجود ہوں یا نہ۔ اور جن کو تم اپنی عقلوں کے زور پر مستحق نہ سمجھو، ان کو ہرگز بیان نہ کرو۔

24 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: یہ لوگ دو فریق ہیں۔ ان میں سے اکثر کہتے ہیں: جس کو تمہاری عقلیں ثابت نہ کریں، تو ان کی نفی کر دو۔ بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: بلکہ اس

بارے میں توقف کرو۔ اور جس کو تمہاری عقلیں نفی کردیں جس میں تم مختلف اور مضطرب ہو جاؤ، ایسا کثیر اختلاف جو روئے زمین پر واقع نہ ہوا ہو، تو اس کی نفی کردو۔ اختلاف اور تنازع میں ایسا ہی کیا کرو۔ حق وہی ہے جو تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ جو کتاب وسنت میں مذکور ہو جو تمہاری عقلوں اور قیاس کے مخالف ہو، اور اس سے وہ ثابت ہوتا ہو جو تمہاری عقلوں میں نہ آسکتا ہو، تو ان میں سے اکثر کے طریقے پر یہ ہے۔ یہ بات جان لو کہ تمہیں آزمایا گیا ہے، اس لیے نہیں کہ تم کتاب اللہ کو سمجھنے والے بن جاؤ، اور نہ اس سے ہدایت حاصل کرنے والے بن جاؤ، لیکن تم شاذ لغات، نامانوس الفاظ اور کلام کے غرائب کی تخریج کرنے میں محنت وکوشش کرو، یا صفات کی دلالت کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تفویض کرتے ہوئے خاموش ہو جاؤ۔ یہ متکلمین کی رائے میں حقیقت الامر ہے۔

☆ یہ سب کچھ وہ ہے جو حافظ ابن تیمیہؒ نے (جوش خطابت سے) کہہ دیا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس میں ان کو گرادیا گیا ہے، اور شیطان نے ان کو لپٹ کر حواس باختہ کردیا ہے۔

3.3.4.13:۔ متشابہ نصوص اور آیاتِ صفات میں تاویل

25 ہم اس سے کہتے ہیں: تم ان صفات کے بارے میں کیا کہو گے جن میں عُیُونٌ (آنکھیں) جمع کے صیغے کے ساتھ ہیں، جَنْبٌ (پہلو) کا ذکر ہے۔ ایک ہی سَاقٌ (پنڈلی) کا ذکر ہے، اور أَیدِیْ (ہاتھوں، جمع کے ساتھ) کا ذکر ہے؟ اگر ہم ان سب جگہ ظاہری معنی ہی مراد لیں تو ایسے شخص کا اثبات لازم ہوگا: جس کا ایک چہرہ ہے جس پر بے شمار آنکھیں ہیں، اس کا ایک ہی پہلو ہے جس پر بے شمار ہاتھ لگے ہوئے ہیں، اور اس کی ایک ہی پنڈلی ہے۔ تو اس شخص سے زیادہ بدصورت کون ہوسکتا ہے؟ اگر ان میں جمع وتفریق کا لحاظ کرتے ہوئے تاویل کرکے اس کے ظاہری معنی کی بجائے دوسرے معنی لیے جائیں؟ (تو کیا حرج ہے)۔ جب کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اُمت کے سلف صالحینؒ نے بھی اس کے معانی کو بیان نہیں کیا ہے؟

تشریح یعنی اگر مدعی ان اعضاء پر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، اقتصار نہ کرے، بلکہ تاویلات

سے کمی وزیادتی کردے۔ تو اس کا مذہب (مجرد ظواہر پر حمل کرنا) باطل ہو جائے گا اور اس کے لیے دلائل عقل کا قبول کرنا ضروری ہوگا۔

26 جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵)

ترجمہ اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پس ہر عاقل یہ جانتا ہے کہ وہ نور جو دیواروں پر، چھتوں پر، راستوں میں اور بیت الخلاء میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ یہ تو کسی مجوسی نے بھی نہیں کہا ہے۔ پھر اگر تو اس کا معنی یہ کرلے کہ وہ آسمان وزمین کا ہادی اور منور ہے۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اُمت کے سلفِ صالحینؒ نے بیان کیوں نہیں کیا ہے؟

27 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق:١٦)

ترجمہ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

اس آیت کا ظاہری مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حلق میں داخل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور سلفِ اُمت نے اس کو بیان نہیں کیا ہے۔

28 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ. (العلق:١٩)

ترجمہ اور سجدہ کرو، اور قریب آجاؤ۔

یہ معلوم ہے کہ تقرب جہت میں نہیں ہے مگر مسافت سے ہی۔ پس اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اُمت کے سلفِ صالحینؒ نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا ہے؟

29 اسی طرح کی یہ آیات بھی ہیں:

۱ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ:١١٥)

ترجمہ اور مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ لہٰذا جس طرف بھی رُخ کروگے، وہیں اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے۔

۲ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا. (الفجر:٢٢)

ترجمہ اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدانِ حشر میں) آئیں گے۔

۳ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَأَتَى اللَّهُ بُنيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (النحل:۲۶)

ترجمہ پھر ہوا یہ کہ (منصوبوں کی) جو عمارتیں انہوں نے تعمیر کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکا۔

۴ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ. (الانبیاء:۲)

ترجمہ جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے

30 جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً"۔

(بخاری: کتاب التوحید: رقم: ۷۴۰۵)

ترجمہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں"۔

۲ اور جو صحیح حدیث میں آیا ہے:

وَأَجِدُ نَفَسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ.

ترجمہ میں تمہارے رب کا نفس یمن کی طرف سے محسوس کرتا ہوں۔

نوٹ مسند احمد کی پوری حدیث کا متن یہ ہے:

حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ شَبِيبٍ أَبِي رَوْحٍ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدِّثْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا إِنَّ الْإِيمَانَ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةَ يَمَانِيَةٌ، وَأَجِدُ نَفَسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ۔ وَقَالَ أَبُو الْمُغِيرَةِ: مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ۔ أَلَا إِنَّ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ، وَقَسْوَةَ الْقَلْبِ فِي الْفَدَّادِينَ أَصْحَابِ الشَّعْرِ، وَالْوَبَرِ، الَّذِينَ يَغْتَالُهُمُ الشَّيَاطِينُ عَلَى أَعْجَازِ الْإِبِلِ". (مسند احمد رقم ۱۰۹۷۸ طبع مؤسسۃ الرسالۃ)

۳ فرمان نبوی ہے:

الحجر الأسود يمين الله في الأرض

ترجمہ حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

تخریج اس حدیث کی تخریج میں علامہ اسماعیل بن محمد العجلونیؒ فرماتے ہیں:

الحجر الأسود يمين الله في أرضه.

رواه الطبراني في معجمه وابو عبيد القاسم بن سلام عن ابن عباس -رضي الله عنهما- رفعه، وذكر ابن ابي الفوارس في تاسع مخلصياته عن ابن عباس -رضي الله عنهما- ايضا انه قال: الحجر يمين الله عز وجل في الأرض، فمن لم يدرك بيعة رسول الله صلى الله عليه وسلم فمسح الحجر، فقد بايع الله ورسوله". وكذا أخرجه الأزرقي في تاريخه، واخرجه ايضا عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: "الركن يمين الله في الأرض يصافح بها عباده كما يصافح احدكم اخاه". وفي لفظ: "أن هذا الركن الأسود يمين الله عز وجل في الأرض، يصافح بها عباده مصافحة الرجل أخاه". ورواه القضاعي

أيضا عن ابن عباس رضي الله عنهما موقوفا عليه، لكنه صحيح بلفظ:"الركن يمين الله عز وجل يصافح بها خلقه، والذي نفس ابن عباس بيده ما من مسلم يسأل الله عنده شيئًا إلا أعطاه إياه ومثله، مما لا مجال للرأي فيه". وله شواهد فالحديث حسن وإن كان ضعيفًا بحسب أصله كما قال بعضهم:منها ما رواه الديلمي عن أنس بلفظ:
"الحجر يمين الله، فمن مسحه بيمينه فقد بايع الله".

ومنها ما رواه الحارث بن أبي أسامة في مسنده عن جابر بلفظ:
"الحجر يمين الله في الأرض،يصافح بها عباده". ومعناه كما قال المحب الطبري:أن كل ملك إذا قدم عليه قبلت يمينه، ولما كان الحاج والمعتمر يسن لهما تقبيله نزل منزلة يمين الملك على سبيل التمثيل ولله المثل الأعلى؛ ولذلک من صافحه كان له عند الله عهد كما أن الملک يعطي العهد بالمصافحة.

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس، ج١ص٤٠٢رقم١١٠٩. المؤلف:إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى:١١٦٢ھ). الناشر:المكتبة العصرية.تحقيق: عبد الحميد بن احمد بن يوسف بن هنداوي.الطبعة:الأولى١٤٢٠ھ)

۴ حضور اکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:
"أنا جليس من ذكرني".

ترجمہ میں اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔

تخریج اس حدیث کی میں تخریج میں علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی ؒ فرماتے ہیں:
"أنا جليس من ذكرني".

رواه الديلمي بلا سند عن عائشة مرفوعًا، وعند البيهقي في الشعب عن أبي بن كعب قال: قال موسى عليه الصلاة والسلام:يا رب! أقريب أنت فأناجيک،أو بعيد فأناديک؟ فقيل له:يا موسى! أنا

جليس من ذكرني.

ونحوه عند ابي الشيخ في الثواب عن كعب، والبيهقي ايضا في موضع آخر ان ابا اسامة قال لمحمد بن النضر: اما تستوحش من طول الجلوس في البيت؟ فقال: ما لي استوحش وهو يقول: انا جليس من ذكرني.

واخرجه ابو الشيخ عن محمد بن نضر الحارثي انه قال لابي الأحوص: اليس تروى انه قال: انا جليس من ذكرني؟ فما أرجو بمجالسة الناس.

وعند البيهقي معناه في المرفوع عن ابي هريرة أنه قال: سمعت ابا القاسم ﷺ، يقول: إن الله عز وجل قال: أنا مع عبدي ما ذكرني وتحركت بي شفتاه. ورواه الأوزاعي عن أبي هريرة موقوفًا ومرفوعًا والمرفوع أصح، ورواه الحاكم وصححه عن أنس بلفظ: قال الله تعالى: عبدي أنا عند ظنك بي، وأنا معك إذا ذكرتني.

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس، ج۱ص۲۲۹رقم ۶۱۱. المؤلف: إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: ۱۱۶۲ھ). الناشر: المكتبة العصرية. تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هنداوي. الطبعة: الأولى ۱۴۲۰ھ)

3.3.4.14:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے شبہات کا جواب

31 یہ سب دلائل بیان ہو چکے ہیں۔ کیا مجسمہ عقیدہ رکھنے والا یہ کہہ کر مامون ہو سکتا ہے؟ جب وہ تجھ سے یوں کہے گا: ان احادیث کے ظواہر کی کثرت کی وجہ سے احادیث جہت کا غالب ہونا کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ گی جسمیت میں کہتا ہے، حالانکہ اس نے کوئی چیز پیش نہیں کی ہے جو اس کے ظواہر کے خلاف بیان کرتی ہو، نہ اللہ تعالیٰ سے، نہ رسول اللہ ﷺ سے، نہ اُمت کے سلف

صالحینؒ سے۔پس اس وقت وہ مجسمہ تیرے صاع سے ناپے ہوئے پیمانہؐ سے ہی ناپے گا، اور وہ تجھ سے یوں کہے گا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے، تو پھر تو کتاب وسنت کو چھوڑنے والے (بغیر کتاب کے، بغیر سنت کے) ان سے زیادہ ہدایت والے ہوں گے۔ اگر تو یہ کہے: عمومیات اس ظواہر کے خلاف بیان ہو چکی ہیں۔ ہم تو جسمیت کی نفی کرنے والے دلائل کو نہیں پاتے مگر وہ جہت کی بھی نفی کرتے ہیں۔

پھر تو عقیدۂ تناسخ رکھنے والوں سے اپنے آپ کو کیسے مامون سمجھے گا؟ جب وہ اس آیت سے مذہب نکال لے گا۔

فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ. (انفطار:۸)

جس صورت میں چاہا، اُس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

اور معطلہ سے جو ان آیات سے اپنی مراد نکال لیتے ہیں:

مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ (البقرہ:۶۱)

وہ چیزیں جو زمین اگایا کرتی ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ. (یٰس:۳۶)

پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں، اُس پیداوار کے بھی جو زمین اُگاتی ہے، اور خود انسانوں کے بھی، اور اُن چیزوں کے بھی جنہیں یہ لوگ (ابھی) جانتے تک نہیں ہیں۔

پس اس وقت تو کوئی راستہ نہیں پائے گا جب تیرے گلے میں یہ پھندا بن کر اٹک جائے گا مگر جب تو ان کے ساتھ خارجی دلائل سے سہارا لے گا۔

تیرے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ شافعیہ، حنفیہ اور مالکیہ کے اقوال اس بات کے ملزوم ہیں کہ لوگوں کو بغیر کتاب اللہ اور بغیر سنتِ رسول اللہ ﷺ چھوڑ دیا جائے تو وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ کیا تیرے خیال میں انہوں نے تیرے اوپر کفر کا فتویٰ لگایا ہے یا نہ؟

33 پھر تو نے متکلمینؒ کے کلام کا مقتضی یہ بتایا ہے: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اُمت کے سلف صالحینؒ نے عقیدہ ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ ان متکلمینؒ نے اس کو بیان کیا ہے۔ پس تو ہمیں یہ بات بتلا دے: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اُمت کے سلف صالحینؒ نے اس کو بیان کیا تھا۔ پھر تو ان سے بیان کر کہ انہوں نے وہ کہا تھا جو تو کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، سفل میں نہیں۔ اللہ کی طرف اشارۂ حسیہ کرنا جائز ہے''۔ پھر جب تو اس عقیدہ کو کتاب اللہ، کلام رسول اللہ ﷺ، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے کلام، مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے سبقت اسلام کرنے والوں کے کلام میں، بلکہ ان میں سے کسی کے کلام میں بھی نہیں پاتا ہے۔ تو پھر تو اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے واپس لوٹ جا۔ اور یہ بات کہنے والا بن جا: تحقیق میں نے قوم کو الزام دیا ہے، جب کہ وہ اس الزام کے لائق نہ تھے۔ اور اگر ان کو الزام لگایا گیا ہے، تو تیرے اوپر ملامت لازم ہے۔

34 پھر تو نے متکلمینؒ کے بارے میں کہا ہے: وہ کہتے ہیں: جو تمہارے عقلی قیاس کے موافق ہو، اس کو تو بیان کرو، ورنہ اس کی نفی کر دو۔ اس قوم نے تو ایسا نہیں کہا ہے، بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کمال کا ثبوت واجب ہے، اور صفات نقص کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے۔

35 ان لوگوں نے یوں کہا ہے: جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے وارد ہوا ہے اس کو عرب کی لغت پر پیش کرنا چاہیے، جن کی لغت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (ابراہیم:۴)

ترجمہ اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا، خود اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تا کہ وہ ان کے سامنے حق کو اچھی طرح واضح کر سکے۔

جس معنی کو عرب سمجھتے ہوں تم بھی اس معنی کو سمجھ لو، اور جو معنی اس کے خلاف ہو تو تم اس

کلام کو ایسے پھینک دو جیسا کہ پرانے پیوند لگے ہوئے جوتے کو پھینک دیا جاتا ہے۔
اور اس قول کو بیت الخلاء کی دیواروں پر مار دو۔

36 اس شخص کے برپا کیے ہوئے فساد کو دور کرنے کے بعد پھر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک الگ فصل قائم کریں گے، جس میں ان آیات کے اس طرح بیان ہونے کی وجوہات بیان کریں گے۔ یہ اس برپا کیے ہوئے فساد کو جلد ہی مٹا دے گا، جس کو مؤمنین کی جماعت کی مخالفت میں اختیار کیا گیا ہے اور ملتِ اسلامیہ پر ایک برا قول لگا دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ ملحدین اور قرآن میں طعن و تشنیع کرنے والے ذلیل لوگوں کا پسِ خوردہ ہے۔ ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی گمراہی کو بیان کر دیں گے۔

37 اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ کون ہے جو فلاسفہ اور ہندوؤں کی اولاد میں سے ہے؟ پھر اگر یہ غافل انسان حیا سے کام لے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ علمائے اُمت کی تعداد کتنی زیادہ ہے! پھر کیا اس نے دیکھا ہے کہ کس نے فلسفیوں، ہندوؤں، رومی اور فارسی لوگوں کا رد کیا ہے، جن کو اس شخص نے انہی لوگوں کی اولاد کہا ہے؟ کیا ان لوگوں نے ان کے ہی رد پر اکتفاء کیا ہے جس قوم کو عقل و بصیرت اور ادراک و شعور ہی نہیں ہے؟ پھر ان لوگوں نے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات کریں ان لوگوں کے سامنے جو منقولات کے ہی منکر ہیں، اور منکرین نبوت کا رد بھی منقولات سے ہی کریں یہاں تک کہ حلق میں اترنے والا لقمہ بن جائے؟ ہنسی مذاق اڑانے والوں کے لیے ہنسی کی چیز؟ دشمنوں کے لیے شماتت (مصیبت پر خوش ہونا)؟ حاسدین کے لیے فرحت؟ حضرت امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ کے قصہ میں عبرت پکڑنے والوں کے لیے عبرت کا کافی سامان ہے۔

37 پھر اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امورِ عامہ جب ان سے نفی کر دی جائے تو وہ سر بستہ راز کے طور پر دلالت کرتے ہیں۔
ہم کہتے ہیں: اسی طرح مجسمہ فرقہ کے لوگ بھی تجھ سے یہی کہیں گے: امورِ عامہ کی دلالت جسمیت کی نفی سے ایک سر بستہ راز ہی ہے۔

38 اس کے بعد کہا: يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ! کیسے جناب رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی ایسا

نہیں فرمایا ہوگا، اور سلف صالحینؒ میں سے کسی نے بھی نہ فرمایا ہوگا: یہ آیات اور احادیث ان پر اعتقاد نہ رکھو جس پر یہ دلالت کرتی ہیں؟

تو اس شخص سے یہی بات کہی جائے گی: کون سی چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یوں کہتے کہ ایسا اعتقاد نہ کرو؟ یہ تو ان کو خالص برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔

پھر تجھ سے مجسمہ فرقہ کے لوگ کہنے لگیں: یَا سُبْحَانَ اللّٰہ! جب جناب رسول اللہ ﷺ، اور نہ سلفِ صالحینؒ میں سے کسی نے ایسا کہا ہے: اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں۔ اور نہ انہوں نے یہ کہا ہے: وہ احادیث جو جسمیت کے لیے موہم ہیں ان کے ظاہر پر اعتقاد نہ کرو؟

3.3.4.15:۔فرقۂ ناجیہ: اہل السنّت والجماعت

39 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے نبی اکرم ﷺ کے قول مبارک سے استدلال کیا ہے، جس میں فرقۂ ناجیہ کا ذکر ہے:

"هُوَ من كَانَ على مثل مَا أنا عَلَيْهِ الْيَوْم وأصحابي"

ترجمہ فرقۂ ناجیہ والے وہ لوگ ہوں گے جو اس دین کے مشابہ ہوں گے جس پر میں آج کے دن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

تنبیہ اس حدیث کی روایات کے طرق میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنَّ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً، لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ. وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً. وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً". قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۱؛ ترمذی رقم ۲۶۴۲)۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرفوع حدیث ہے: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''بلا شبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے جنتی ہوں گے)''۔

وَفِی رِوَایَۃِ أَحْمَدَ، وَأَبِی دَاوُدَ، عَنْ مُعَاوِیَۃَ: ''ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِی النَّارِ، وَ وَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ،وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ،وَإِنَّہُ سَیَخْرُجُ فِی أُمَّتِی أَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْأَھْوَاءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ، لَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَہٗ.

(مشکوۃ رقم ۱۷۲؛ مسند احمد ج ۲ ص ۷۷ ارقم ۱۶۰۶۱ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء ابوداؤد رقم ۴۵۹۷، قال الالبانی: حسنؒ)

مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ''الجماعت'' ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا۔

تفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلھن فی النار إلا واحدۃ ما أنا علیہ الیوم وأصحابی (الطبرانی فی الأوسط عن أنس)

(جامع الأحاديث رقم ۱۰۸۸۷)

تخریج أخرجه الطبراني في الأوسط ج۵ص ۱۳۷۔رقم ۴۸۸۶)۔وأخرجه ایضًا: في الصغير ج۲ص ۲۹،رقم ۷۲۴. قال الهيثمي ج۱ص ۱۹۸:فيه عبد الله بن سفيان. قال العقيلي: لا يتابع على حديثه هذا وقد ذكره ابن حبان في الثقات. والضياء ج۷ص ۲۷۷،رقم ۲۷۳۳۔

۴ سيأتي على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثل بمثل حذو النعل بالنعل حتى لو كان فيهم من نكح أمه علانية كان في أمتي مثله إن بني إسرائيل تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلها في النار غير واحدة قيل وما تلك الواحدة قال ما أنا عليه اليوم وأصحابي (والحاكم، وابن عساكر عن ابن عمرو.

(جامع الأحاديث رقم ۱۳۱۸۰)

تخریج أخرجه الحاكم ج۱ص ۲۱۸،رقم ۴۴۴؛وابن عساكر ج۱۳ص ۹۸.

☆ پھراس مدعی نے کہا: پس کیوں نہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اعتقاد کی آیات میں ظاہر قرآن سے تمسک (دلیل پکڑے) کرے گا، وہ گمراہ ہوگا۔ بیشک ہدایت کا راستہ تمہاری عقلوں کی مقیاس کی طرف رجوع کرنا ہے۔

ناظرین کو یہ بات جاننی چاہیے کہ یہاں ششدر کردینے والی، ملمع سازی، اور تکلفات سے بھرپور چیزیں ہیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اورآپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کا طریقہ یہ تھا: ”صفات کے بارے میں کلام سے رک جانا“۔ پس ہم اس کے امر کرنے والے نہیں ہیں، اور وہ اس سے ساکت نہیں ہے، بلکہ ان کا طریقہ کلام ہے۔اوراس جماعت نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف اشارۂ حسیہ کو جائز قراردیا۔ کاش مجھے کوئی بتائے! جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کے کون زیادہ موافق ہے؟ لیکن کہنے والے نے سچ کہاہے: ”رمتني بدائها وانسلت “۔یعنی مجھے تو اس کی بیماری لگادی اور وہ چلی گئی۔

41 پھر مجسمہ فرقہ کے لوگ بھی ہو بہو اس شخص سے کہہ سکتے ہیں جو اس نے ہم سے کہا ہے۔ہم اس سے کہتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ تو نہیں کہا ہے: ''نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کرنا جائز ہے''۔ پھر اگر وہ کہے: یہ سلفؒ کا طریقہ اور صحابہ کرام ؓ کا طریقہ ہے۔ہم کہتے ہیں: یہ بات تم نے کہاں سے نکالی ہے؟ پھر تو تم کسی بھی بدعتی شخص سے مامون نہیں ہو سکتے جب وہ بھی ایسا ہی دعویٰ کرلے۔

3.3.4.16:۔حافظ ابن تیمیہؒ کی غلط بیانی

42 پھر اس مدعی نے مزید کہا اور اس کی نسبت بیان کرتے ہوئے اس قول کو یہودیوں کے تلامذہ، مشرکین اور صائبین فرقہ کے گمراہ لوگوں سے ماخوذ بتلایا۔اس کا کہنا ہے: سب سے پہلے اس اس عقیدہ کو لینے والا جعد بن درہم (المتوفی ۱۱۸ھ) تھا۔ پھر اس سے اس عقیدہ کو حاصل کرنے والا الجہم بن صفوان (المتوفی ۱۲۸ھ) تھا۔اسی نے ہی اس کو پھیلایا تو یہ عقیدہ جہمیہ اسی کی طرف منسوب ہوگیا۔مزید لکھتے ہیں: جعد نے اس کو بیان بن سمعان سے لیا تھا اور بیان بن سمعان نے اس کو طالوت ابن اخت لبید بن اعصم سے لیا تھا۔اور طالوت نے اس کو لبید بن اعصم یہودی سے لیا تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا۔ پھر کہا: اس جعد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حران علاقہ کا رہنے والا تھا۔

43 تو اس شخص سے کہا جائے گا: اے مدعی! تو نے یہ کہہ کر کہ یہ عقیدہ یہودیوں کے تلامذہ سے ماخوذ ہے، تو نے بنیادی اور ضروری باتوں کی ہی مخالفت کردی ہے۔یہ بات تمام خواص اور اکثر عوام کو معلوم ہے کہ یہودی مجسمہ اور مشبہہ ہیں، تو پھر کیسے تجسیم اور تشبیہ عقیدہ کی ضد ان سے اخذ کی جاسکتی ہے؟ مشرکین تو بتوں کے پجاری ہیں۔ائمہ دینؒ نے تشریح کی ہے کہ بتوں کے پجاری مشبہہ کے تلامذہ ہیں۔رہے صابئین فرقہ کے لوگ، تو ان کے شہر اور اقلیم مشہور و معروف ہیں۔کیا ہم ان کے رہنے والے ہیں یا ہمارے مخالف؟ رہا جعد بن درہم تو وہ تو حرانی ہے (جیسا یہ مدعی بھی حرانی ہے)۔ پھر

نسبت بھی تو صحیح ہے۔ یہ سند کی ترتیب جو اس مدعی نے ذکر کی ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس سے اس بارے میں پوچھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے گھات میں ہیں۔ کاش یہ اس کے پیچھے یہ بھی بیان کرتا کہ اس مدعی کا عقیدہ اور اس کی سند وہ ہے کہ فرعون نے گمان کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ آسمان میں ہے۔

44 پھر اس مدعی نے اس مقالہ کو بشر المریسی (المتوفی ۲۱۸ھ) کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ وہ تاویلات ہیں جن کو ائمہ نے باطل قرار دیا ہے، اور ان کے ساتھ بشر کا رد بھی کیا ہے۔ اور جو استاذ ابو بکر ابن فورکؒ (المتوفی ۴۰۶ھ) اور امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) نے ذکر کیا ہے، وہی ہے جو بشر مریسی نے ذکر کیا ہے۔

یہ باطل اور ردی بات ہے۔ یہ بات پختہ نظر کی کسوٹی پر ثابت نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی فکرِ سلیم کے معیار پر پورا اتر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بات محال ہے کہ ائمہ کرام، بشر کا ان باتوں پر رد کریں جو اہل عرب کہتے ہیں۔ ان دونوں جلیل القدر ائمہ کرام نے وہی کچھ فرمایا ہے جو اہل عرب نے کہا ہے۔ بشر کا انکار نہیں کیا گیا مگر اس وجہ سے جو اس نے لغت عرب کی مخالفت میں کہا ہے؟ اس نے وہ باتیں کہیں جو اہل عرب نے نہیں کہی تھیں۔

3.3.4.17:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے ذکر کردہ دلائل کا جواب

1 حضرت امام اوزاعیؒ (المتوفی ۱۵۷ھ) کا قول

45 پھر اس شخص نے اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کرنی شروع کر دی جو اس نے اس عقیدہ کی نسبت حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کی طرف کی تھی۔ اور ان کے اقوال نقل کرنے شروع کیے۔ تو اس نے کہا: حضرت امام اوزاعیؒ (المتوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے جب کہ تابعینؒ کثرت سے موجود تھے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

تنبیہ حضرت امام اوزاعیؒ کا پورا کلام اس طرح منقول ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيُّ بِبَغْدَادَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْمِصِّيصِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ، يَقُولُ: كُنَّا ـ وَالتَّابِعُونَ مُتَوَافِرُونَ ـ نَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ ـ تَعَالَىٰ ذِكْرُهُ ـ فَوْقَ عَرْشِهِ، وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ جَلَّ وَعَلَا. (کتاب الاسماء والصفات رقم ۸۶۵)

ترجمہ حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے جب کہ تابعینؒ کثرت سے موجود تھے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں حدیثیں منقول ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم اس کو کہتے ہیں: سب سے پہلے تو نے حضرت امام اوزاعیؒ، ان کے طبقہ کے لوگوں اور ان کے بعد کے طبقات سے شروع کیا ہے۔ تو پھر حضرات مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سابقین اور اولین کے اقوال کہاں ہیں؟ رہا حضرت امام اوزاعیؒ کا قول، تو تو نے ان کی مخالفت کر دی ہے۔ اور تو ان کی بات نہیں کہی ہے۔ اس لیے کہ تیرا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر نہیں ہیں، کیونکہ تو نے اس بات کا اقرار کیا کہ عرش اور آسمان سے مراد اور کچھ نہیں ہے مگر جہت علو۔ اور تو نے کہا ہے: فوق عرش اور آسمان سے مراد یہی ہے۔ لہٰذا تو نے صریحاً حضرت امام اوزاعیؒ کے قول کی مخالفت کر دی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات ملحوظ رہے کہ تو نے کبھی وہ بات نہیں کی ہے جس کا کوئی خاص مفہوم سمجھ میں آتا ہو۔ اس لیے کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ آسمان عرش کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ ایک بڑے چٹیل میدان میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑا ہوا ہو۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو پھر حضرت امام اوزاعیؒ کے اس قول کی صحت کہاں سے ثابت ہے؟ اس سے مسامحت کرتے ہوئے، حضرت امام اوزاعیؒ نے یہ تو نہیں کہا ہے: اللہ تعالیٰ عرش پر حقیقۃً ہیں۔ یہ حقیقۃً والی زیادت کہاں سے بیان کی ہے؟!

46 حضرت امام مالک بن انسؒ (المتوفی ۱۷۹ھ)، حضرت امام لیثؒ (المتوفی ۱۶۱ھ) اور حضرت امام اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ وہ سب ان احادیث صفات کے بارے

میں فرماتے ہیں: ''ان کو ایسے ہی بیان کرو، جیسے وہ منقول ہوئی ہیں''۔
تو پھر اس شخص سے کہا جائے گا: جس بات کا ان ائمہ دین نے حکم دیا ہے، تونے اپنے آپ کو اس تک محدود کیوں نہیں رکھا ہے؟ بلکہ تونے اللہ تعالیٰ کے لیے جہتِ علو کو گھڑ لیا ہے، حالانکہ اس بارے میں کوئی خبر وارد ہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر تو زمین کے برابر سونا بھی اس بات کے لیے خرچ کردے کہ تو کسی عالم ربانی سے ایسی بات سن لے گا، تو تو اس سے اپنے آپ کو خوش نہیں کرسکے گا، بلکہ تونے ان کے کلام میں اپنی مرضی سے تصرف کیا اور ان سے وہ بات نقل کی جو تیرے دل میں آئی ہے۔ تونے اس بات کا حکم نہیں دیا، نہ اس کا اقرار کیا اور نہ تونے ان کی باتوں کو تسلیم کیا ہے، جو ان ائمہ کرام سے منقول ہوئی ہیں۔

2 حضرت امام ربیعۃ الرائے. (المتوفی ۱۳۶ھ) اور حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) کے اقوال

47 حضرت امام ربیعۃ الرائے (المتوفی ۱۳۶ھ) اور حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) سے مروی ہے: ''الاستواء غیر مجهول''۔ یعنی استواء مجہول نہیں ہے۔
کاش مجھے کوئی بتائے! کس نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے؟ بلکہ تیرا خیال یہ ہے کہ اس کے وہ معنی متعین ہیں جس کی تونے تعیین کردی ہے۔ تیرا ارادہ یہ ہے کہ اس معنی کی نسبت ان دونوں جلیل القدر اماموں حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ربیعۃ الرائےؒ کی طرف کردی جائے۔ ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

تنبیہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کی تفسیر استواء کی اس علم کے ساتھ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت میں ہیں اور وہ جہتِ علو میں ہیں اور یہ کہ وہ عرش پر ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

1 وروى الخلال بإسناد كلهم أئمة (ثقات) عن سفيان بن عيينة، قال: سُئل ربيعة بن أبى عبد الرحمن عن قوله تعالى: ''الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ

اسْتَوٰى" (طـه:٥)، كيف استوى؟ قال: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، ومن اللّـه الرسالة، وعلى الرسول البلاغ المبين، وعلينا التصديق.

٢ وهذا الكلام مروى عن مالك بن أنس تلميذ ربيعة من غير وجه.
منها: ما رواه أبو الشيخ الأصبهاني، وأبو بكر البيهقي، عن يحيى بن يحيى قال: كنا عند مالك بن أنس، فجاء رجل، فقال: يا أبا عبد اللّٰه! "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"، كيف استوى؟، فأطرق مالك برأسه حتى علاه الرُّحَضَاء، ثم قال: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وما أراك إلا مبتدعًا، ثم أمر به أن يُخرج اهـ.

٣ فقول ربيعة ومالك: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول موافقٌ لقول الباقين: أمِرُّوها كما جاءت بلا كيف، فإنما نفوا علم الكيفية، ولم ينفوا حقيقة الصفة.

ولو كان القوم قد آمنوا باللفظ المجرد من غير فهم لمعناه على ما يليق باللّٰه لما قالوا: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، ولما قالوا: أمِرُّوها كما جاءت بلا كيف، فإن الاستواء حينئذٍ لا يكون معلومًا، بل مجهولاً بمنزلة حروف المعجم.

وأيضًا: فإنه لا يحتاج إلى نفى علم الكيفية، إذا لم يفهم من اللفظ معنى، وإنما يحتاج إلى نفى علم الكيفية إذا أثبتت الصفات.

وأيضًا: فإن من ينفي الصفات الخبرية أو الصفات مطلقًا لا يحتاج أن يقول: بلا كيف، فمن قال: إن اللّـه سبحانه وتعالى ليس على العرش، لا يحتاج أن يقول: بلا كيف، فلو كان من مذهب السلف نفى الصفات في نفس الأمر لما قالوا: بلا كيف.

(الفتوى الحموية الكبرى، ص٣٠٣ تا ٣٠٦. المؤلف: تقي الدين أبو العباس

أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبى القاسم بن محمد ابن تيمية الحرانى الحنبلى الدمشقى (المتوفى ۷۲۸ھ). المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجرى. الناشر: دار الصميعى، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية ۱۴۲۵ھ)

جواب یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے روایت کے الفاظ تین طریقوں سے منقول ہیں:

1 الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول

ا أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ، أنا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ زَيْرَكَ الْيَزْدِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ النَّضْرِ النَّيْسَابُورِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى، يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه: ۵)، كَيْفَ اسْتَوٰى؟ قَالَ: فَأَطْرَقَ مَالِكٌ رَأْسَهُ، حَتّٰى عَلَاهُ الرُّحَضَاءُ. ثُمَّ قَالَ: اَلِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ، وَمَا أَرَاكَ إِلَّا مُبْتَدِعًا، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُخْرَجَ.

قَالَ الشَّيْخُ: وَعَلَى مِثْلِ هٰذَا دَرَجَ أَكْثَرُ عُلَمَائِنَا فِي مَسْأَلَةِ الِاسْتِوَاءِ وَفِي مَسْأَلَةِ الْمَجِيءِ وَالْإِتْيَانِ وَالنُّزُولِ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا" (الفجر: ۲۲). وَقَالَ: "هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ" (البقرة: ۲۱۰).

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث ص۱۱۶۔ المؤلف: أحمد بن الحسين بن على بن موسى الخُسْرَوْجِردى الخراسانى، أبو بكر البيهقى (المتوفى ۴۵۸ھ)۔ المحقق: أحمد عصام الكاتب. الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت. ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ حضرت امام بیہقیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰؒ فرماتے ہیں

کہ ہم حضرت امام مالکؒ کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! قرآن مجید میں ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی. (سورت طٰہٰ:۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) سر نیچے جھکا لیا اور خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر فرمایا: ''استواء مجہول نہیں ہے اور کیفیت غیر معقول (سمجھ میں نہ آنے والی) ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے۔ اے سائل تو بلاشبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے''۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اس کو یہاں سے نکال دو''۔

ذَكَرَهُ عَلِيُّ بْنُ الرَّبِيعِ التَّمِيمِيُّ الْمُقْرِىءُ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَ: ثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه:۵)، كَيْفَ اسْتَوَى قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ مَالِكًا وَجَدَ مِنْ شَيْءٍ كَمَوْجِدَتِهِ مِنْ مَقَالَتِهِ، وَعَلَاهُ الرُّحَضَاءُ. يَعْنِي الْعَرَقَ. قَالَ: وَأَطْرَقَ الْقَوْمُ، وَجَعَلُوا يَنْتَظِرُونَ مَا يَأْتِي مِنْهُ فِيهِ، قَالَ: فَسُرِّيَ عَنْ مَالِكٍ، فَقَالَ: الْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَالِاسْتِوَاءُ مِنْهُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ. فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ ضَالًّا، وَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ.

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج۳ص۴۴۱رقم ۶۶۴. المؤلف: أبو القاسم هبة اللّٰه بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالكائی (المتوفی ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدی. الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ)

حضرت امام ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللالکائیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام مالکؒ کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! قرآن مجید میں ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ

اسْتَوٰی. (سورت طٰہٰ:۵)(وہ بڑی رحمت والاعرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو اس کی اس بات سے حضرت امام مالکؒ پر (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بناپر) میں نے ایسی کیفیت طاری ہوتی دیکھی کہ میں نے ایسی کیفیت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور خوف سے پسینہ پسینہ ہوگئے۔ وہ فرماتے ہیں: لوگ خاموش ہور ہے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ فرماتے ہیں: حضرت امام مالکؒ کی حالت کچھ دیر بعد سنبھلی۔ پھر فرمایا: ''کیفیت غیر معقول (سمجھ میں نہ آنے والی) ہے اور استواء مجہول نہیں ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے۔ اے سائل میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تو گمراہ نہ ہوجائے''۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اس کو یہاں سے نکال دو''۔

2 استوٰی کما وصف بہ نفسہ ولایقال کیف وکیف عنہ مرفوع

۳ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ كما قال الحافظ في الفتح، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ. فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، كَيْفَ اسْتَوَى؟ فَأَطْرَقَ مَالِكٌ فَأَخَذَتْهُ الرُّحَضَاءُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى كَمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَكَيْفَ عَنْهُ مَرْفُوعٌ. وَمَا أَرَاكَ إِلَّا صَاحِبَ بِدْعَةٍ ،أَخْرِجُوهُ.

(فتح الباری ج۱۳ص ۴۹۸طبع دارالسلام، ریاض؛ کتاب الاسماء والصفات رقم ۸۶۶)

ترجمہ حضرت امام بیہقیؒ نے سند جید کے ساتھ بیان کیا ہے (جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے) کہ حضرت عبداللہ بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! قرآن مجید میں ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی. (سورت طٰہٰ:۵)(وہ بڑی رحمت والاعرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور

اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) سر نیچے جھکا لیا اور خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر سر اُٹھایا اور فرمایا: ''وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی اس صفت کو بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ''کیف'' (کیفیت) کا سوال نہیں کیا جا سکتا۔ اور کیف (کیفیت) تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ اے سائل تو بلا شبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے''۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اس کو یہاں سے نکال دو''۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے صفت ''استویٰ'' کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر کے تفصیل سے سکوت فرمایا اور صرف ان الفاظ پر اکتفاء کیا: ''كَمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ''۔ اور کیفیت کو جو اجسام کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ سے منفی کیا۔

سألتَ عن غيرمجهول وتكلمتَ في غير معقول

قال ابن عبد البر: قال بَقيٌّ: وحدَّثنا أيوب بن صلاح المخزومي بالرَّملة، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكٍ اذ جاءهُ عراقي. فَقَالَ له: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! مسألة أريد أن أسألك عنها. فطأطأ مالك رأسه، فقال: يا أبا عبداللّٰه! الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، كَيْفَ اسْتَوٰى؟ قال: سألتَ عن غير مجهول وتكلمتَ في غير معقول. انک امرؤُ سوءٍ أَخْرِجُوهُ. فأخذوا بضبعيه فأخرجوه.

(التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد ج٧ ص١٥١. المؤلف: أبوعمر يوسف بن عبد اللّٰه بن عبد البر النمري. طبع وزارة عموم الأوقاف والشؤون الاسلامية المغرب، ١٣٨٧ھ)

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: حضرت بقیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ایوب بن صلاح مخزومیؒ نے رملہ میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک عراق کا رہنے والا شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ!

میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت امام مالکؒ نے اثبات میں سر ہلایا۔ تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! قرآن مجید میں ہے: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی. (سورت طٰہٰ: ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے غیر مجہول کے بارے میں سوال کر دیا اور تو نے غیر معقول کلام کیا ہے۔ اے سائل تو بلاشبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے"۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: "اس کو یہاں سے نکال دو"۔ پس انھوں نے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور اس کو باہر نکال دیا۔

نوٹ تو یہاں اس روایت میں "کیف" کی باقاعدہ نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت امام مالکؒ کے استاذ حضرت ربیعۃ الرائے اور اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔

4 ثبوت لفظ الاستواء غير مجهول عن غير مالک

۵ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ كُبَيْشَةَ أَبُو يَحْيَى النَّهْدِيُّ، بِالْكُوفَةِ فِي جَبَّانَةِ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كِنَانَةَ مُحَمَّدُ بْنُ أَشْرَسَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: ثَنَا أَبُو عُمَيْرٍ الْحَنَفِيُّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ فِي قَوْلِهِ: "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه: ۵). قَالَتْ: "الْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَالِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْإِقْرَارُ بِهِ إِيمَانٌ وَالْجُحُودُ بِهِ كُفْرٌ. (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج ۳ ص ۴۴۰، ۴۴۱ رقم ۶۶۳. المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبرى الرازى اللالكائى (المتوفى ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدى. الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ)

۶ وَمِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ نَحْوُ الْمَنْقُولِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ لَكِنْ قَالَ فِيهِ: "وَالْإِقْرَارُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ".

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۹۸ طبع دارالسلام، ریاض)

حضرت امام مالکؒ سے ہی حضرت اُمّ سلمہؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، لیکن اس میں ہے کہ صفات کا اقرار واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ شَيْنَكٍ النَّهَاوَنْدِيُّ، قَالَ: ثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ يَحْيَى دَاوُدُ النَّهَاوَنْدِيُّ بِنَهَاوَنْدَ سَنَةَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَثَلَاثِمِائَةٍ قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَبِيعَةُ عَنْ قَوْلِهِ "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه: ۵)، كَيْفَ اسْتَوَى؟ قَالَ: "الِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَمِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّصْدِيقُ".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج ۳ ص ۴۴۱، ۴۴۲، رقم ٦٦٥، المؤلف: أبو القاسم هبة اللّٰه بن الحسن بن منصور الطبرى الرازى اللالكائى (المتوفى ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدى. الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ)

وَمِنْ طَرِيقِ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ؟ فَقَالَ: الِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَعَلَى اللّٰهِ الرِّسَالَةُ وَعَلَى رَسُولِهِ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيمُ.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۹۷ طبع دار السلام، ریاض؛ کتاب الاسماء والصفات رقم ۸۶۸ طبع جدہ)

حضرت امام مالکؒ کے استاذ حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر کیسے استواء ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: "استواء کا لفظ مجہول نہیں ہے اور کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وحی کو اتارنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس وحی کو پہنچانے والے ہیں اور ہمارے ذمہ اس کو تسلیم کرنا ہے"۔

الكيف للمجسم (کیف کا لفظ مجسم کے لیے ہے)

کَیف کا لفظ تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے معقول نہیں ہے یعنی عقل میں آ نہیں سکتا۔ کیف یعنی کیفیت تو اس کے لیے ہے جو کیفیت

رکھتا ہو، شکل وصورت والا ہو، شخصیت والا ہو، جسم والا ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے کیف کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ اور مبرا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو کیف کو پیدا کرنے والی ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مسئلہ استواء علی العرش: باب نمبر 8)

48 پھر حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے سائل سے کہا: اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، میں تو تجھے بدعتی خیال کرتا ہوں۔ پس انہوں نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے نکال دو۔

پس اس مدعی سے کہا جائے گا: کاش کوئی مجھے بتائے! ہم میں سے کس نے حضرت امام مالکؒ کے قول کو تسلیم کیا ہے؟ کیا ہم نے اس کو تسلیم کیا ہے، کیونکہ ہم امساک (رک جانے) کا کہتے ہیں اور عوام کو اس میں غور وخوض سے سختی سے روک دیتے ہیں، یا جس نے اس کو پڑھنے، پڑھانے کا مشغلہ بنایا ہے، وہ اس کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، وہ اس کو تلقین کرتا ہے، وہ اس کے بارے میں کتابیں لکھتا ہے، وہ اس کی تدریس کرتا ہے، اور وہ عوام کو حکم کرتا ہے کہ وہ اس میں غور وخوض کریں؟ کیا یہ شخص بھی ان مسائل میں سوال کرنے والے کو اسی طرح انکار کرتا ہے، اور اس کو نکال دیتا ہے، جیسا کہ حضرت امام مالکؒ نے اس بارے میں بعینہٖ اسی طرح کیا تھا؟ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس شخص نے جو حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا ہے، وہ اسی کے خلاف دلیل ہے، نہ کہ اس کے حق میں۔

3 حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشونؒ (المتوفی ۱۶۴ھ) کا قول

49 حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشونؒ (المتوفی ۱۶۴ھ) سے نقل کرتے ہیں: جب حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشونؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا جہمیہ انکار کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا:

''اما بعد: فقد فهمت ما سألت عنه فيما تتابعت الجهمية، ومن خالفها في صفة الرب العظيم الذي فاقت عظمته الوصف والتقدير وكَلَّت الألسن عن تفسير صفته، وانحسرت العقول دون معرفة قدره، ردت عظمته العقول فلم تجد مساغًا فرجعت خاسئة وهي حسيرة، وإنما أُمروا بالنظر والتفكر فيما خلق بالتقدير، وإنما يقال كيف؟ لمن لم يكن ثم كان، فأما الذي لا يحول ولا يزول، ولم يَزَلْ، وليس له مثل، فإنه لا يعلم كيف هو إلا هو، وكيف يعرف قدر من لم يبدأ ومن لم يمت، ولا يبلى؟ وكيف يكون لصفة شيء منه حد أو منتهى؟ يعرفه عارف أو يحد قدره واصف؟ على أنه الحق المبين، لا حق أحق منه، ولا شيء، أبين منه.

50 الدليل على عجز العقول في تحقيق صفته، عجزها عن تحقيق صفة أصغر خلقه، لا تكاد تراه صغرًا يحول ويزول، ولا يرى له سمع ولا بصر، لما يتقلب به ويحتال من عقله، أعضل بك وأخفى عليك مما ظهر من سمعه وبصره، فتبارك الله أحسن الخالقين، وخالقهم وسيد السادات، وربهم.

(لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) (الشوریٰ:۱۱)

(الفتوى الحموية الكبرى، ص۳۰۷ تا ۳۱۰. المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري. الناشر: دار الصميعي، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ ''اما بعد: میں نے وہ سمجھ لیا ہے جن صفات کے بارے میں تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ اس کے بارے میں جہمیہ اور ان کے مخالفین ایک دوسرے کے در پے ہیں۔ اس ربِ عظیم کی صفات کے بارے میں جس کی عظمت، وصف و بیان سے بہت بلند ہے۔ زبانیں اس کی صفات کی تفسیر سے عاجز ہوگئی ہیں۔ عقلیں اس کی شان و عظمت کی معرفت سے پہلے ہی عاجز و درماندہ ہوگئی ہیں۔ اس کی عظمت نے عقلوں کو واپس لوٹا

دیا ہے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتیں۔ لہٰذا وہ ذلیل وخوار ہو کر تھکی ماری واپس لوٹ گئی ہیں۔ ان کو تو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا کی ہوئی مخلوق میں غور وفکر سے کام لیں۔ ''کیف'' (کیفیت) سے سوال تو اس سے ہوتا ہے، جو پہلے نہیں تھا، پھر بعد میں پیدا ہوا۔ پس وہ ذات باری تعالیٰ جس پر زوال نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، اس کی کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ اس کے بارے میں ''کیف'' (کیفیت) کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا مگر صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کو۔ اس کی قدرت وعظمت کو کیسے معلوم کیا جاسکتا ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے، نہ انتہاء، نہ موت، نہ فنا؟ اس کی صفات کو حدود اور انتہاؤں سے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟ کوئی عارف اس کی معرفت کو کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ یا کوئی صفت کو بیان کرنے والا اس کی عظمت کو کیسے بیان کرسکتا ہے؟ باوجود اس سب کے وہ ذات حق اور واضح ہے۔ کوئی حق اس سے زیادہ حقیقت والا نہیں ہے، کوئی چیز بھی اس سے زیادہ واضح نہیں ہے۔

اس کی صفات کی تحقیق کے بارے میں عقلوں کے عاجز ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقلیں تو اس کی چھوٹی سی مخلوق کی صفت کی تحقیق کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔ پس قریب نہیں ہے کہ تو اس کی چھوٹی سے مخلوق کو حرکت کرتے دیکھ سکے۔ تو اس کے کانوں اور آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے کہ وہ اس سے اپنی مرضی سے تصرف بھی کرسکتا ہے اور اپنی عقل سے کوئی حیلہ بھی کرسکتا ہے۔ وہ تو تجھ پر زیادہ مشکل اور زیادہ مخفی ہے، بہ نسبت اس کے جو اس کے کانوں اور آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا کرنے والی ہے۔ وہ اللہ ان کا خالق، سب سرداروں کا سردار، اور ان کا رب ہے''۔ اس کی صفت ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:11)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

51 پھر اس مدعی نے حضرت ماجشونؒ سے احادیثِ صفات کو نقل کیا ہے۔ اور یہ فرمان باری تعالیٰ بھی نقل کیا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيْعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهٖ. سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ.
(الزمر:٦٧)

اور (جولوگ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔ چنانچہ) یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت نہیں کی جیسے کہ اللہ ﷻ کی عظمت کا حق تھا (اور حق عظمت ادا کرنا قبولِ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، قیامت کے روز۔ اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ میں۔ پس پاکی ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

پھر یہ مدعی کہتا ہے: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اس کی ذات سے زیادہ دلالت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور نہیں احاطہ کر سکتی اس کے قبضے کا مگر اس اس کی چھوٹی سے نظیر جو انہی سے ان کے ہاں ہے، یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ خود ہی ان کے خیال میں ڈال دے، یا ان کے دلوں میں ان کی معرفت پیدا کر دے۔ پس جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی صفت بیان کی ہے، تو اسُ کو اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بیان کر دیا۔ ہم بھی اسی طرح اس کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے۔ ہم اس کے سوا کسی صفت کے بیان کرنے میں تکلف سے کام نہیں لیتے۔

اس مدعی نے حضرت امام ماجشونؒ کے کلام کو اس تقریر کے ساتھ کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم اس مدعی کو کہتے ہیں: تو کیسی اچھی دلیل لایا ہے! لیکن یہ ہماری دلیل ہے۔ تو کیسا اچھا اسلحہ تو نے اُٹھایا ہے! مگر یہ دشمن کے کام کا ہے۔

رہا حضرت عبد العزیزؒ کا کلام، تو جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، اور یہ کہ عقلیں حیران ہیں اور فہم و شعور دہشت زدہ ہیں۔ تو اس مضمون کو علماء کرام نے نظم اور نثر میں بہت ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔ تو نے امت کے ان سادات اور عظیم لوگوں کے بارے میں کتاب کے دوسرے ہی صفحہ میں ان پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع شروع کر دی، جب انہوں نے اپنی عاجزی

اور تقصیر کا اعتراف کیا اور تو نے اس پر ان کی عیب گیری شروع کردی۔ تو نے اس چیز کو ان کے اوپر گناہ شمار کردیا۔ اور تو بھی معذور ہے اور وہ بھی معذور ہیں۔ تو نے حضرت عبدالعزیزؒ کے قول کو اپنی دلیل بنایا ہے، حالانکہ اس نے ''قبضہ'' کے بارے میں وہی بیان کیا ہے جس کو متکلمینؒ ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

53 حضرت عبدالعزیز الماجشونؒ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اللہ رب العزت کی وہ صفات بیان کی جائیں جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں، ان کے علاوہ باقی سے سکوت کیا جائے۔ یہی ہمارا قول، عمل اور عقیدہ ہے۔ جب کہ اے مدعی! تو نے اللہ تعالیٰ کو جہتِ علو سے متصف کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس وصف سے بیان نہیں کیا ہے۔ تو نے اس کے لیے اشارۂ حسیہ کے جواز کا کہا ہے، اور ہم نے تو اس کو نہیں کہا ہے۔ ہم تو صفات کو اسی طرح بیان کرتے ہیں، جیسے وہ بیان ہوئی ہیں۔ تو نے تو عرش اور آسمان کو جہتِ علو میں جمع کردیا ہے۔ تو نے تو یہ بھی کہا ہے: وہ آسمان میں حقیقۃً ہے، وہ عرش میں بھی حقیقۃً ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عقلوں کو عطا کرنے والی ہے، لیکن یہ بات تو کتاب (تقدیر) میں لکھی جا چکی ہے۔

4 حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا قول

54 حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جو صفات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کو متصف جانتے ہیں۔

تنبیہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں ان کا قول یوں درج ہے:

وروى أبو القاسم اللالكائي - صاحب أبي حامد الإسفراييني - في أصول السنة بإسناده عن محمد بن الحسن - صاحب أبي حنيفة - قال: ''اتفق الفقهاء كلهم من المشرق إلى المغرب على الإيمان

بـالقـرآن والأحـاديـث التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله عـليـه وسـلـم في صفة الرب عز وجل: من غير تفسير ولا وصف ولا تشبيه، فمن فسر اليوم شيئًا من ذلك، فقد خرج عما كان عليه النبي صـلـى الله عليه وسلم وفارق الجماعة، فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا، ولـكـن أفتـوا بـمـا في الكتاب والسنة ثم سكتوا، فمن قال بقول جَهْم فقد فارق الجماعة، فإنه قد وصفه بصفة لا شيء". اهـ.

محمد بن الحسن أخذ عن أبي حنيفة ومالك وطبقتهما من العلماء، وقـد حـكـى عـلـى هـذا الإجـماع، وأخبر أن الجهمية تصفه بالأمور السلبية غالبًا، أو دائمًا.

(الـفتوى الحموية الكبرى، ص۳۲۸، ۳۲۹. الـمؤلف: تقي الدين أبو العباس احمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري. الناشر: دار الصميعي، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۴۲۵ھ)

ہم اس مدعی سے یہ کہتے ہیں: ہم حضرت امام محمدؒ کے اس قول کے ایک حرف کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ اور تم تو کہتے ہو: میں اللہ تعالیٰ کے لیئے جہتِ علو میں ہونے کی صفت بیان کرتا ہوں، اور میں اس کے لیے اشارۂ حسیہ کو بھی جائز قرار دیتا ہوں۔

بھلا بتلاؤ تو سہی: قرآنِ مجید اور ائمۂ ثقات کے اقوال میں یہ کہاں موجود ہے؟ ہم نے تیرے اس ''الـفتوى الحموية الكبرى'' میں اس بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھی ہے۔

5 حضرت ابوعبید قاسم بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) کا قول

55 اس مدعی نے حضرت ابوعبید قاسم بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب ہم سے ان آیات صفات کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو ہم اس

کی تفسیر بیان نہیں کرتے ہیں۔انہوں نے یہ بھی فرمایا: ہم نے کسی کو بھی ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نہیں پایا ہے۔

ہم اس مدعی سے کہتے ہیں: الحمد للہ! ہمارا مقصود حاصل ہو گیا۔کاش کوئی مجھے بتائے! کس نے آسمان اور عرش کی تفسیر بیان کی ہے۔اور کہا ہے: ان دونوں کا معنی جہت علو ہے؟ اور کس نے ان دونوں کی تفسیر کو چھوڑ دیا ہے اور ان کو ایسے ہی بیان کیا ہے جیسے وہ بیان ہوئے ہیں؟!!

6 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) کا قول

56 پھر اس مدعی نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) کا قول نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا ہے: ہم نے اپنے رب کی پہچان اس سے کی ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں، اپنی مخلوق سے جدا ہیں۔ہم ایسے نہیں کہتے جیسا کہ جہمیہ کہتے ہیں کہ وہ یہاں زمین پر ہیں۔

ہم اس مدعی کو کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ تو نص ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں۔تو کیا حضرت عبداللہؒ نے یہ بھی فرمایا ہے: آسمان اور عرش ایک ہی ہیں، اور وہ جہتِ علو میں ہیں؟

7 حضرت حماد بن زیدؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) کا قول

57 اس مدعی نے حضرت حماد بن زیدؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: یہ جہمیہ فرقہ کے لوگ یوں کہتے ہیں: آسمان میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم تجھ کو بھی یہی کہتے ہیں: جو تو نے ان کے قول کے بارے میں کہا ہے، اسی کی صراحت تو نے بھی کردی ہے کہ آسمان وہ ہے جس کی کوئی ذات نہیں ہے، پھر تو نے اس سے یہ معنی کشید کیا ہے، کہ وہ تو بلندی کا نام ہے۔اور تو نے اس کی تفسیر جہت علو سے کی ہے۔لہٰذا یہی بہتر ہے کہ تو بھی اپنی جان پر اسی طرح حرف گیری کر جس طرح حضرت حمادؒ نے جہمیہ پر کی ہے۔

8 حضرت امام ابن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کا قول

58 اس مدعی نے اس کے بعد حضرت امام ابن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کا قول نقل کیا ہے:
''جس نے اس بات کو نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں، اپنی مخلوق سے جدا ہیں، واجب ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے۔ پھر اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کی گردن اُڑادی جائے، پھر اس کی لاش کو کوڑے والی جگہ میں ڈال دیا جائے، تا کہ اہل قبلہ (مسلمان) اور ذمیوں (غیر مسلموں) کو اس سے اذیت نہ پہنچے''۔

اس سے کہا جائے گا: اس جیسے دلائل کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابن خزیمہؒ کی عقائد کے بارے میں حیثیت ہر خاص وعام کو معلوم ہے، اور وہ کتاب جو اس نے تشبیہ کے بارے میں لکھی ہے، اس نے اس کا نام کتاب ''التوحید'' رکھا ہے۔ ائمہ کرامؒ نے اس کا خوب رد کیا ہے، وہ رد اتنا زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ ان ائمہ کا قول اس باب میں معروف ومشہور ہے۔

59. اس مدعی نے حضرت عباد واسطیؒ (المتوفی ۱۸۵ھ)، حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) اور حضرت عاصم بن علی بن عاصمؒ (المتوفی ۲۲۱ھ) کے اقوال نقل کیے ہیں جو اوپر مذکور حضرت حمادؒ کے قول سے ملتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل اور اس کا جواب اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔

9 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

60 اس کے بعد اس مدعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ دوسری ازواج مطہراتؓ پر فخر کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیے ہیں اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں: اس حدیث میں حضرت زینبؓ نے یہ نہیں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ سات

آسمانوں کے اوپر ہے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ خاص ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

61 پھر اس مدعی نے حضرت ابوسلیمان خطابیؒ سے ویسا ہی قول نقل کیا ہے جو حضرت عبد العزیز ماجشونؒ کا اوپر مذکور ہوا ہے۔ اوپر ہم نے بیان کر دیا ہے کہ یہ ہمارے موافق ہے اور اس مدعی کے خلاف ہے۔

62 اس مدعی نے حضرت خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ)، حضرت ابوبکر اسماعیلیؒ (المتوفی ۲۹۵ھ)، حضرت یحییٰ بن عمارؒ، حضرت ابواسماعیل ہرویؒ (المتوفی ۴۸۱ھ)، حضرت ابوعثمان صابونیؒ (المتوفی ۴۴۹ھ)، حضرت ابونعیم اصفہانیؒ (المتوفی ۴۳۰ھ) سے نقل کیا ہے: استواء علی العرش کے بارے میں جو احادیث ثابت ہیں، وہ ان کو بیان کرتے تھے اور ان کا اثبات بغیر کیفیت، تمثیل اور تشبیہ کے کرتے تھے کہ وہ آسمانوں میں عرش پر مستوی ہے، نہ کہ زمین میں۔

63 اس مدعی نے حضرت معمر اصبہانیؒ سے بھی نقل کیا ہے۔ ہم کئی دفعہ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ یہ مدعی اس کے خلاف ہے۔ اور یہ کہ جو اس نے کہا ہے، ایک لحظہ سے بھی پہلے اس کے خلاف کہہ دیا کرتا ہے، اس لیے کہ آسمان اس کے نزدیک وہ نہیں ہے جو مشہور و معروف ہے۔ اور یہ کہ آسمان اور عرش دونوں کا معنی ہی جہت علو ہے۔

10 حضرت عبدالقادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) کا قول

64 اس مدعی نے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، عرش پر مستوی ہیں۔

کاش مجھے کوئی بتائے! اس مدعی نے اس کے کلام سے کیوں احتجاج کیا ہے؟ اور حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت شبلیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت جعفر بن نصیرؒ جیسے مشائخِ اُمت کو چھوڑ دیا ہے۔

تنبیہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) کی غنیۃ الطالبین میں یہ عبارت محققین کے نزدیک الحاقی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں۔ دوسری جگہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہات کا خالق ہے۔ بایں ہمہ آپ" ذاتِ الٰہی کے لیے جہت کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ خدا جسمانی ومکانی نہیں۔ اس کے لیے جہت کس طرح ہو سکتی ہے؟ ذاتِ باری تعالیٰ محل حوادث نہیں بن سکتی۔

11 حضرت ابوعمر بن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) کا قول

65 اور جو حضرت ابوعمر بن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) سے اس نے روایت کیا ہے، تو ہر خاص وعام اس کے مذہب کو جانتا ہے اور لوگوں کی اس سے مخالفت بھی معلوم ہے۔ تمام مالکی علماء کا اس پر انکار ورد بھی معلوم ومشہور ہے۔ امام مغرب حضرت امام ابوالولید باجیؒ (المتوفی ۴۷۴ھ) کی مخالفت بھی معروف ہے، یہاں تک کہ مغرب کے علماء وفضلاء کہتے ہیں: مغرب میں اس قول کو کہنے والا سوائے اس (ابن عبدالبرؒ) کے اور ابن ابی زیدؒ (المتوفی ۳۸۶ھ) کے کوئی اور نہیں ہے۔ ہاں بعض علماء کرام نے حضرت ابن ابی زیدؒ کی طرف سے عذر بھی بیان کیا ہے، جو قاضی اجل حضرت ابومحمد عبد الوہاب بغدادی مالکیؒ (المتوفی ۴۲۲ھ) کے کلام میں موجود ہے۔

66 پھر اس مدعی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں، جو سات آسمانوں کے اوپر ہے۔

یہ مدعی یہ تک نہیں جانتا ہے کہ: "آسمان میں عرش پر، سات آسمانوں کے اوپر" کا کیا معنی ہے؟

پھر علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس کلام کی تاویل نہیں کی ہے۔ اور نہ وہ کہا ہے جو یہ مدعی کہتا ہے کہ عرش اور آسمان جہتِ علو ہی ہے۔

پھر اس مدعی نے حضرت امام بیہقیؒ سے نقل کیا ہے، جس کا مسئلہ مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور وہی کلام ذکر کیا ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

12 حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) کا قول

67 پھر اس مدعی نے ہمارے شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔
اللہ تعالیٰ کے بارے میں بات کرنے میں حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، بلکہ ہم کہتے ہیں: استواء بلا کیف ہے۔
یہ وہ کلام ہے جو ہمارے شیخ سے منقول ہے۔ یہی ہمارا مذہب اور ہمارا عقیدہ ہے۔
لیکن اس مدعی کا حضرت شیخ کا کلام نقل کرنے کا مقصد سوائے ایہام (وہم ڈالنا) کے کوئی اور نہیں ہے۔ پس اگر ایسا ہی ہے تو یہ شخص جھوٹی تہمت لگا کر ہکا بکا کر دینے والا ہے۔

68 شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) کا کلام اس بارے میں یہ ہے:
''اللہ تعالیٰ موجود تھے، جب کوئی مکان نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کو مکان کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ مکان کے پیدا کرنے سے پہلے تھا''۔
شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) اور ان کے اصحابؒ کے کلام اس مدعی کے ابطال میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔
پھر اس مدعی نے حضرت قاضی ابوبکرؒ اور حضرت امام الحرمینؒ کا کلام نقل کیا ہے۔

3.3.4.18:۔ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی حکمت

69 پھر اس شخص نے ''آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانے'' سے استدلال کیا ہے۔
یہ تو اس وجہ سے ہے کہ آسمان کی طرف سے برکات اور خیرات کا نزول ہوتا ہے۔ اس

لیے کہ انوار اور بارش آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جب انسان کسی ایک جانب سے خیرات اور برکات کے حصول سے مانوس ہو جاتا ہے، تو طبعاً اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پس یہی وہ معنی ہے جو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کا موجب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفِى السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ. (الذاریات:۲۲)

ترجمہ اور آسمان ہی میں تمہارا رزق بھی ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

پھر اگر اصولِ عقائد کے مطالبہ میں اس قسم کے دلائل پر اکتفاء کیا جائے، تو اس دعویٰ کرنے والے سے کون مامون ہو سکتا ہے: اللہ تعالیٰ کعبہ میں ہیں کیونکہ ہر نمازی اس کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور وہ یوں کہتا ہے:

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفاً وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (الانعام:۷۹)

ترجمہ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

یا وہ کہے: اللہ ہی زمین ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:۱۹)

ترجمہ اور سجدہ کرو، اور قریب آ جاؤ۔

سجدے کے ساتھ قرب تو مسافت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ وہ تو زمین میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: "أقرب مايكون العبد من ربه وهو ساجد. فأكثروا الدعاء".

(مسلم: كتاب الصلاة: باب مايقال في الركوع والسجود)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ اپنے رب سے اس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پس تم زیادہ

دعائیں مانگا کرو"۔

70 پھر اس مدعی نے حدیث اوعال ذکر کی ہے، جس کا جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد کچھ اور چیزیں بھی ذکر کی ہیں جن کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس مدعی نے کہنا شروع کر دیا: سلف سے بھی ایسا ہی مذہب منقول ہے، جیسا اس کا اختیار کردہ مذہب ہے۔

اب تک اس مدعی نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے تو اس کا مذہب ہرگز ثابت نہیں ہوتا، چاہے وہ سلف ہوں یا خلف، سوائے حضرت عبدالقادر جیلیؒ یا علامہ ابن عبدالبرؒ سے اس کا بعض حصہ۔ رہے حضرات صحابہ کرام ﷺ، چاہے وہ عشرہ مبشرہ ﷺ ہوں یا دوسرے صحابہ کرام ﷺ ہوں۔ ان سے تو ایک حرف بھی اس مدعی نے نقل نہیں کیا ہے۔

پھر اس شخص نے مواعظ اور ادعیہ کا بیان شروع کر دیا جن کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

پھر اس شخص نے اہل کلام کو سب وشتم سے کوسنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ کتے کے بھونکنے سے چاند کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟!

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ یہ خبر (حدیث سجود وغیرہ) واضح دلیل ہے اس مدعی کے اس فتویٰ کے خلاف، جو اس مدعی نے اس فتویٰ میں کہا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ، سبقت اسلام کرنے والے مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ نے، اور صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا ہے۔

باب4

نصوص صفات کے متعلق مسلمان کا عقیدہ

جب ہم نے اس مدعی کے فسادِ کلام کے متعلق تفصیلی کلام کر دیا، اس کے پیدا کردہ وہموں کو دور کر دیا، اس کے پیدا کردہ ابہام کو دور کر دیا، اس کے پیش کردہ دلائل کو توڑ دیا، اس کے نشانات کو گرا دیا۔ پس ہم کو بھی اپنا عقیدہ بیان کرنا چاہیے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں:

صفات باری تعالیٰ کے متعلق آیات اور احادیث سننے والے پر درج ذیل فریضے عائد ہوتے ہیں:

1 تقدیس

2 ایمان اور تصدیق

3 عاجزی کا اعتراف

4 سکوت کرنا، آیات و احادیث میں وارد الفاظ میں تصرف سے بچنا، ان نصوص میں غور وفکر سے اپنے آپ کو روکے رکھنا

5 یہ اعتقاد رکھنا کہ جو اس سے مخفی ہے، یہ جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخفی نہ تھا۔

اب ہم ان وظائف میں مخفی لطائف کو ظاہر کریں گے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کو بیان کرتا ہوں۔

4.1 تقدیس

رہی تقدیس، تو یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ ہر آیت اور حدیث کا وہی معنی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کے لائق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے: جب وہ حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنے: ''بیشک اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں''۔

نزول (نازل ہونا) کا اطلاق عالی جسم اور نچلے جسم کا محتاج ہوتا ہے۔ اور جسم کا اونچی جگہ سے نچلی جگہ منتقل ہوتا ہے۔ نزول کا معنی ہوا: ایک جسم کا اونچی جگہ سے نچلی جگہ منتقل ہونا۔

نزول کا اطلاق ایک دوسرے معنی پر بھی ہوتا ہے، جس میں منتقل ہونے اور جسم کی حرکت کی احتیاج نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (الزمر:٦)

ترجمہ: اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے اُتارے یعنی پیدا کیے۔

حالانکہ مویشی آسمانوں سے نازل نہیں ہوتے، بلکہ وہ ایسی مخلوق ہے جو یقیناً ارحام میں پیدا ہوتی ہے۔۔ پس لازمی بات ہے کہ نزول کا معنی یہاں جسم کی حرکت کے علاوہ ہے۔

اسی معنی میں حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول بھی ہے:

''میں مصر گیا، تو وہاں کے لوگ میرے کلام کو نہیں سمجھتے تھے، تو میں نیچے اترا، پھر میں نیچے اترا، پھر اور میں نیچے اترا''۔

یہاں انتقال سے مراد بلندی سے پستی کی طرف اترنا نہیں ہے۔ پس اس حدیث کو سننے والے کے لیے اس بات کی تحقیق کرنی لازمی ہے کہ اس حدیث میں پہلے معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حق میں نزول مراد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جسم کا اطلاق کرنا محال ہے۔

اگر یہ مدعی نزول کا معنی سوائے انتقال کے کوئی اور سمجھتا ہی نہیں، تو یقیناً یہ مدعی مویشیوں کا آسمان سے نزول کا معنی بھی نہیں سمجھتا ہے۔ اور جو آسمان سے اونٹ کے

اترنے کے معنی کو سمجھنے سے عاجز ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نازل ہونے کے معنی سمجھنے سے بھی عاجز ہے۔ اس بات کو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس کے یہی معنی لائق ہے۔ حضرت عبدالعزیز ماجشونؒ کے کلام میں اس طرح کے رموز اور اشارات ہیں۔

اسی طرح لفظ: ''فوق'' جو قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ لفظ: ''فوق'': (اوپر) کے بھی معنی جسمیت کے لحاظ سے اوپر ہونا مراد ہوتے ہیں اور کبھی مرتبہ کے لحاظ سے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ بات جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا اطلاق محال ہے۔ اس لفظ کے وہ معنی مراد ہوں گے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق ہوں۔

4.2 ایمان اور تصدیق

ایمان اور تصدیق یہ ہے کہ اس بات کو جان لے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرنے میں صادق اور امین ہیں، جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، وہ بیشک حق اور سچ ہے، اس معنی کے ساتھ جس کا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا ہے، اور اسی انداز سے جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، اگر چہ وہ مؤمن اس کی حقیقت سے واقف نہ ہو۔ اور شیطان اس کو پاگل نہ بنادے، تو وہ یوں ہی نہ کہنے لگ پڑے: میں اس اجمالی معاملے کی کیسے تصدیق کروں جس کی حقیقت میں نہیں جانتا؟ بلکہ مؤمن شیطان کو رسوا کردے، اور وہ یوں کہے: جیسا جب کوئی مجھے صادق اور امین خبر دے کہ مکان میں حیوان ہے۔ تو میں نے اس کے وجود کا ادراک کرلیا ہے، اگر چہ میں اس کی کیفیت اور حقیقت کو نہیں جانتا۔ اسی طرح صفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھنا چاہیے۔ پھر اس بات کو بھی جان لے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''اے اللہ! میں تیری ثنا ویسی بیان کرہی نہیں سکتا جیسی تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے''۔

تنبیہ   پوری حدیث یوں ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ".

(مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب مایقال فی الرکوع والسجود، رقم ۲۲۲:۶ ۴۸۶، بترقیم فؤاد عبدالباقی)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتے ہیں: ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگی۔ تو میرے ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں کے تلووں پر لگے۔ آپ ﷺ کے پاؤں سجدے کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، اور تیرے غصہ سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ میں تیری ویسی تعریف کر ہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کر دی ہے"۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں:

"اَلْعَجز عَن دَرکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاک".

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک کرنے سے عاجز سمجھنا ہی صحیح معنی میں ادراک ہے۔

4.3 اعترافِ عجز

عاجزی کا اعتراف کرنا ہے۔ پس یہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو ان معانی کی حقیقت سے واقف نہ ہو کہ وہ عجز کا اعتراف کرے۔ اگر اس نے معرفت کا دعویٰ کر دیا تو اس نے تکلف سے کام لیا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیا۔ ہر جاننے والا اگر کچھ جان بھی لے، مگر اس سے اکثر حصہ پوشیدہ ہی رہے گا۔

4.4 سکوت کرنا

سکوت کرنا عوام پر تو واجب ہے، اس لیے کہ سوال کرنا ما لا یُطِیْقُ (جس کی طاقت نہیں ہے) سے تعرض کرنا ہے۔ پھر اگر وہ کسی جاہل سے سوال کرے گا، تو وہ اس کی جہالت ہی زیادہ کرے گا۔ اگر وہ کسی عالم سے سوال کرے گا تو وہ عالم اس کو سمجھا نہیں سکے گا، جیسا کہ بالغ کسی نابالغ لڑکے کو جماع کی لذت سمجھا ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اس کو گھر کے مصالح اور تدبیر کی تعلیم نہیں دے سکتا، بلکہ اس کو یہ مصلحت کی باتیں اس کو مکتب سے فارغ ہونے کے بعد ہی سمجھائے گا۔

پس عوام میں جب کوئی آدمی ان مسائل کے بارے میں سوال کرے تو اس کو جھڑک اور ڈانٹ دیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا: یہ تیری طلب کا معاملہ نہیں ہے، لہٰذا تو دین میں راہِ راست پر قائم رہ۔ حضرت امام مالکؒ نے اس طرح کے سوال کرنے والے کو اپنی مجلس سے نکال دینے کا حکم دیا تھا۔ تو اس وقت فرمایا تھا: میں تو تجھے برا آدمی ہی خیال کرتا ہوں، اور اس شخص کی بات سن کر حضرت امام مالکؒ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ بھی ہر اس شخص کے ساتھ جو آیات متشابہات کے بارے میں سوال کرتا تھا، اسی طرح کا معاملہ کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

''تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے''۔

تقدیر کے بارے میں زبان بند رکھنے کا حکم وارد ہوا ہے، تو پھر صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیوں نہیں؟!

4.5 امساک

آیات واحادیث میں تصرف سے روک لینا۔ وہ یہ ہے کہ مؤمن وہی بات کہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس میں کسی قسم تصرف کا نہ کرے، چاہے وہ تفسیر، تاویل، تصریف، تفریق اور جمع کا ہو۔

۱ **تفسیر** یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے الفاظ کو کسی دوسری لغت سے نہ بدلے۔ اس لیے کہ ایک لفظ دوسرے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ لفظ ایک لغت میں تو مستعار ہوتا ہے دوسری لغت میں نہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ لفظ ایک لغت میں تو مشترک ہوتا ہے جب کہ دوسری لغت میں نہیں۔ اس وقت استعارہ کو ترک کر کے ہی خطاب عظمت والا ہوتا ہے اور اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان دونوں معانی میں ایک ہی معنی مشترک مراد ہوتا ہے۔

۲ **تاویل** یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر مرجوح معنی کی طرف لایا جائے اگر تو وہ عامی شخص ہے تو اس نے ایسے سمندر میں غوطہ لگایا ہے، جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے اور وہ تیرنا بھی نہیں جانتا ہے۔ اگر وہ عالم ہے تو اس کے لیے بھی شرائط تاویل کا لحاظ کیے بغیر جائز نہیں ہے۔ اور عامی شخص تو ہرگز اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ عام آدمی اس کے فہم وادراک سے عاجز ہوتا ہے۔

۳ **کف باطن** (دل ودماغ کو روک کر رکھنا) یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس میں داخل کر کے اتنا آگے نہ لے جائے کہ وہ کفر کی حدوں کو چھو جائے، اور اس کو اپنے سے ہٹانے کی قدرت بھی نہ رکھے، اور اس کے لیے کوئی اور راستہ بھی باقی نہ رہے۔

۴ **اعتقاد** یہ رکھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس کو جانتے ہیں۔ پس اس حقیقت کو جان لینا ضروری ہے۔ اپنے آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر علماء کرام پر ہرگز قیاس نہ کرے۔ پس دل تو کانیں اور جواہر ہی ہوتے ہیں۔

4.2:۔ جہت ومکان سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا

پھر اس کے بعد دو فصلیں بیان کی جائیں گی۔ ایک فصل جہت ومکان سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنے کے بارے میں ہے۔

4.2.1:۔ فصل اول: حق وباطل کا معیار

اس قوم نے اگر آثار وروایات کو اپنے دلائل میں پیش کیا ہے تو تم نے ان کی حقیقت کو

پہچان لیا ہے۔ یہ لوگ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے کسی صحابی ﷜ یا تابعیؒ کا قول پیش نہیں کر سکے، حالانکہ حق یہ ہے کہ حقیقت میں آدمی کو حق کے ساتھ ہی پہچانا جاتا ہے، حق کو آدمیوں سے نہیں پہچانا جاتا ہے۔ امام ابوداوٗدؒ نے اپنی کتاب ''سنن ابی داوٗد'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ﷜ فرماتے ہیں:

''حق بات کو قبول کرو جہاں کہیں سے بھی آئے، اگر چہ وہ لانے والا کافر یا فاجر ہی کیوں نہ ہو، اور حکیم اور دانا کی لغزش اور حق سے انحراف سے بچ کر رہو''۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم اس بات کو کیسے پہچان لیں کہ کافر حق بات کہہ رہا ہے؟ تو آپ ﷜ نے فرمایا: ''حق کے اوپر نور چمک رہا ہوتا ہے''۔

سنن ابی داوٗد میں اس روایت کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللّٰهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ ــ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ــ أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ: اللّٰهُ حَكَمٌ قِسْطٌ، هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ. فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: "إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ، وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ". قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللّٰهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: بَلَى، اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ، وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا".

(سنن ابی داؤد : کتاب السنة: باب: من دعا الی السنة: رقم ۴۶۱۱؛ قال الألباني: صحیح الاسناد موقوف، ص ۸۳۳ طبع بتحقیق الألباني: مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الریاض)

ترجمہ حضرت معاذ بن جبل ﷺ کے شاگردوں میں حضرت یزید بن عمیرہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل ﷺ جب کسی ذکر و وعظ کی مجلس میں بیٹھتے تو کہتے: اللہ تعالیٰ عادل اور حاکم ہیں۔ شک وشبہ کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے کہا کہ تمہارے آگے فتنے آئیں گے، جن میں مال کثرت سے ہوگا اور قرآن کھولا جائے گا۔ اسے مؤمن اور منافق، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا، غلام اور آزاد حاصل کرے گا (یعنی اس کے الفاظ کا علم عام ہوگا)۔ پس ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہے: لوگ میرا اتباع نہیں کرتے، حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے؟ وہ میرا اتباع کرنے والے نہیں جب تک کہ میں ان کے لیے کوئی اور چیز قرآن کے سوا نہ نکالوں۔ پس تم بدعتوں سے بچ کر رہو کیونکہ بدعت گمراہی ہے، اور میں تمہیں دانا شخص کی کج روی سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی گمراہی کا حکم دانا شخص کی زبان سے ادا کراتا ہے اور بعض دفعہ منافق بھی حق بات کہتا ہے۔ حضرت یزید بن عمیرہؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحم فرمائے! مجھے کیوں کر پتہ چلے گا کہ حکیم آدمی بھی کبھی ضلالت (گمراہی) کا حکم دیتا ہے اور منافق کبھی حق کی بات کہتا ہے؟ حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ حکیم کی باتوں میں سے ان شہرت یافتہ باتوں سے بچ جن کے متعلق کہا جائے کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ (یعنی علماء ان کا انکار اور رد کریں) اور یہ باتیں تجھے اس سے پھیر نہ دیں کیونکہ ممکن ہے وہ رجوع کرے۔ اور حق کو جب تو سنے تو اسے حاصل کر لے کیونکہ حق میں روشنی ہوتی ہے۔

حضرت معاذ ﷺ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔ اگر ہم تقلید کا قلادہ پہن لیں تو ہم اس سے مامون نہیں ہوسکتے کہ کوئی کافر ہمارے پاس اپنے دین کی کوئی بہت ہی معظم بات لے آئے اور وہ آکر کہے: حق اس بات سے پہچان لو۔ جب تو نے یہ بات جان لی کہ قوم کو نقلی دلائل میں سے کوئی دلیل نہیں ملی ہے۔ پس تو اس بات کو جان لے کہ اللہ

تعالیٰ نے صرف اہل عقل، اہل دانش اور اہل بصیرت سے خطاب کیا ہے۔قرآن مجید اس سے بھرا پڑا ہے۔ عقل وہی ہے جو پہچاننے والی ہو:

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کو

اللہ تعالیٰ کے انبیاءؑ کی رسالت کی دلیل، کیونکہ صرف منقولات نے اس کی معرفت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان اس پر شاہد ہیں:

يَوْمَ نَطْوِیُ السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ. وَعْداً عَلَيْنَآ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ. (الانبیاء:۱۰۴)

اُس دن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی تھی، اسی طرح ہم اُسے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ ہمیں یقیناً یہ کام کرنا ہے۔

أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ. (ق:۱۵)

بھلا کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے تھے؟ نہیں! لیکن یہ لوگ ازسرِنو پیدا کرنے کے بارے میں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

شریعت نے عقل کو معتبر جانا ہے اور اس کی شہادت کو قبول کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں کئی جگہوں میں اس سے استدلال بھی کیا ہے، جیسا کہ دوبارہ پیدا کرنے میں استدلال سے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ. قَالَ مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ.

(سورت یٰس:۷۸)

ہمارے بارے میں تو وہ باتیں بناتا ہے، اور خود اپنی پیدائش کو بھلا بیٹھا ہے۔ کہتا ہے کہ: ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا، جب کہ وہ گل چکی ہوں گی؟

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے فلاسفہ کے ان مباحث کا بالکلیہ قلع قمع کر دیا جن سے وہ معادِ جسمانی یعنی جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توحید کا استدلال بھی اس (عقل) سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا. فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ. (انبیاء:۲۲)

ترجمہ اگر آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہوجاتے۔ لہٰذا عرش کا مالک اللہ تعالیٰ اُن باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے تھے۔

۲ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ. وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ. سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ. (المومنون:۹۱)

ترجمہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا بنایا ہے، اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا، اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کردیتے۔ پاک ہے اللہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

۳ أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ. وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ. (الاعراف:۱۸۵)

ترجمہ اور کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اللہ تعالیٰ نے جو جو چیزیں پیدا کی ہیں اُن پر غور نہیں کیا، اور یہ (نہیں سوچا) کہ شاید اِن کا مقررہ وقت قریب آپہنچا ہو؟ اب اس کے بعد آخر وہ کون سی بات ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ. (یونس:۱۰۱)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ''ذرا نظر دوڑاؤ کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں؟'' لیکن جن لوگوں کو ایمان لانا ہی نہیں ہے، اُن کے لیے (زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی) نشانیاں اور آگاہ کرنے والے (پیغمبر) کچھ بھی کارآمد نہیں ہوتے۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ. أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا. مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ. إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ.

(سبا:۴٦)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ''میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں، اور وہ یہ کہ تم چاہے دو دو مل کر اور چاہے اکیلے اکیلے اللہ تعالیٰ کی خاطر اُٹھ کھڑے ہو، پھر (انصاف سے) سوچو (تو فوراً سمجھ میں آجائے گا) کہ تمہارے اس ساتھی (یعنی حضرت محمد ﷺ) میں جنون کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں خبردار کر رہے ہیں''۔

٦ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ. أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. (حٰم سجدہ:۵۳)

ترجمہ ہم انہیں اپنی نشانیاں کائنات میں بھی دِکھائیں گے اور خود ان کے اپنے وجود میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ یہی حق ہے۔ کیا تمہارے رَبّ کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہر وہ چیز کا گواہ ہے؟

ہائے افسوس! کس نے اس دلیل کو رد کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنے کا حکم دیا ہے؟ اور کس نے اس دلیل کو گرایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے؟ پس ان لوگوں نے ان جیسی دلیلوں کو باطل قرار دیا اور اپنے مشائخ کے اقوال کی طرف لوٹ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے دینؔ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ان کو دین پر ثابت قدمی نصیب نہیں ہوتی۔ اور جب ان کو میدانِ تحقیق کی طرف بلایا جاتا ہے، تو ان پر چپ سادھ جاتی ہے۔ اور یہ لوگ کہنے لگ جاتے ہیں: میں نے لوگوں کو ایسے کہتے ہی سنا ہے تو میں نے بھی ایسا ہی کہنا شروع کر دیا۔

صحیح بخاری میں حدیثِ کسوف میں یہی مضمون وارد ہے جس سے ان لوگوں کی قبروں میں یہی حالت مذکور ہے۔

تنبیہ صحیح بخاری کی روایت کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ، فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ: أَيْ نَعَمْ. قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ -أَوْ قَرِيبًا مِنْ- فِتْنَةِ الدَّجَّالِ -لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ- يُؤْتَى أَحَدُكُمْ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ -أَوِ الْمُوقِنُ، لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ: أَسْمَاءُ- فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ -أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ- فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ". (بخاری رقم ۱۰۵۳)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس اس وقت آئی، جب سورج گرہن لگا ہوا تھا اور لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: کوئی بڑی بات ہوگئی ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ سے کہا: ہاں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: میں بھی نماز کے لیے کھڑی ہوگئی، یہاں تک کہ کھڑے کھڑے مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو میں نے اس مقام پر یہاں نہ دیکھا ہو یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہاری قبروں میں ضرور ایسی آزمائش ہوگی جیسی فتنۂ دجال کے وقت آزمائش ہوگی۔ تم میں سے ایک

شخص لایا جائے گا، تو اس سے یہ کہا جائے گا: اس شخص کے بارے میں تمہارا علم کیا ہے؟ تو مؤمن کہے گا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس روشن دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ پس ہم نے آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت اور دعوت کو قبول کیا، اور ایمان لائے، اور ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔ تو اس مؤمن سے کہا جائے گا: آرام سے سو جا۔ ہم جانتے ہیں کہ تو مؤمن ہے۔ جو منافق اور کافر ہوگا وہ کہے گا: میں ان کے بارے میں خود تو کچھ جانتا نہیں، دوسرے لوگ جو کہا کرتے تھے، اس کو سن کر، وہی میں بھی کہتا تھا۔

☆ اس کے بعد عقل کہتی ہے جو انسان کے مکلّف ہونے کا مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اس کا حساب لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی شہادت کو قبول کیا ہے اور اس کو دلیل کے طور پر قائم کیا ہے۔ اور اصول دین کو ثابت کیا ہے۔ اس مذہب کے خبیث ہونے پر گواہی دی ہے، اور اس کے عقیدہ کے فاسد ہونے پر بھی۔ اس مذہب کا مآل کار اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقائص کا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان ظالم لوگوں کی بیان کردہ باتوں سے بہت بلند ہے۔

4.3:۔ اللہ تعالیٰ سے نفی جہت کے دلائل

مشائخ طریقتؒ نے بھی اسی کی خبر دی ہے جس کی عقل بھی گواہی دیتی ہے، اور قرآن مجید بھی اس کو ایسے اسلوب اور انداز سے بیان کرتا ہے جس کو اہل علم کے خاص لوگ ہی سمجھتے ہیں اور عام لوگ بھی اس کو نامانوس نہیں سمجھتے۔ اس کا بیان چند وجوہ سے ہے:

4.3.1:۔ برہانِ اوّل

پہلی دلیل پاکیزہ اور اعلیٰ حسب ونسب والے، علمائے کرام کے سردار، خیر الانبیاءؑ کے وارث حضرت امام جعفر صادقؒ (التوفی ۱۴۸ھ) کے کلام سے مقتبس ہے، وہ فرماتے ہیں:

”جس شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہیں یا وہ کسی چیز پر ہیں تو اس نے

شرک کیا۔ اس لیے کہ جب وہ کسی چیز میں ہوں گے تو وہ محصور ہوں گے۔ اور اگر وہ کسی چیز پر ہوں گے تو وہ محمول (اُٹھائے ہوئے) ہوں گے۔ اگر وہ کسی چیز میں سے ہوں گے تو مُحدَث ہوں گے''۔

استدلال

1 اس دلیل سے استدلال یوں ہے: اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہوتے تو اس کی طرف حسی طور پر اشارہ ہوتا، اور لوگ اس کو جانتے ہوتے، اور وہ اس کی طرف اشارۂ حسی کو جائز قرار دیتے۔

2 جب جہت کے لحاظ سے اشارۂ حسی ہے تو اس کا متناہی ہونا لازم آئے گا۔ یہ اس وقت ہے جب وہ ایک مخصوص جہت میں ہے اور دوسری جہات میں نہیں ہے۔ لہٰذا وہ ایک ہی جہت میں موجود ہوں گے، دوسری جہات میں نہیں۔ متناہی کا یہی تو معنیٰ ہے۔ اور جو متناہی ہوگا وہ مُحدث ہوگا۔ اس لیے کہ اس سے ایک مخصوص مقدار کی تخصیص ہوگی، دوسری مقداروں سے نفی ہوجائے گی تو لازمی طور پر اس کا کوئی مخصص ہوگا۔

3 یہ دلیل جس کو عقل سلیم قبول کرتی ہے: جہت کا قول اختیار کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ خالق، مخلوق ہوجائے اور ربّ، مربوب ہوجائے، اس کی ذات میں تصرف کیا جاسکے، اور وہ زیادتی اور نقصان کو قبول کرسکے۔

اللہ تعالیٰ ان ظالم لوگوں کی بیان کردہ باتوں سے، بہت بلند ہے۔

4.3.2:۔ برہانِ ثانی

یہ دلیل طریقت اور علم تحقیق کے شیخ حضرت شبلی بغدادیؒ (المتوفی ۳۳۴ھ) کے کلام سے مستفاد ہے جب ان سے استواء علی العرش کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے، وہ تو ازل سے موجود ہے۔ عرش تو مُحدَث ہے۔ عرش تو اللہ تعالیٰ، جو رحمٰن ہے، کی بدولت قائم ہے''۔

استدلال ان لوگوں کے قول کی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے کسی خاص جہت کو اپنے لیے مخصوص کرلیا

ہے، (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہیں)، اور ان لوگوں نے اس کا نام عرش رکھ لیا ہے: تو یہ عرش معدوم ہوگا یا موجود ہوگا۔ قسم اول بالا تفاق محال ہے، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جہت کو اپنے لیے مختص کرنا اشارۂ حسیہ کو قبول کرنا ہے۔ اور اشارۂ حسی معدوم کی طرف کرنا محال ہے۔ پس وہ موجود ہوگا۔ اور جب وہ موجود ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قدیم ہوگا، تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ ہمیں جس اس کو قدیم ماننا ہوگا۔ تو اس وقت یہ نہیں معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں الٰہ کون سا ہے۔
یہ اس عقیدہ کا خبیث ہونا ظاہر کرتا ہے۔

اور اگر یہ حادث ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز کا حادث ہونا ہوگا۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ صفات نفسی حادثہ کو قبول کرنے والے ہوں گے۔

4.3.3:۔ برہانِ ثالث

یہ برہان لسانِ طریقت، علم الحقیقت، طبیب القلوب، دلیل محبوب ابوالقاسم حضرت جنیدؒ بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) کے کلام سے مستفاد ہے، وہ فرماتے ہیں: ''خالق کائنات جس کی نہ کوئی شبیہ اور نظیر ہے۔ اس سے مخلوق کیسے اتصال رکھ سکتی ہے جس کی مشابہت اور نظیر موجود ہے''؟۔ حیرانگی ہی حیرانگی! یہ تو عجیب وغریب خیال ہے!

استدلال اس استدلال کی تقریر یہ ہے:

۱ اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس جہت سے بڑے ہوں گے، یا چھوٹے۔ اور حصر ضروری ہے۔

۲ اگر وہ بڑا ہے، تو جہت کے لحاظ سے اس کی مساوی مقدار اس مقدار سے مغائر ہوگی جو اس سے زیادہ ہے۔ تو اس طرح وہ اجزاء اور ابعاض سے مرکب ہوگا، یہ محال ہے۔ اس لیے کہ جو مرکب ہوگا وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوگا، اس کے اجزاء اس کے غیر ہوں گے۔ اور ہر مرکب غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ جو بھی غیر کا محتاج ہوگا وہ الٰہ نہیں ہوسکتا۔

۳ اگر وہ جہت کے لحاظ سے مقدار کے مساوی ہوگا۔ اور جہت اپنے بعض کی طرف اشارۂ حسی کے ممکن ہونے کی وجہ سے منقسم ہوگی۔ پس مقدار کے لحاظ سے مساوی ہوگا، وہ

منقسم ہوگا۔

۴ اگر وہ اس سے چھوٹا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں۔

۵ اگر وہ جوہر فرد کے لحاظ سے مساوی ہے۔تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو اس بات پر راضی کرلیا ہے کہ ان کا معبود جوہرِ فرد کی مقدار والا ہے۔ایسی بات کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا ۔اگر چہ ان کا مذہب ایسا ہی ہے کہ کوئی عاقل اس کو کہہ ہی نہیں سکتا ۔ لیکن یہ تو بادی النظر میں بھی ایسا ہی ہے کہ اس پر جاہل فرنگی بھی ہنستا ہے۔

٦ اگر وہ اس سے بڑا ہے تو پھر بھی وہ منقسم ہوگیا ہے۔

پس اس مذہب کی طرف دیکھو! جو چیزیں اس پر لازم ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بڑے اور بلند ہیں۔

نوٹ جوہر فرد سے مراد جزء لا یتجزی ہے، جو متکلمین کے نزدیک قابلِ تقسیم نہیں ہوتا، مگر حکماء کے نزدیک قابل تقسیم ہوتا ہے۔

4.3.4:۔ برہانِ رابع

یہ برہان حضرت جعفر بن نصیر بغدادیؒ (المتوفی ۳۴۸ھ) کے کلام سے مستفاد ہے جب ان سے آیت ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ''(سورت طٰہٰ:۵)(وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) کے بارے میں سوال کیا گیا۔تو انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے زیادہ قریب نہیں ہے''۔

استدلال اس برہان کی تقریر یہ ہے:

۱ جہات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے برابر ہے۔پس یہ بات ممتنع ہے کہ وہ کسی ایک جہت میں ہوں۔

۲ اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جہات کی نسبت برابر ہے: یہ بات ثابت ہے کہ جہت ایک وجودی امر ہے۔پس اگر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قدیم ہے، تو دو

قدیمی جدا جدا ذات والے وجودوں کو ماننا لازم آئے گا، اس لیے کہ اگر ان دو ذات والے وجودوں کو جدا جدا نہ مانا جائے، تو پھر جہت ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جہت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بلند ہے۔

۲ اگر جہت قدیمی نہیں ہے، تو پھر اس کو خاص کرنا اس وجہ سے ہوگا کہ وہ بذات خود اس کی مقتضی ہے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ وہ ذات (جہت) صفات نفسی میں فاعل ہے، یا وہ غیر ذاتی ہے، تو جہات کی نسبت اس کی ذات کی طرف مساوی ہے۔ تو ایک جہت کو دوسری جہت پر ترجیح دینا اس کی ذات سے امرِ خارج ہے۔ تو اس سے ایک جہت کا خاص کرنا دوسری کے لحاظ سے احتیاج کا سبب ہوگا۔ جہت کو مختص کرنا یہ عین تحیز ہے۔ تحیز متحیز کی ذات کے ساتھ صفتِ قائمہ ہے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اس کی ذات کی صفت دوسری ذات کی محتاج ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

4.4:۔نفیٔ جہت کی براہین کے خلاف دلائل کا رد

۱ اس بات کو جاننا چاہیے کہ یہ دلائل و براہین جن کو ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کو ہم نے مشائخ طریقت سے حاصل کیا ہے۔ ان دلائل کو انہوں نے قرآن مجید سے ہی مستنبط کیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس کو ہر ایک جاننے والا ہوتا ہے۔ ہر انسان بقدرِ ظرف ہی اس سے سیراب ہوتا ہے، حالانکہ اس کے پانی سے ایک قطرہ بھی کم نہیں ہوتا ہے۔

۲ قرآن مجید سے سلفؒ ان لڑائیوں اور غلبہ اسلام کو مستنبط کرتے تھے جو واقع ہوتی تھیں۔ حضرت ابن برجانؒ (عبد السلام بن عبدالرحمٰن بن محمد اللخمی الاشبیلی ابوالحکم المتوفی ۵۳۶ھ) نے قرآن مجید سے مستنبط کیا کہ بیت المقدس سلطان صلاح الدینؒ کے ہاتھ اسی سال فتح ہوگا۔

بعض متاخرینؒ نے ''سورت الروم'' سے مستنبط کیا کہ اس میں ۶۷۳ھ کے بعد حادثات کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت کعب احبارؒ (المتوفی ۳۲ھ) نے تورات سے مستنبط کیا کہ حضرت عبداللہ بن قلابہؒ (المتوفی ۱۰۴ھ) ہی ارم ذات العماد میں داخل ہوں گے، کوئی دوسرا وہاں نہیں داخل ہوگا۔ وہ یہ بھی استنباط کرتے تھے جو حضرات صحابہ کرام ﷺ کے ہاتھوں فتوحات کا ظہور ہوا اور جو شام کے لشکروں کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور یہ مشہور ہے۔

۳ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے علوم بھی اُتارے ہیں جن کو خلق کثیر نہیں جانتی ہے۔ کچھ دوسرے مضامین کو نہیں جانتے ہیں۔ کلامِ فقہاء سے استنباط احکام کرنے والوں کے مراتب بھی مختلف ہیں، اسی طرح شعراء کے قصائد میں سے معانی کو نکالنے والے بھی مختلف مراتب کے ہیں۔

4.5:۔ قرآنِ پاک سے نفیٔ جہت کے دلائل

قرآن مجید میں جو نفیٔ جہت کے دلائل ہیں، ان کو خاص اہل علم تو بخوبی جانتے ہیں اور عام لوگ بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں۔ ان دلائل میں سے چند دلائل یہ ہیں:

آیت 1 لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

ستدلال اگر اس ذات کو جہت کے لحاظ سے کوئی چیز گھیر رہی ہے، تو وہ چیز اس کے لیے مثل ہوگی اس لیے کہ وہ بعض لحاظ سے اس کو گھیرنے والی ہوگی (حالانکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے)۔

آیت 2 هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم:۶۵)

ترجمہ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اُس جیسی صفات رکھتا ہو؟

استدلال ''سَمِيًّا'' کا معنی ہے: ''مِثْلًا''۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثال، شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ (المتوفی ۶۸ھ) فرماتے ہیں: کیا تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی مثال اور شبیہ جانتا ہے؟

آیت 3 اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. لَهٗ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ. مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. يَعْلَمُ مَا

بَیْنَ أَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ. وَلاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ إِلاَّ بِمَا شَآءَ. وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ. وَلاَ یَؤُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا. وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. (سورت البقرہ:۲۵۵)

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اُونگھ لگتی ہے، نہ نیند۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ لوگ اُس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے، سوائے اُس بات کے جسے وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اُسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا۔ اور وہ بڑا عالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔

استدلال اس آیت میں لفظ: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے معنی سے، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، کہ وہ ذات خود قائم ہے، اور اس کے علاوہ کوئی ذات خود قائم نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کسی جہت کے ساتھ قائم ہو تو وہ اپنے علاوہ کسی اور کے سہارے قائم ہوگی، (جو محال ہے)۔

تشریح مصنف اس اسم: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) سے دو اُمور کو سمجھا رہے ہیں:

اول لفظ: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے اطلاق سے مصنف وہی بات سمجھا رہے ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا رہے ہیں:

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (مریم:۶۵)

ترجمہ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اُس جیسی صفات رکھتا ہو؟

یعنی لفظ: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ لہٰذا وہ بذاتِ خود قائم ہے اور باقی تمام مخلوق اس کے وجود سے ہی قائم ہے۔ بذات خود قائم تو صرف ایک ہی ذات اللہ

تعالیٰ کی ہے جس کی کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ وہ جو کسی کے سہارے قائم ہونے والی (مخلوق) ہو وہ تو متعدد ہیں۔

دوم لفظ: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) میں مبالغہ کے صیغہ سے یہ بات مفہوم ہو رہی ہے، یعنی اس ذات کے قائم ہونے میں بھی مبالغہ ہے۔ اس مبالغہ کے صیغہ سے علامہ ابن جہبل ؒ یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے، اور یہ نفی جہت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف جہت کی نسبت کا قول کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو جہت کا محتاج ماننا پڑے گا اور یہ تو لفظ: ''اَلْقَیُّوْمُ'' (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے مفہوم اور مدلول کے منافی ہے، جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود قائم ہیں اور اس کو کسی دوسرے کی احتیاج بالکل نہیں ہے، جب کہ دوسری تمام مخلوق اسی کے سہارے قائم ہے۔

آیت4 هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (الحشر:۲۴)

ترجمہ وہ اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے۔ اُسی کے سب سے اچھے نام ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں، وہ اس کی تسبیح کرتی ہیں، اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

استدلال اس آیت میں لفظ: ''اَلْمُصَوِّرُ'' (صورت بنانے والا ہے) کے مفہوم سے یہ واضح ہے، اس لیے کہ اگر وہ ذات کسی جہت میں ہو تو اس کی تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ پس اگر وہ اپنی تصویر خود بنانے والا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو، یہ دونوں محال ہیں۔

آیت5 وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ. (الحاقہ:۱۷)

ترجمہ اور آپ ﷺ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے۔

استدلال اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر حقیقۃً ہو، تو وہ ذات تو اُٹھائی ہوئی ہوگی (اور یہ محال ہے)۔

آیت6 كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ. (القصص:۸۸)

ترجمہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

استدلال اس آیت سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ عرش بھی فنا ہو جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ بات مان لیں کہ وہ پہلے (عرش کے پیدا ہونے سے پہلے) کسی جہت میں نہیں تھا، پھر (عرش کے پیدا ہونے کے بعد) وہ کسی جہت میں ہو گیا، پھر (عرش کے فنا ہونے کے بعد) وہ کسی جہت میں نہیں ہو گا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں تغیر اور تبدیلی کا ہونا پایا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں محال ہے۔

تشریح علامہ ابن جہبلؒ اس آیت سے یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ عرش عدم سے وجود میں آیا ہے اور وہ اس آیت: ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ'' کے مقتضیٰ کے مطابق دوبارہ معدوم بھی ہو جائے گا۔ اور عرش عنقریب اس نص: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ. (القصص: ۸۸) کے مطابق فنا اور ہلاک ہو جائے گا۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ کو عرش سے پہلے جس چیز نے اُٹھایا تھا، جہت کے معنی کے لحاظ سے وہ موجود تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف جہت کی نسبت کا قول اختیار کریں تو وہ عرش کی طرف اس کے وجود کے آنے کے بعد منتقل ہو گی۔ اور پھر وہ عرش کے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی کی طرف لوٹ جائے گی۔ عرش کی طرف منتقل ہونا، اور پھر اس سے جدا ہو جانا، تو تغیرات کا آ جانا ہے۔ تغیرات تو حوادث کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس منزہ اور پاک ہے۔ (من جانب مترجم)

4.6:۔ حافظ ابن تیمیہؒ کا رد

اس مدعی (حافظ ابن تیمیہؒ) نے جب یہ بات جان لی کہ قرآن پاک اس قسم کی اشیاء اور اشارات سے بھرا پڑا ہے، تو اس نے یہ بات کہہ دی: ان اشیاء کی دلالت تو معمہ اور پہیلی جیسی ہے۔

کیا اس مغرور شخص کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ علم العقائد کے اسرار و رموز کو عوام الناس کی عقلیں ہرگز نہیں سمجھ سکتیں۔ یہ اسرار و رموز تو ایسے ہی بیان ہوئے ہیں۔

قرآنِ مجید میں جسمیت کی نفی بھی تو اسی انداز میں بیان ہوئی ہے۔کیا اذہان اور عقول مخفی چیزوں کے استنباط کے علاوہ کسی اور چیز پر فخر کرتی ہیں؟ جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ نے قرآن مجید کی اس آیت سے اجماع کی دلیل کے حجت ہونے کو مستنبط کیا ہے:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ. نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى. وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ. وَسَاءَتْ مَصِيْراً (النساء:۱۱۵)

ترجمہ اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اسی طرح قیاس کو اس آیت سے مستنبط کرنا:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ. (الحشر:۲)

ترجمہ لہٰذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرلو۔

جیسے حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث سے خیارِ مجلس کو اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع کی نہی سے مستنبط کیا ہے۔

تنبیہ یہ حدیث بہت سی کتب میں موجود ہے۔بخاری، مسلم اور ترمذی کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، رَفَعَهُ إِلٰى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ـــ أَوْ قَالَ: حَتّٰى يَتَفَرَّقَا ـــ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا". (بخاری رقم ۲۰۷۹)

۲ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ

اللّٰـهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا۔ أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا۔ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا". (بخاری رقم ۲۰۸۲،۲۰۱۰)

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰـهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ". (بخاری رقم ۲۱۰۹)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَيِّعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

(مسلم: رقم: ۱۵۳۱: ۴۳ ترقیم فؤاد عبدالباقی)

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا". قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ابْتَاعَ بَيْعًا وَهُوَ قَاعِدٌ قَامَ لِيَجِبَ لَهُ البَيْعُ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَسَمُرَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(ترمذی رقم ۱۲۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک وہ وہاں سے جدا نہ ہوجائیں یا وہ دونوں اس کو اختیار نہ کرلیں"۔

حضرت امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی چیز کو خریدتے تو اگر وہ بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہوجاتے تاکہ وہ بیع واجب ہوجائے۔

اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہور اُمت کو صرف کلمہ طیبہ

"لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ہی مکلف بنایا ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کے سوال کے جواب میں حضرت امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور باقی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمایا ہے۔ اور ان سے اور ان کے اصحابؒ سے اس بارے میں صرف چند کلمات ہی منقول ہیں۔ ان جیسے مسائل تو مخفی ہی رہے۔ اس کی تشریحات سے کلام سربستہ راز ہی رہا۔

4.7:۔ فصل ثانی: حافظ ابن تیمیہؒ کی ملمع سازی اور اس کا رد

اس فصل میں مدعی کی ملمع سازی کو باطل قرار دیا گیا ہے، جو اس نے قرآن وحدیث کے ظاہر پر مشتمل آیات واحادیث سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے اور جو متکلمینؒ کے قول پر تنزیہ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

1 هُوَ الَّـذِیْٓ اَنْـزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ. هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَـابِهَـاتٌ. فَاَمَّـا الَّـذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِـغَـآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِیْلِهٖ. وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ. وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْـمِ یَقُوْلُـوْنَ آمَـنَّـا بِـهٖ. کُـلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَـا. وَمَـا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (آل عمران:۷)

ترجمہ (اے رسول!) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے)۔ سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے"۔ اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

☆ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں محکم اور متشابہ آیات ہیں۔ متشابہ آیات کے بارے میں بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی تاویل (معنی ومراد) کو اللہ تعالیٰ اور

راسخین فی العلم (علم میں پختہ لوگوں) کی طرف لوٹائیں۔ لہٰذا اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں: نبوت کا مقصد نص کے ظاہر کو متشابہ پر پیش کرنا نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبوت کا مقصودِ اعظم تو عام لوگوں کو ہدایت دینا ہوتا ہے۔ پھر جب قرآن پاک کا اکثر حصہ محکم ہے، اور عوام الناس کو متشابہات میں غور وخوض سے روکنا ہے، تو مقصود حاصل ہو گیا، اگر شیطان لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت میں نہ ڈال دے۔ اگر متشابہات کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیا جائے، تو لوگوں کی عقلیں ان کے ادراک سے عاجز ہو جائیں گی۔

2 پھر متشابہات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ ان سے علمائے کرام کے مراتب کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ. (یوسف:۷٦)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

علاوہ ازیں ان متشابہات کے ذریعے اجر کے زیادہ ہونے کا حصول بھی ہے جو ان کے سمجھنے، سمجھانے، سیکھنے اور سکھانے میں کوشش کرنے سے ملتا ہے۔

3 یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر ان متشابہات کا مفہوم بھی بذاتِ خود واضح اور ظاہر ہوتا، تو لوگ ان سارے علوم کو نہ سیکھتے، بلکہ ان کو مکمل طور پر چھوڑ بیٹھتے۔ اگر کتاب اللہ بذاتِ خود ہی اتنی واضح ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کے لیے کسی معین علم کی ضرورت ہی نہ ہوتی، پھر متشابہات میں ان سے خطاب کیا جاتا جو ان کے لحاظ سے عظیم ہے، اگر چہ معاملہ اس سے بھی بڑا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالعزیز ماجشونؒ کے کلام میں اس پر تنبیہ بھی کر دی گئی ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی نعمتوں میں ارشاد فرمایا ہے:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ. وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ. وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ. وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ.

(الواقعة:۲۸تا۳۱)

ترجمہ (وہ عیش کریں گے) کانٹوں سے پاک بیریوں میں! اور اُوپر تلے لدے ہوئے کیلے کے درختوں میں، اور دُور تک پھیلے ہوئے سائے میں، اور بہتے ہوئے پانی میں۔

یہ نعمتیں ان کے نزدیک بہت بڑی ہیں، اگرچہ جنت کی نعمتیں اس سے بہت بڑی ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ". (بخاری رقم ۷۴۹۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی دل میں اس کے بارے میں خیال بھی نہیں گزرا۔

خاتمہ

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اس جنت میں ٹھکانا عطا فرمائے، ہمیں نورِ بصیرت عطا فرمائے، ہماری آنکھوں کو منور فرمائے، اور اپنے احسان وکرم سے ہمیں خالص اپنی رضا کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اس بات کے منتظر رہیں گے کہ یہ مدعی اس بارے میں کیا دجل وفساد برپا کرتے ہیں تاکہ ہم بھی اس کی گمراہی اور دین دشمنی کو واضح کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں پوری کوشش کریں گے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تم بحمد اللہ

حصہ دوم

الحقائق الجلية

فى الرد على ابنِ تيمية فيما أورده فى الفتوى الحموية

المؤلف

أَحْمد بن يحيى بن إِسْمَاعِيل الشَّيْخ شهَاب الدّين

ابْن جهبل الْكلابِي الْحلَبِى الأَصْل

(المتولد ۶۷۰ھ، المتوفی ۷۳۳ھ)

بِسم اللّٰه الرَّحْمَن الرَّحِيم

أَلْحَمد لِلّٰه الْعَظِيم شَأْنه، الْقوى سُلْطَانه القاهر ملكوته، الباهر جبروته، الْغَنِيّ عَن كل شَيْء وكل شَيْء مفتقر إِلَيْهِ، فَلَا معول لشَيْء من الكائنات إِلَّا عَلَيْهِ.

أرسل مُحَمَّدًا صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم بالمحجة الْبَيْضَاء، وَالْملَّة الزهراء، فَأتى بأوضح الْبَرَاهِين، وَنور محجة السالكين، وَوصف ربه تَعَالَى بِصِفَات الْجلَال، وَنفى عَنهُ مَا لَا يَلِيق بالكبرياء والكمال، فتعالى اللّٰه الْكَبِير المتعال، عَمَّا يَقُوله أهل الغي والضلال، لَا يحملهُ الْعَرْش بل الْعَرْش وَحَملته محمولون بلطف قدرته، مقهورون فِي قَبضته، أَحَاط بِكُل شَيْء علما، وأحصى كل شَيْء عددا، مطلع على هواجس الضمائر، وحركات الخواطر، فسبحانه مَا أعظم شَأْنه، وأعز سُلْطَانه، "يسْأَله من فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض"لافتقارهم إِلَيْهِ: "كل يَوْم هُوَ فِي شَأْن"لاقتداره عَلَيْهِ.

وصلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم على سيدنَا مُحَمَّد خَاتم أنبيائه ومبلغ أنبائه وعَلى آله وَصَحبه وَسلم.

0.1:ـسبب تأليف هٰذا الكتاب وخطة البحث

أما بعد: فَالَّذِي دَعَا إِلَى تسطير هَذِه النبذة، مَا وَقع فِي هَذِه الْمدَّة، مِمَّا علقه بَعضهم فِي إِثْبَات الْجِهَة واغتر بهَا من لم يرسخ لَهُ فِي التَّعْلِيم قدم، وَلم يتَعَلَّق بأذيال الْمعرفَة وَلَا كبحه لجام الْفَهم، وَلَا استبصر بِنور الْحِكْمَة، فَأَحْبَبْت أَن:

١ أذكر عقيدة أهل السّنة وَالْجَمَاعَة.

٢ ثمَّ ابين فَسَاد مَا ذكره، مَعَ أَنه لم يدع دَعْوَى إِلَّا نقضهَا، وَلَا اطرد قَاعِدَة إِلَّا هدمها.

٣ ثمَّ أستدل على عقيدة أهل السّنة وَمَا يتَعَلَّق بذلك.

وَهَا أَنا اذكر قبل ذَلِك مُقَدّمَة يستضاء بهَا فِي هَذَا الْمَكَان. فَأَقُول: وَبِاللّٰهِ الْمُسْتَعَان.

باب 1

مقدمه

1.1:۔تمهيد: مذهب الحشوية وأنواعهم والرد عليهم

1 مَذْهَب الحشوية فِي إِثْبَات الْجِهَة مَذْهَب واه سَاقِط، يظْهر فَسَاده من مُجَرّد تصَوره، حَتَّى قَالَت الْأَئِمَّة: لَوْلَا اغترار الْعَامَّة بهم لما صرف إِلَيْهِم عنان الْفِكر، وَلَا خط الْقَلَم فِي الرَّد عَلَيْهِم، وهم فريقان:

١ فريق لَا يتحاشى فِي إِظْهَار الحشو: "وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ. أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ".

٢ وفريق يتستر بِمذهب السّلف لسحت يَأْكُلهُ، أَو حطام يَأْخُذهُ، أَو هوى يجمع عَلَيْهِ الطغام الجهلة، والرعاع السفلة لعلمه أَن إِبْلِيس لَيْسَ لَهُ دأبٌ إِلَّا خذلان أمة مُحَمَّد صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم.

2 وَلذَلِك لَا يجمع قُلُوب الْعَامَّة إِلَّا على بِدعَة وضلالة، يهدم بهَا الدّين، وَيفْسد بهَا الْيَقِين، فَلم يسمع فِي التواريخ أَنه أخزاه اللّٰه جمع غير خوارج أَو رافضة أَو ملاحدة أَو قرامطة. وَأما أهل السّنة وَالْجَمَاعَة فَلَا تَجْتَمِع إِلَّا على كتاب اللّٰه الْمُبين وحبله المتين.

3 وَفِي هَذَا الْفَرِيق من يكذب على السَّابِقين الْأَوَّلين من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار، وَيَزْعُم أَنهم يَقُولُونَ بمقالته.

4 وَلَو أنْفق ملْء الأَرْض ذَهَبا مَا اسْتَطَاعَ أَن يروج عَلَيْهِم كلمة تصدق دَعْوَاهُ، وتستر هَذَا الْفَرِيق بالسلف حفظا لرياسته والحطام الَّذِي يجتلبه: "يُرِيدُونَ أَن يأمنوكم ويأمنوا قَومهمْ". وَهَؤُلَاء يَتَحَلَّوْنَ بالرياء والتقشف، فيجعلون الروث مفضضا والكنيف مبيضا، ويُزَهِّدُون فِي الذّرة ليحصلوا الدرة.

أظهرُوا للنَّاس نسكا وعَلى المنقوش داروا

5 وَمذهب السّلف إِنَّمَا هُوَ التَّوْحِيد والتنزيه دون التجسيم والتشبيه، والمبتدعة تزْعم أَنَّهَا على مَذْهَب السّلف.

وكل يدعونَ وصال ليلى وليلى لَا تقر لَهُم بذاكا

6 وَكَيف يعْتَقد فِي السّلف أَنهم يَعْتَقِدُونَ التَّشْبِيه، أَو يسكنون عِنْد ظُهُور أهل الْبدع. وَقد قَالَ الله: "وَلَا تلبسوا الْحق بِالْبَاطِلِ وتكتموا الْحق وَأَنْتُم تعلمُونَ". وَقَالَ الله تَعَالَى: "وَإِذ أَخذ الله مِيثَاق الَّذين أُوتُوا الْكتاب لتبيننه للنَّاس وَلَا تكتمونه". وَقَالَ الله تَعَالَى: "لتبين للنَّاس مَا نزل إِلَيْهِم".

7 وَلَقَد كَانَت الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم لَا يَخُوضُونَ فِي شَيْء من هَذِه الْأَشْيَاء، لعلمهم أَن حفظ الدهماء أهم الْأُمُور مَعَ أَن سيوف حججهم مرهفة ورماحها مشحوذة،

8 وَلذَلِك لما نبغت الْخَوَارِج وراجعهم حبر الْأمة وعالمها وابنا عَم رسولها، أَمِير الْمُؤمنِينَ عَليّ بن أبي طَالب وَعبد الله بن عَبَّاس، فاهتدى الْبَعْض بالمناظرة، وأصر الْبَاقُونَ عناداً فتسلط عَلَيْهِم السَّيْف.

وَلكِن حكم السَّيْف فِيكُم مسلطا فنرضى إِذا مَا أصبح السَّيْف رَاضِيا

9 وَكَذَلِكَ لما نبغ الْقدر وَنجم بِهِ معبد الْجُهَنِيّ قيض الله تَعَالَى لَهُ زاهد الْأمة وَابْن فاروقها عبد الله عمر بن الْخطاب رَضِي الله عَنْهُمَا،

10 وَلَو لم تنبغ هَاتَانِ البدعتان لما تَكَلَّمت الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم فِي رد هَذَا وَلَا إِبْطَال هَذَا، وَلم يكن دأبهم إِلَّا الْحَث على التَّقْوَى والغزو وأفعال الْخَيْر، وَلذَلِك لم ينْقل عَن سيد الْبشر صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَا عَن أحد من أَصْحَابه رَضِي الله عَنْهُم أَنه جمع النَّاس فِي مجمع عَام ثمَّ أمرهم أَن يعتقدوا فِي الله تَعَالَى كَذَا وَكَذَا.

11 وَقد أصدر ذلِك فِي أَحْكَام شَتّى، وَإِنَّمَا تكلم فِيهَا بِمَا يفهمهُ الْخَاص وَلَا يُنكره الْعَام. وَبِاللّٰهِ أقسم يَمِينا برة، مَا هِيَ مرّة بل ألف ألف مرّة، أَن سيد الرُّسُل صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يقل: أَيهَا النَّاس اعتقدوا أَن اللّٰه تَعَالٰى فِي جِهَة الْعُلُوّ. وَلَا قَالَ ذلِك الْخُلَفَاء الراشدون، وَلَا أحد من الصَّحَابَة.

12 بل تركُوا النَّاس وَأمر التعبدات وَالْأَحْكَام، وَلَكِن لما ظَهرت الْبدع قمعها السّلف. أما التحريك للعقائد، والتشمير لإظهارها وَإِقَامَة ثائرها، فَمَا فعلوا ذلِك، بل حسموا الْبدع عِنْد ظُهُورهَا.

13 ثمَّ الحشوية إِذا بحثوا فِي مَسَائِل أصُول الدّين مَعَ الْمُخَالفين تكلمُوا بالمعقول، وتصرفوا فِي الْمَنْقُول، فَإِذا وصلوا إِلَى الحشو تبلدوا وتأسوا. فتراهم لَا يفهمون بِالْعَرَبيَّةِ وَلَا بالعجمية، كلا وَاللّٰه!، وَاللّٰه لَو فَهموا لهاموا، وَلَكِن اعْترضُوا بَحر الْهوى فشقوه وعاموا، واسمعوا كل ذِي عقل ضَعِيف وذهن سخيف، وخالفوا السّلف فِي الْكَفّ عَن ذلِك مَعَ الْعَوام.

14 وَلَقَد كَانَ الْحسن الْبَصْرِيّ رَضِي اللّٰه عَنهُ إِذا تكلم فِي علم التَّوْحِيد أخرج غير أَهله.

15 وَكَانُوا رَحِمهم اللّٰه تَعَالٰى لَا يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ إِلَّا مَعَ أهل السّنة مِنْهُم، إِذْ هِيَ قَاعِدَة أهل التَّحْقِيق، وَكَانُوا يَضُنُّونَ بِهِ على الْأَحْدَاث.

16 وَقَالُوا:

"الْأَحْدَاث هم المستقبلون الْأُمُور المبتدئون فِي الطَّرِيق فَلم يجربوا الْأُمُور وَلم يرسخ لَهُم فِيهَا قدم وَإِن كَانُوا أَبنَاء سبعين سنة".

17 وَقَالَ سهل رَحمه اللّٰه تعالٰى:

"لَا تطلعوا الْأَحْدَاث على الْأَسْرَار قبل تمكنهم من اعْتِقَاد أَن الْإِلٰه وَاحِد وَأَن الموحد فَرد، صَمد، منزه عَن الْكَيْفِيَّة، والأينية. لَا تحيط

بِهِ الأفكار وَلَا تكيفه الألباب".

18 وَهَـذَا الْـفَـرِيـق لَا يَكْتَفِى من إِيمَان النَّاس إِلَّا باعتقاد الْجِهَة، وَكَأَنَّهُ لم يسـمع الحَدِيث الصَّحِيح عَن النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أمرت أن أقاتل النَّاس حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَه إِلَّا الله" الحَدِيث.

19 أفـلا يـكْتَـفِـى بِمَا اكْتفى بِهِ نَبِيّهم صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، حَتَّى إِنَّه يَأْمر الـزَمَـنى(زَ مِنّ: كى جمع: لنجا، آفت) بـالـخـوض فِـي بَـحـر لَا سَاحل لَـهُ، وَيَـأْمُـرهُـمْ بـالتفتيش عَمَّا لم يَأْمُرهُم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بـالـتـفـتـيـش عَـنـهُ وَلَا أحـد مـن أَصْـحَـابـه رَضِى الله عَنْهُم. وَلَا تنازل وَاكْتفى بِمَا نقل عَن إِمَامه الإِمَام أَحْمد بن حَنْبَل رَحمَه الله تعالى.

1.2:ـ مذهب الامام أحمد بن حنبلؒ فى الصفات

حَيْـثُ قَـالَ: "لَا يُوصَف الله تَعَالَى إِلَّا بِمَا وصف بِهِ نَفسه أَو وَصفه بِهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، لَا نتجاوز الْقُرْآن والْحَدِيث، ونعلم أَن مَا وصف الـلّـه بِـهِ مـن ذَلِـك فَهُوَ حق لَيْسَ فِيهِ لَغْز وَلَا أحَاج، بل مَـعْـنَـاهُ يـعـرفِ مـن حَيْـثُ يـعـرف مَقْصُود الْمُتَكَلّم بِكَلَامِهِ، وَهُوَ مَعَ ذَلِك: "لَيْسَ كمثله شَيْءٌ" فِـي نَـفسه المقدسة الْمَذْكُورَة بأسمائه وَصِـفَـاتـه، وَلَا فِي أَفعاله فَكَانَ يَنْبَغِي أَن الله سُبْحَانَهُ لَهُ ذَات حَقِيقِيَّة وأفـعـال حَـقِيـقِيَّة، وَكَـذَلِكَ لَـهُ صِـفَات حَقِيقِيَّة، وَهُوَ "لَيْسَ كمثله شَيْء" لَا فِـي ذَاته وَلَا فِي صِفَاته، وَلَا فِي أَفعاله، وكل مَا أوجب نقصاً أَو حـدوثـاً فَـإِن الـلّـه عـز وَجل منزه عَنهُ حَقِيقَة، فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ مُسْتَحق لـلـكـمـال الَّـذِى لَا غَـايَة فَوْقه، وممتنع عَلَيْهِ الْحُدُوث لِامْتِنَاع الْعَدَم عَـلَـيْهِ، واستلزام الْحُدُوث سَابِقَة الْعَدَم وافتقار الْمُحدث إِلَى مُحدث وَوُجُوب وجوده بِنَفسِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى".

هَذَا نَص إِمَامه فَهَلا اكْتفى بِهِ.

وَلَقَد أُتِي إِمَامه فِي هَذَا الْمَكَان بجوامع الْكَلم، وسَاق أَدِلَّة الْمُتَكَلّمين علـى مَـا يَـدعِيهِ هَذَا المارق بِأَحْسَن رد وأوضح معَان، مَعَ أَنه لم يَأْمر بِمَا أَمر هَذَا الْفَرِيق.

1.3:۔مذهب الامام مالکؒ والشافعیؒ فی الصفات

وَقد قَالَ الشَّافِعِي رَحِمه اللّٰه تعالی:

سَأَلت مَالِكًا عَن التَّوْحِيد، فَقَالَ: محَال أَن نظن بِالنَّبِيّ صلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم أَنه علـم أمته الِاسْتِنْجَاء وَلم يعلمهُمْ التَّوْحِيد، وَقد قَالَ صلی اللّٰـه عَـلَيْهِ وَسلم: "أمرت أَن أقَاتل النَّاس حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَه إِلَّا اللّٰه" الحَدِيث.

فَبين مَالک رَحـمـه اللّٰه: أَن الْمَطْلُوب من النَّاس فِي التَّوْحِيد هُوَ مَا اشْتَمَل عَلَيْهِ هَذَا الحَدِيث، وَلم يقل من التَّوْحِيد اعْتِقَاد أَن اللّٰه تَعَالَى فِي جِهَة الْعُلُوّ.

وَسُئِلَ الشَّافِعِي رَحمه اللّٰه عَن صِفَات اللّٰه، فَقَالَ:

"حرَام علـى الْعُقُول أَن تمثل اللّٰه تَعَالٰی وعَلى الأوهام أَن تحد وعَلى الظنـون أَن تـقـطـع وعَلى النُّفُوس أَن تفكر وعَلى الضمائر أَن تعمق وعَلـى الخواطر أَن تحيط إِلَّا مَا وصف بِهِ نَفسه على لِسَان نبيه صلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم".

1.4:۔طریق السلف الصالحینؒ

وَمن تـقـصّى وفتـش وَبـحَث، وجد أَن الصَّحَابَة رَضِي اللّٰـه عَنْهُم وَالتَّابِعِينَ والصدر الأول، لم يكن دأبهم غير الْإِمْسَاک عَن الْخَوْض

فِی هَـذِه الْأُمُـور، وَتـرک ذکرهَا فِی الْمشَاهد، وَلم یَکُونُوا یدسّونها إِلَـی الْعَـوام، وَلَا یَتَـکَـلَّـمُـونَ بهَا علی المنابر، وَلَا یوقعون فِی قُلُوب الـنَّاس مِنهَا هواجس، کالحریق المشتعل، وَهَذَا مَعْلُوم بِالضَّرُورَةِ من سیـرهـم، وعَـلی ذٰلِک بنینَا عقیدتنا، وأسسنا نحلتنا، وسیظهر لَک إِن شَاءَ اللّٰه تَعَالٰی موافقتنا للسلف، وَمُخَالفَة الْمُخَالف طریقتهم، وَإِن ادّعی الِاتِّبَاع، فَمَا سالک غیر الابتِداع.

1.5:۔ادعاء المدعی والرد علیها

1 وَقَـول الْـمُـدَّعِـی إِنَّهُم أظهرُوا هَذَا. وَیَقُول: علّم النَّبِی صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسـلم کل شَیْء حَتَّی الخَراءة، وَمَا علَّم هَذَا المهم! هٰذَا بهرج (باطل اورردی چیز) لَا یـمشـی عـلٰـی الـصَّـیْـرَفِیّ النَّقَّاد؛ أَوَ مَا عَلِم أَن الخراءة یـحْتَاج إِلَیْهَا کل وَاحِد. وَرُبمَا تکَرَّرت الْحَاجة إِلَیْهَا فِی الْیَوْم مَرَّات. وَأیُّ حَـاجَةٍ بـالـعـوام إِلَی الْخَوْض فِی الصِّفَات؟! نعم الَّذِی یَحْتَاجُونَ إِلَیْهِ من التَّوْحِید قد تبین فِی حَدِیث: "أمرت أَنْ أقَاتل النَّاس".

2 ثُـمَّ هـٰذَا الْـکَلَام من الْمُدَّعِی یهدمُ بُنْیَانَه، ویهد أرْکَانه؛ فَإِن النَّبِیﷺ علَّم الخراءة تَصْرِیحًا، وَمَا علَّم النَّاسَ أَن اللّٰه تَعَالٰی فِی جِهَة الْعُلُوّ.

3 وَمَـا ورد مِـنَ الْـعَـرْش وَالـسَّـمَـاء فِی الاسْتوَاء، قد بَنَی الْمُدَّعِی مَبناه، وأَوثقَ عُرٰی دَعْوَاهُ علٰی أَن الْمُرَاد بهما شَیْءٌ وَاحِد، وَهُوَ: جِهَة الْعُلُوّ، فَـمَـا قَـالَـه هـٰذَا الْـمُـدَّعِـی لـم یُعَلِّمْهُ النَّبِیُّ صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلم أُمَّتَهُ، وعلَّمهم الخراءة.

4 فَـعِـنْـدَ الْـمُدَّعِی: یجب تَعْلِیم الْعَوامّ حَدِیث الْجِهَة، وَمَا عَلَّمَهَا رَسُولُ اللّٰه صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسلم!

1.6:۔طریق السکوت طریق الأسلم

وَأما نَحن فَالَّذِی نقُوله أنه لَا یخاض فِی مثل هٰذَا ویسکت عَنهُ کَمَا سکت رَسُول اللّٰه صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسلم وَأَصْحَابه، ویسعنا مَا وسعهم، وَلذٰلِک لم یُوجد منا أحد یَأْمر الْعَوام بِشَیْء من الْخَوْض فِی الصِّفَات، وَالْقَوْم وَقد جعلُوا دأبهم الدُّخُول فِیهَا وَالْأَمر بهَا. فلیت شعری من الْأَشْبَه بالسلف؟!

باب2

عقيدة أهل السّنة والجماعة

وَهَا نَحن تذكر عقيدة أهل السّنة فَنَقُول:

عقيدتنا: "أَن اللّٰه قديم، أزلى، لا يشبه شَيْئاً، وَلَا يُشبهه شَيْءٌ، لَيْسَ لَهُ جِهَة، وَلَا مَكَان، وَلَا يجْرِى عَلَيْهِ وَقت، وَلَا زمَان، وَلَا يُقَال لَهُ: أَيْن، وَلَا حَيْثُ، يُرى لَا عَن مُقَابلَة، وَلَا على مُقَابلَة. كَانَ وَلَا مَكَان، كوّن الْمَكَان، ودبّر الزَّمَان. وَهُوَ الْآن على مَا عَلَيْهِ كَانَ".

2.1:ـعقيدة مشائخ الطريق رحمهم اللّٰه تعالٰى

هَذَا مَذْهَب أهل السّنة وعقيدة مَشَايِخ الطَّرِيق رَحمهم اللّٰه تعالٰى.

1 قَالَ الْجُنَيْد رَحمه اللّٰه تعالٰى: "مَتى يتَّصل من لَا شَبيه لَهُ وَلَا نَظِير لَهُ بِمن لَهُ شَبيه وَنَظِير".

وكما قيل ليحيى بن معَاذ الرَّازِيّ رَحمه اللّٰه تعالٰى: أخبرنَا عَن اللّٰه عز وَجل:

قَالَ: إِلٰه وَاحِد.

فَقيل لَهُ: كَيفَ هُوَ؟

فَقَالَ: مَالك قَادر.

فَقيل لَهُ: أَيْن هُوَ؟

فَقَالَ: بالمرصاد.

فَقَالَ السَّائِل: لم أسأَلك عَن هٰذَا؟

فَقَالَ: مَا كَانَ غير هٰذَا كَانَ صفة الْمَخْلُوق. فَأَما صفته فَمَا أخْبرت

عَنهُ.

وكما سَأَلَ ابنُ شاهين رَحمه اللّٰه تعالٰى، الْجُنَيْدَ رَحمه اللّٰه تعالٰى عَن معنى "مَعَ"؟

فَقَالَ: "مَعَ" على مَعْنيين: مَعَ الْأنبِيَاء بالنصرة والكلاءة؛ قَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "إنَّنِي مَعَكُمَا أَسمَعُ وَأَرٰى". وَمَعَ الْعَالم بِالْعلمِ والإحاطة؛ قَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "مَا يكون من نجوى ثَلاثَة إِلّا هُوَ رابعهم".

فَقَالَ ابْن شاهين: مثلك يصلح دَالاً لِلْأُمَّةِ على اللّٰه.

وَسُئِلَ ذُو النُّون الْمصرِيّ رَحمه اللّٰه تعالٰى عَن قَوْله تَعَالٰى: "الرَّحْمٰن على الْعَرْش اسْتَوٰى".

فَقَالَ: أَثْبَتَ ذَاتَهُ وَنَفٰى مَكَانَهُ، فَهُوَ مَوْجُود بِذَاتِهِ، والأشياء بِحِكْمَتِهٖ كَمَا شَاءَ سبحانه.

وَسُئِلَ عَنهُ الشبلى رَحمه اللّٰه تعالٰى، فَقَالَ: الرَّحْمٰن لم يزل، وَالْعرش مُحْدَثٌ، وَالْعرشُ بالرحمٰن اسْتَوٰى.

وَسُئِلَ عَنهَا جَعْفَر بن نصير رَحمه اللّٰه تعالٰى، فَقَالَ: "اسْتَوٰى علمه بِكُل شَيْء، وَلَيْسَ شَيْء أقرب إِلَيْهِ من شَيْء".

وَقَالَ جَعْفَر الصَّادِق رَحمه اللّٰه تعالٰى: من زَعَمَ أَنَّ اللّٰه فِي شَيْءٍ، أَو من شَيْء، أَو على شَيْءٍ. فقد أَشْرَكَ، إِذْ لَو كَانَ فِي شَيْءٍ لَكَانَ محصوراً، وَلَو كَانَ على شَيْء لَكَانَ مَحْمُولاً، وَلَو كَانَ من شَيْءٍ لَكَانَ مُحدثاً.

وَقَالَ مُحَمَّد بن مَحْبُوب رَحمه اللّٰه تعالٰى، خَادِم أبى عُثْمَان المغربى رَحمه اللّٰه تعالٰى، قَالَ لى أَبُو عُثْمَان المغربى رَحمه اللّٰه تعالٰى، يَوْمًا: يَا مُحَمَّد! لَو قَالَ لَك قَائِل: أَيْن معبودك؟ أيش تَقول:

قلت: أَقُول حَيْثُ لم يزل.

قَالَ: فَإِن قَالَ لَك: فَأَيْنَ كَانَ فِي الْأَزَل، أيش تَقول؟

قلت: حيث هو الآن. يعني: أنه كَانَ وَلا مَكان، فَهُوَ الْآن كَمَا كَانَ.
قَالَ: فارتضى ذلك مني، ونزع قميصه وأعطانيه.

9 وَقَال أبو عُثمان المغربي، رحمه الله تعالىٰ: كنت أعتقد شَيْئاً من حديث الجهة، فلمَّا قدمت بَغْداد زَالَ ذٰلِك عَن قلبِي. فَكتبت إِلىٰ أَصحابِي بِمَكَّة أنّي أسلمت الآن اسلاماً جَدِيداً. قَالَ: "فَرجع كل من كَان تابعه عَن ذٰلِك".

فَهٰذه كلمات أعْلَام أهل التَّوْحِيد، وأئمة جُمْهُور الْأمة، سوى هٰذِه الشرذمة الزائغة. وكتبهم طافحة بذلك.

وردهم على هٰذِه النازعة لا يكاد يحصر، وَلَيْسَ غرضنا بذلك تقليدهم، لمنع ذٰلِك فِي أصُول الديانَات، بل إِنَّمَا ذكرت ذٰلِك ليعلم أن مَذْهَب أهل السّنة ما قدمْنَاهُ.

2.2:ـموقف أهل السنة من آيات الصفات

ثمَّ إن قَوْلنا: إن آيات الصِّفَات وأخبارها، على من يسْمعهَا وظائف التَّقْدِيس، وَالْإِيمَان بِما جَاء عَن الله تَعَالَى وَعَن رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم على مُرَاد الله تَعَالَى، وَمُرَاد رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، والتصديق وَالِاعْتِرَاف بِالْعَجز، وَالسُّكُوت والإمساك عَن التَّصَرُّف فِي الْأَلْفَاظ الْوَارِدَة. وكف الْبَاطِن عَن التفكر فِي ذٰلِك، واعتقاد أن مَا خفِي عَلَيْهِ مِنْهَا لم تخف عَن الله وَلَا عَن رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم. وسَيَأْتِي شرح هٰذِه الوظائف إِن شَاء الله تَعَالىٰ.

فليت شعري:

1 فِي أَي شَيْء نُخَالِفُ السّلفَ؟!

2 هَل هُوَ فِي قَوْلنَا: كَانَ وَلَا مَكَان؟

3 أَو فِي قَوْلنَا: إِنَّه تَعَالىٰ كَوَّنَ الْمَكَانَ؟

أَو فِي قَوْلنَا: وَهُوَ الْآن على مَا عَلَيْهِ كَانَ؟

أَو فِي قَوْلنَا: تَقَدَّسَ الْحَقُّ عَن الجِسْمِيَة ومُشَابَهَتِها؟

أَو فِي قَوْلنَا: يجب تَصْدِيق مَا قَالَه اللّه تَعَالَى وَرَسُوله بِالْمَعْنَى الَّذِي أَرَادَ؟

أَو فِي قَوْلنَا يجب الِاعْتِرَاف بِالْعَجزِ؟

أَو فِي قَوْلنَا نسكت عَنِ السُّؤَال والخوض فِيمَا لَا طَاقَة لنا بِهِ؟

أَو فِي قَوْلنَا يجب إِمْسَاك اللِّسَان عَن تَغْيِير الظَّوَاهِر بِالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَان؟!!

وليت شعري:

فِي مَاذَا وافقوا هم السّلف؟

هَل فِي دُعَائِهِمْ إِلَى الْخَوْض فِي هَذَا، والحث على الْبَحْث مَعَ الْأَحْدَاث الغرين؟، والعوام الطغام الَّذين يعجزون عَن غسل مَحل النجو وَإِقَامَة دعائم الصَّلَاة؟

أَو وافقوا السّلف فِي تَنْزِيه الْبَارِي سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَن الْجِهَة؟

وَهل سمعُوا فِي كتاب اللّه، أَو أثارة من علم عَن السّلف، أَنهم وصفوا اللّه تَعَالَى بِجِهَة الْعُلُوّ؟

وَأَن كل مَالا يصفه بِهِ فَهُوَ ضال مضل من فراخ الفلاسفة والهنود واليونان؟

أُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّهِ الكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْماً مُبِيناً (النسآء: ٥٠)

باب3

مناقشة ابن تيمية فى مذهبه

وَنحن الْآن نبتدئ بإفساد مَا ذكره، ثمَّ بعد ذَلِك نُقِيم الْحجَّة على نفي الْجِهَة والتشبيه، وعَلى جَمِيع مَا يَدعِيهِ، وَبِاللَّهِ الْمُسْتَعَان.

3.1:۔أولاً:بيان فساد ما ذهب اليه ابن تيمية

3.1.1:۔عرض حجج الخصم ومناقشتها

1 فَأَقُول:ادّعى أَوَّلا أَنه يَقُول بِمَا قَالَ اللّٰه، وَرَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، وَالسَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار رَضِي اللّٰه عَنْهُم. ثمَّ إِنَّه قَالَ مَا لم يقلهُ اللّٰه، وَلَا رَسُوله، وَلَا السَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار، وَلَا شَيْئا مِنْهُ.

2 فَأما الْكتاب وَالسّنة فسنبين مُخَالفَته لَهما.

3 وَأما السَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار ﷺ فَذكره لَهُم فِي هَذَا الْموضع اسْتِعَارَة للتهويل، وَإِلَّا فَهُوَ لم يُورد من أَقْوَالهم كلمة وَاحِدَة، لَا نفياً وَلَا إِثْبَاتًا، وَإِذا تصفحت كَلَامه عرفت ذَلِك. اللَّهُمَّ إِلَّا أَن يكون مُرَاده بالسابقين الْأَوَّلين من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار مَشَايِخ عقيدته دون الصَّحَابَة ﷺ.

4 وَأخذ بعد هَذِه الدَّعْوَى فِي مدحه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم وَفِي مدح دينه، وَأَن أَصْحَابه ﷺ أعلم النَّاس بذلك.

5 وَالْأَمر كَمَا قَالَه وَفَوق مَا قَالَه. وَكَيف المدائح تستوفي مناقبه؟!!

وَلٰكِن كَلامه كَمَا قَالَ أَمِير الْمُؤمِنِينَ عَلىّ بن ابى طَالب رَضِى اللّٰه عَنهُ: "كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدُ بِهَا بَاطِلٌ".

6 ثمَّ أخذ بعد ذٰلِک فِى ذمّ الْأَئِمَّة واعلام الْأمة، حَيْثُ اعْتَرَفُوا بِالْعَجز عَن إِدْرَاكه سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى مَعَ أَن سيد الرُّسُل صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: "لَا أُحصى ثَنَاء عَلَيْک أَنْت كَمَا اثنيت على نَفسک". وَقَالَ الصّديق رَضِى اللّٰه عَنهُ: "الْعَجز عَن دَرک الْإِدْرَاک إِدْرَاک".

7 وتجاسر الْمُدَّعِى على دَعْوَى الْمعرفَة وَأَن ابْن الْحيض قد عرف الْقَدِيم على مَا هُوَ عَلَيْهِ! وَلَا غرور وَلَا جهل أعظم مِمَّن يَدعِى ذٰلِک. فنعوذ بِاللّٰه من الخذلان.

8 ثمَّ أَخذ بعد ذٰلِک فِى نِسْبَة مَذْهَب جُمْهُور أمة مُحَمَّد صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم إِلٰى أَنه مَذْهَب فِرَاخ الفلاسفة وَأَتْبَاع اليونان والهنود. "ستكتب شَهَادَتهم ويسألون".

9 ثمَّ قَالَ: "كتاب اللّٰه تَعَالٰى من أَوله إِلٰى آخِره، وَسنة رَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم من أَولهَا إِلَى آخرهَا، ثمَّ عَامَّة كَلَام الصَّحَابَة ﷺ وَالتَّابِعِينَ، ثمَّ كَلَام سَائِر الْأَئِمَّة مَمْلُوءٌ بِمَا هُوَ: إِمَّا نَص وَإِمَّا ظَاهر فِى أَن اللّٰه سبحانه وتعالٰى هو العلى الأعلٰى، وهو فَوق كل شَيْءٍ،وهو عالٍ، وعَلى كل شَىْء، وَأَنه فَوق الْعَرْش، وَأَنه فَوق السَّمَاء".

10 وَقَالَ فِى أَثْنَاء كَلَامه، وأواخر مَا زَعمه: إِنَّه فَوق الْعَرْش حَقِيقَة.وَقَالَهُ فِى مَوضِع آخر عَن السّلف.

11 فليت شعرى! أَيْن هٰذَا فِى كتاب اللّٰه تَعَالٰى على هٰذِه الصُّورَة، الَّتِى نقلهَا عَن كتاب ربه وَسنة نبيه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم.

12 وَهل فِى كتاب اللّٰه تَعَالٰى كلمة مِمَّا قَالَه حَتَّى يَقُول: إِنَّه فِى نَص؟! وَالنَّص هُوَ الَّذِى لَا يحْتَمل التَّأْوِيل أَلْبَتَّة. وَهٰذَا مُرَاده، فَإِنَّهُ جعله غير الظَّاهِر، لعطفه لَهُ عَلَيْهِ، وَأى آيَة فِى كتاب اللّٰه تَعَالَى نَص بِهٰذَا الِاعْتِبَار!

3.2:۔الدلائل من القرآن

1 فَاول مَا اسْتدلَّ بِهِ قَوْله تَعَالٰى: "إِلَيْهِ يصعد الْكَلم الطّيب". فليت شعرى! أى نَص فِي الْآيَة أَو ظَاهر على أَن اللّٰه تَعَالَى فِي السَّمَاء أَو على الْعَرْش؟!

ثمَّ نِهَايَة مَا يتَمَسَّک بِهِ أَنه يدل على علو يفهم من الصعُود، وهيهات، ـــ زل حمَار الْعلم فِي الطين ـ فَإِن الصعُود فِي الْكَلَام كَيفَ يكون حَقِيقَة مَعَ أَن الْمَفْهُوم فِي الْحَقَائِق أَن الصعُود مَا صِفَات الْأَجْسَام! فَلَيْسَ المُرَاد إِلَّا الْقبُول، وَمَعَ هٰذَا لَا حد وَلَا مَكَان.

2 وأتبعها بقوله تَعَالٰى: "إِنِّي متوفيک ورافعک إِلَيّ". وَمَا أَدْرِى: من أَيْن استنبط من هٰذَا الْخَبَر: أَن اللّٰه تَعَالٰى فَوق الْعَرْش من هَذِه الْآيَة؟! هَل ذٰلِک بِدلَالَة الْمُطَابقَة أَو التضمن أَو الِالْتِزَام، أَو هُوَ شَيْءٌ أَخذه بطرِيق الْكَشْف والنفث فِي الروع؟ وَلَعَلَّه اعْتقد أَن الرّفْع إِنَّمَا يكون فِي الْعُلُوّ فِي الْجِهَة. فَإِن كَانَ كَمَا خطر لَهُ فَذَاک أَيْضا لَا يعقل إِلَّا فِي الجسمية والحدية، وَإِن لم يقل بهما فَلَا حَقِيقَة فِيمَا اسْتدلَّ بِهِ، وَإِن قَالَ بهمَا فَلَا حَاجَة إِلَى المغالطة. وَلَعَلَّه لم يسمع الرّفْع فِي الْمرتبَة والتقريب فِي المكانة، من اسْتِعْمَال الْعَرَب وَالْعرف، وَلَا "فلَان رفع اللّٰه شَأْنه".

3 وأتبع ذٰلِک قَوْله: "أأمنتم من فِي السَّمَاء أَن يخسف بكم الْأَرْض". وَخص هٰذَا الْمُسْتَدلّ "من" بِاللّٰه تَعَالٰى. وَلَعَلَّه لم يجوز أَن الْمُرَاد بِهِ مَلَائِكَة اللّٰه تَعَالٰى. وَلَعَلَّه يَقُول إِن الْمَلَائِكَة لَا تفعل ذٰلِک، وَلَا أَن جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام خسف بِأَهْل سدوم. فَلذٰلِک اسْتدلَّ بِهَذِهِ الْآيَة. ولعلها هِيَ النَّص الَّذِى أَشَارَ إِلَيْهِ.

4 وَأتبعهُ بقوله تَعَالٰى: "تعرج الْمَلَائِكَة وَالروح إِلَيْهِ". والعروج

والصعود شَيْء وَاحِد. وَلَا دَلالَة فِي الْآيَة على أن العروج إِلَى سَمَاءٍ وَلَا عرشٍ، وَلَا شَيْء من الْأَشْيَاء التي ادَّعَاهَا بِوَجْه من الْوُجُوه، لِأَن حَقِيقَته المستعملة فِي لُغَة الْعَرَب فِي الِانْتِقَال فِي حق الْأَجْسَام، إِذْ لَا تعرف الْعَرَب إِلَّا ذَلِك. فليت لَو أظهره واستراح من كِتْمَانه.

5 وأردفه بقوله تَعَالَى: "يخَافُونَ رَبهم من فَوْقهم". وَتلك أَيْضاً لَا دَلالَة لَهُ فِيهَا عَن سَمَاء وَلَا عرش وَلَا أَنه فِي شَيْء من ذَلِك حَقِيقَة.

ثمَّ **الْفَوْقِيَّة** ترد لمعنيين:

أحدهمَا نِسْبَة جسم إِلَى جسم، بِأَن يكون أَحدهمَا أعلى وَالْآخر أَسْفَل، بِمَعْنى أَن أَسْفَل الْأَعْلَى من جَانب رَأس الْأَسْفَل. وَهَذَا لَا يَقُول بِهِ من لَا يجسم. وَبِتَقْدِير أَن يكون هُوَ الْمُرَاد وَأَنه تَعَالَى لَيْسَ لجسم فَلم لَا يجوز أَن يكون "من فَوْقهم" صلَة ل "يخَافُونَ"، وَيكون تَقْدِير الْكَلَام: "يخَافُونَ من فَوْقهم رَبهم". أَي أَن الْخَوْف من جِهَة الْعُلُوّ وَأَن الْعَذَاب يَأْتِي من تِلْكَ الْجِهَة.

وَثَانِيهمَا بِمَعْنى الْمرتبَة، كَمَا يُقَال: "الْخَلِيفَة فَوق السُّلْطَان"، وَ"السُّلْطَان فَوق الْأَمِير". وكما يُقَال: "جلس فلَان فَوق فلَان"، وَ"الْعلم فَوق الْعَمَل"، و"الصباغة فَوق الدباغة". وَقد وَقع ذَلِك فِي قَوْله تَعَالَى حَيْثُ قَالَ: "ورفعنا بَعضهم فَوق بعض دَرَجَات".) وَلم يطلع أحدهم على أكتاف الآخر. وَمن ذَلِك قَوْله تَعَالَى: "وَإِنَّا فَوْقهم قاهرون". وَمَا ركبت القبط أكتاف بني إِسْرَائِيل وَلَا ظُهُورهمْ.

6 وَأَرْدَفَ ذَلِك بقوله تَعَالَى: "الرَّحْمَن على الْعَرْش اسْتَوَى". وَورد هَذَا فِي كتاب الله فِي سِتَّة مَوَاضِع من كِتَابه، وَهِي عُمْدَة المشبهة وَأقوى معتمدهم، حَتَّى إِنَّهُم كتبوها على بَاب جَامع همذان. فلنصرف الْعِنَايَة إِلَى إيضاحها، فَنَقُول: إِمَّا أَنهم يعزلون الْعقل بِكُل وَجه وَسبب، وَلَا يلتفتون إِلَى مَا سمي فهما وإدراكا، فمرحبا بفعلهم،

وَبقول: "الرَّحمٰن على الْعَرْش اسْتَوىٰ". وَإِن تعدوا هٰذَا إِلَى أَنه مستو على الْعَرْش فَلا مرحبا وَلَا كَرَامَة، فَإِن اللّٰه تَعَالَى مَا قَالَه، مَعَ أَن عُلَمَاء الْبَيَان كَالمتفقين على أَن فِي اسْم الْفَاعِل من الثُّبُوت مَا لَا يفهم من الْفِعْل. وَإِن قَالُوا: هَذَا يدل على أَنه فَوْقه، فقد تركُوا مَا التزموه، وبالغوا فِي التَّنَاقُض والتشهِّي والجرأة.

وَإِن قَالُوا: بل نبقي الْعقل، ونفهم مَا هُوَ الْمُرَاد، فَنَقُول لَهُم: مَا هُوَ الاسْتوَاء فِي كَلَام الْعَرَب؟ فَإِن قَالُوا: الْجُلُوس والاستقرار، قُلْنَا: هَذَا مَا تعرفه الْعَرَب إِلَّا فِي الْجِسْم فقولُوا: يَسْتَوِي جسم على الْعَرْش.

وَإِن قَالُوا: جُلُوس واستقرار نسبته إِلَى ذَات اللّٰه تَعَالَى، كنسبة الْجُلُوس إِلَى الْجِسْم.

فالعرب لَا تعرف هَذَا حَتَّى يكون هُوَ الْحَقِيقَة. ثمَّ الْعَرَب تفهم اسْتِوَاء الْقدح الَّذِي هُوَ ضد الاعوجاج، فوصفوه بذلك وتبرءوا مَعَه من التجسيم. وسدوا بَاب الْحمل على غير الْجُلُوس، وَلَا يسدونه فِي قَوْله تَعَالَى: "وَهُوَ مَعكُمْ أَيْن مَا كُنْتُم". وَقَوله تَعَالَى: "وَنحن أقرب إِلَيْهِ من حَبل الوريد". وَلَا تَقولُوا مَعَهم بِالْعلمِ.

وَإِن قُلْتُمْ ذَلِك فَلم تحلونه عَاما وتحرمونه عَاما؟ وَمن أَيْن لكم أَن لَيْسَ الاسْتوَاء فعلا من أَفعاله تَعَالَى فِي الْعَرْش؟

فَإِن قَالُوا: لَيْسَ هَذَا كَلَام الْعَرَب. قُلْنَا: وَلَا كَلَام الْعَرَب اسْتَوَى بِالْمَعْنَى الَّذِي تقولونه بِلَا جسم.

وَلَقَد رام الْمُدَّعِي التفلت من شرك التجسيم، بِمَا زَعمه من أَن اللّٰه تَعَالَى فِي جِهَة. وَأَنه اسْتَوَى على الْعَرْش اسْتِوَاء يَلِيق بجلاله. فَنَقُول لَهُ: قد صرت الْآن إِلَى قَوْلنَا فِي الاسْتوَاء، وَأما الْجِهَة فَلَا تلِيق بالجلال.

وَأخذ على الْمُتَكَلِّمين قَوْلهم: إِن اللّٰه تَعَالَى لَو كَانَ فِي جِهَة، فإمَّا أَن

يكون أكبر أو أصغر أو مُساويا. وكل ذلك محال. قال فلم يفهموا من قول الله تعالى "على الْعَرْش" إلّا مَا يثبتون لأي جسم كَانَ على أي جسم كَانَ.....قالَ وَهَذَا اللّازِم تَابع لهَذَا الْمَفْهُوم وَأما اسْتِوَاء يَلِيق بجَلَال الله فَلَا يلْزمه شَيْء من اللوازم.

فنقول لَهُ: أتميميا مرّة وقيسيا أُخْرَى! إِذا قلت: اسْتَوَى اسْتِوَاء يَلِيق بجَلَال الله، فَهُوَ مَذْهَب الْمُتَكَلّمين. وَإِن قلت: اسْتِوَاء هُوَ اسْتِقْرَار واختصاص بِجِهَة دون أُخْرَى، لم يجد ذَلِك تخلصا من الترديد الْمَذْكُور. والاستواء بِمَعْنى الِاسْتِيلَاء، وَأشْهد لَهُ، فِي هَذِه الْآيَة أَنَّهَا لم ترد قطّ إِلَّا فِي إظْهَار العظمة وَالْقُدْرَة وَالسُّلْطَان وَالْملك. وَالْعرب تكني بذلك عَن الْملك. فَيَقُولُونَ فلَان اسْتَوَى على كرْسِي المملكة، وَإِن لم يكن جلس عَلَيْهِ مرّة وَاحِدَة، ويُرِيدُون بذلك الْملك.

وَأما قَوْلهم: فَإِن حملتم الاسْتوَاء على الِاسْتِيلَاء لم يبْق لذكر الْعَرْش فَائِدَة، فَإِن ذَلِك فِي حق كل الْمَخْلُوقَات، فَلَا يخْتَص بالعرش.

فَالْجَوَاب عَنهُ أن كل الموجودات لما حواها الْعَرْش كَانَ الِاسْتِيلَاء عَلَيْهِ اسْتِيلَاء على جَمِيعهَا وَلَا كَذَلِك غير وَأَيْضًا فكناية الْعَرَب السَّابِقَة ترجحه وَقد تقدم الْكَلَام عَن السّلف فِي معنى الاسْتوَاء كجعفر الصَّادِق وَمن تقدم.

وَقَوْلهمْ: اسْتَوَى بمنى استولى، إِنَّمَا يكون فِيمَا يدافع عَلَيْهِ.

قُلْنَا: واستوى بمنى جلس أَيْضا إِنَّمَا يكون فِي جسم، وَأَنْتُم قد قُلْتُمْ إِنَّكُم لَا تَقولُونَ بِهِ. وَلَو وصفوه تَعَالَى بالاستواء على الْعَرْش لما أنكرنا عَلَيْهِم ذَلِك بل نعدهم إِلَى مَا يشبه التَّشْبِيه، أَو هُوَ التَّشْبِيه الْمَحْذُور. وَالله الْموفق.

وَاسْتدلَّ بقوله تَعَالَى حِكَايَة عَن فِرْعَوْن: "يَا هامان ابْن لي صرحا لَعَلِّي

أبلـغ الْأَسْبَـاب. أَسبَـاب السَّـمَـاوَات فَاطلع إِلَى إِلَه مُوسَى". فليت شعـرى! كَيفَ فهـم مـن كَلَام فِـرْعَـوْن أن اللّٰه تَعَالَى فَوق السَّمَوَات. وَفَـوق الْـعَـرْش يـطلع إِلَى إِلَه مُوسَى؟! أما أن إِلَه مُوسَى فِي السَّمَوَات فَـمَـا ذكـره. وعَلى تَقْدِير فهم ذَلِك من كَلَام فِرْعَوْن فَكيف يسْتَدلّ بِظَـنّ فِـرْعَـوْن وفهـمه، مَعَ إِخْبَار اللّٰه تَعَالَى عَنهُ أَنه زين لَهُ سوء عمله، وَأَنـه حـاد عَـن سَبِيل اللّٰه عز وَجل، وَأَن كَيده فِي ضلال؟!. مَعَ أَنه لما سَأَلَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام وَقَالَ: وَمَا رَبُّ السَّمَوَات؟ لم يتَعَرَّض مُوسَى عَـلَيْـهِ السَّلَام لـلـجهة، بل لم يَذْكر إِلَّا أخص بِالصِّفَاتِ، وَهِي الْقُدْرَة عـلى الاختراع وَلَو كَانَت الْجِهَة ثَابِتَة لَكَانَ التَّعْرِيف بهَا أولى، فَإِن الْإِشَـارَة الـحسية مـن أقوى المعرفات حسيا وَعرفا. وَفرْعَوْن سَأَلَ بِـلَـفْظَة "مَا". فَكَانَ الْجَواب بالتحيز أولى من الصّفة، وَغَايَة مَا فهمه مـن هَـذِه الْـآيَة وَاسْـتـدلَّ بِهِ ــ فهم فِرْعَوْن. فَيكون عُمْدَة هَذِه العقيدة كَـون فِـرْعَـوْن ظَـنّهَـا، فَـيكون هُوَ مستندها. فليت شعرى! لم لَا ذكر النِّسْبَة إِلَيْهِ كَمَا ذكر أَن عقيدة سَادَات أمة مُحَمَّد ﷺ، الَّذين خالفوا اعْتِقَاده فِي مَسْأَلَة التحيز والجهة الَّذين ألحقهم بالجهمية، مُتَلَقَّاة من لبيد بن الأعصم الْيَهُودِيّ الَّذِي سحر النَّبِي ﷺ؟.

وَختـم الْـآيَات الْكَرِيمَة بالاستدلال بقوله: "تَنْزِيل من حَكِيم حميد"، "مـنـزل من رَبك بِالْحَقِّ". وَمَـا فِـي الْآيَتَيْنِ لَا عرش وَلَا كرْسِي وَلَا سَـمَـاء وَلَا أَرض، بـل مَـا فيهـمَـا إِلَّا مُجَرّد التَّنْزِيل. وَمَا أَدْرِي من أَي الـدلالات اسـتـنـبـطهـا الْـمُـدَّعِي! فَإِن السَّمَاء لَا تفهم من التَّنْزِيل، فَإِن التَّـنْزِيل قد يكون من السَّمَاء وَقد يكون من غَيرهَا. وَلَا تَنْزِيل الْقُرْآن كَيفَ يـفهـم مِـنْـهُ الـنُّـزُول، الَّـذِي هُـوَ انْتِقَال من فَوق إِلَى أَسْفَل! فَإِن الْـعَرَب لَا تفهم ذَلِك فِي كَلَام، سَوَاء كَانَ من عرض أَو غير عرض. وكـمـا تـطلق الْعَرَب النُّزُول على الِانْتِقَال تطلقه على غَيره، كَمَا جَاءَ

فِـی كِتَـابـه الْـعَـزِيـز : "وأنزلنا الْحَدِيد فِيهِ بَأْس شَـدِيد"، قَـوْلـه تَعَالٰی: "وَأنـزل لـكـم من الْأَنْعَام ثَمَانِيَة أَزوَاج". وَلم ير أحد قطّ قِطْعَة حَدِيد نـازلة من السَّمَاء فِي الْهَوَاء، وَلَا جملا يحلق من السَّمَاء إِلَى الْأَرْض، فَـكَمَا جوز هُنَا أَن النُّزُول غير الِانْتِقَال من الْعُلُوّ إِلَى السّفل، فليجوزه هُنَاكَ.

9 هَذَا آخر مَا اسْتدلَّ بِهِ من الْكتاب الْعَزِيز. وَقد ادّعى أَولا: أَنه يَقُول مَا قَالَه اللّٰه. وَأَن مَا ذكره من الْآيَات دَلِيل على قَوْله، إِمَّا نصا وَإِمَّا ظَاهرا. وَأَنت إِذا رَأَيْت مَا ادَّعَاهُ. وأمعنت النّظر فِيمَا قُلْنَاهُ. واستقرأت هَذِه الْـآيَات، لـم تَـجِد فِيهَا كلمة على وفْق مَا قَالَه أَولا، لَا نصا وَلَا ظَاهرا أَلْبَتَّة. وكل أَمر بعد كتاب اللّٰه تَعَالٰى، وَالدَّعْوَى عَلَيْهِ خلل.

3.3:ـالدلائل من الأحاديث المباركة

1 ثـمَّ اسْتـدلَّ من السّنة بِحَدِيث الْمِعْرَاج، وَلم يرد فِي حَدِيث الْمِعْرَاج أَن الـلّٰـه فَـوق السَّـمَـاء أَو فَـوق الْـعَرْش حَقِيقَة، وَلَا كلمة وَاحِدَة من ذٰلِك. وَهُـوَ لـم يسْـرد حَـدِيـث الْـمِـعْرَاج وَلَا بَيّن الدّلَالَة مِنْهُ، حَتّٰى نجيب عَنهُ، فَإِن بَين وَجه الِاسْتِدْلَال عرفْنَاهُ كَيفَ الْجَواب.

2 وَاسْتـدلَّ بـنـزول الْمَلَائِكَة من عِنْد اللّٰه تَعَالٰى. وَالْجَوَاب عَن ذَلِك: أَن نـزُول الْمَلَائِكَة من السَّمَاء إِنَّمَا كَانَ لِأَن السَّمَاء مقرهم. والعندية لَا تـدل على أَن اللّٰه فِي السَّمَاء. أَنَّهُ يُقَال فِي الرُّسُل الْآدَمِيّين إِنَّهُم من عِنْد اللّٰه، وَإِن لم يَكُونُوا نزلُوا من السَّمَاء، على أَن العندية قد يُرَاد بهَا الشّرف والرتبة. قَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "وَإِن لَهُ عندنَا لزلفى وَحسن مآب". وتستـعمل فِي غير ذٰلِك، كَمَا قَالَ رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، حِكَايَة عَن ربه عز وَجل: "أَنا عِنْد ظن عَبدِي بِي".

3 وَذكـر عـروج الْـمَلَائِـكَة، وَقد سبق، وَرُبمَا شدّ فقار ظَهره وقوى منّة

منتـه بِلَفْظَة: "إِلٰى رَبهم"، وَأَن "إِلٰى" لانتِهَاء الْغَايَة. وَأَنَّهَا فِي قطع الْمسَافَة، وَإِذا سكت عَن هٰذَا لم يتَكَلَّم بِكَلَام الْعَرَب، فَإِن الْمسَافَة لَا تفهم الْعَرَب مِنْهَا إِلَّا مَا تنْتَقل فِيهِ الْأَجْسَام، وَهُوَ يَقُول: إِنَّهُم لَا يَقُولُونَ بذلك. وَقد قَالَ الْخَلِيل ﷺ: "إِنِّي ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّيْ". وَلَيْسَ الْمُرَاد بذلك الِانْتِهَاء الَّذِي عناه الْمُدَّعِي بِالِاتِّفَاقِ؟ فَلم يجترئ على ذٰلِك فِي كتاب اللّٰه تَعَالٰى؟ وَلَا يُجَاب بِهِ فِي خبر الْوَاحِد.

4 وَذكر قَوْله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم: "أَلا تأمنوني وَأَنا أَمِين من فِي السَّمَاء يأتيني خبر من فِي السَّمَاء صباحا وَمَسَاء". وَلَيْسَ الْمُرَاد بِمن هُوَ اللّٰه تَعَالٰى، وَلَا ذكر النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم ذٰلِك، وَلَا خصّه بِهِ. وَمن أَيْن لِلْمُدَّعِي أَنه لَيْسَ الْمُرَاد "بِمن" الْمَلَائِكَة، فَإِنَّهُم أكبر الْمَخْلُوقَات علما بِاللّٰه تَعَالٰى وأشدهم اطلاعا على الْقرب، وهم يعلمُونَ أَن رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم أَمِين، وَهُوَ عِنْدهم فِي هَذِه الرُّتْبَة؟ فليعلم الْمُدَّعِي أَنه لَيْسَ فِي الحَدِيث مَا يَنْفِي هٰذَا، وَلَا مَا يثبت مَا ادَّعَاهُ.

5 ثُمَّ ذكر حَدِيث الرّقية: "رَبنَا اللّٰه الَّذِي فِي السَّمَاء، تقدس اسْمك، أَمرك فِي السَّمَاء وَالْأَرْض، كَمَا رزقك فِي السَّمَاء". الحَدِيث وَهَذَا الحَدِيث بِتَقْدِير ثُبُوته. فَالَّذِي ذكره النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم فِيهِ: "رَبنَا الَّذِي فِي السَّمَاء تقدس اسْمك"، مَا سكت النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم على "فِي السَّمَاء". فلأي معنى نقف نَحن عَلَيْهِ؟! ونجعل "تقدس اسْمك" كَلَاما مستأنفا؟ هَل فعل رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم هٰكَذَا، أَو أَمر بِهِ؟ وَعند ذٰلِك لَا يجد الْمُدَّعِي مخلصا إِلَّا أَن يَقُول: اللّٰه تقدس اسْمه فِي السَّمَاء وَالْأَرْض. فَلم خصصت السَّمَاء بِالذكر؟ فَنَقُول لَهُ: مَا معنى "تقدس"؟ إِن كَانَ الْمُرَاد بِهِ التَّنْزِيه من حَيْثُ هُوَ تَنْزِيه، فَذٰلِك لَيْسَ فِي سَمَاءٍ وَلَا

أرض. إذْ التَّنْزيه: نفي النقائص. وَذٰلِكَ لَا تعلق لَهُ بجرباء وَلَا غبراء. فَإِن الْمُرَاد أن الْمَخْلُوقَات تقدس وتعترف بالتنزيه. فَلَا شكّ أن أهل السَّمَاء مطبقون على تنزيهه تَعَالَى، كَمَا أَنه لَا شكّ أن فِي أهل الأَرْض من لم ينزه، وَجعل لَهُ ندا، وَوَصفه بِمَا لَا يَلِيق بجلاله، فَيكون تَخْصِيص السَّمَاء بِذكر التَّقْدِيس فِيهَا لانفراد أَهلهَا بالإطباق على التَّنْزِيه، كَمَا أَنه سُبْحَانَهُ لما انْفَرد فِي الْملك فِي يَوْم الدّين عَمَّن يتَوَهَّم ملكه خصصه بقوله تَعَالَى: "مَالك يَوْم الدّين". وكما قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بعد دمار من ادّعى الْملك وَالْملك: "لمن الْملك الْيَوْم. لله الْوَاحِد القهار".

وَأَعَاد هَذَا الْمُدَّعِي الحَدِيث من أَوله، وَوصل إِلَى أَن قَالَ: فَلْيقل: "رَبنَا الَّذِي فِي السَّمَاء". قَالَ: وَذكره ووقف على قَوْله "فِي السَّمَاء". فليت شعري! هَل جوز أحد من الْعلمَاء أَن يفعل مثل هَذَا؟ وَهل هَذَا إِلَّا مُجَرّد إِيهَام أَن سيد الْمُرْسلين صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَعَلَيْهِم - قَالَ: "رَبنَا الله فِي السَّمَاء".

وَأما حَدِيث **الأوعال**، وَمَا فِيهِ من قَوْله: "وَالْعرش فَوق ذَلِك كُله، وَالله فَوق ذَلِك كُله". فَهَذَا الحَدِيث قد كثر مِنْهُم إِيهَام الْعَوام أَنهم يَقُولُونَ بِهِ. ويروجون بِهِ زخارفهم، وَلَا يتركون دَعْوَى من دعاويهم عاطلة من التحلي بِهَذَا الحَدِيث. وَنحن نبين أَنهم لم يَقُولُوا بِحرف وَاحِد مِنْهُ، وَلَا اسْتَقر لَهُم قدم بِأَن الله تَعَالَى فَوق الْعَرْش حَقِيقَة، بل نقضوا ذَلِك. وإيضاح ذَلِك بتقديم مَا أخر هَذَا الْمُدَّعِي، قَالَ فِي آخر كَلَامه: وَلَا يظنّ الظَّان أَن هَذَا يُخَالف ظَاهر قَوْله تَعَالَى: "وَهُوَ مَعكُمْ أَيْن مَا كُنْتُم"، وَقَول النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "إِذا قَامَ أحدكُم إِلَى الصَّلَاة فَإِن الله قبل وَجهه". وَنَحْو ذَلِك. قَالَ: فَإِن هَذَا غلط ظَاهر، وَذَلِكَ أَن الله تَعَالَى مَعنا حَقِيقَة، وَهُوَ فَوق الْعَرْش

حَقِيقَة. قَالَ: كَمَا جمع اللّٰه بَينهمَا فِي قَوْله: "هُوَ الَّذِي خلق السَّمَاوَات وَالْأَرْض فِي سِتَّة أَيَّام ثمَّ اسْتَوَى على الْعَرْش يعلم مَا يلج فِي الأَرْض وَمَا يخرج مِنْهَا وَمَا ينزل من السَّمَاء وَمَا يعرج فِيهَا وَهُوَ مَعكُمْ أَيْن مَا كُنْتُم. وَاللّٰه بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِير". قَالَ هَذَا الْمُدَّعِي بملء مَا ضغتيه من غير تكتم وَلَا تلعثم: فقد أخبر اللّٰه تَعَالَى أَنه فَوق الْعَرْش، وَيعلم كل شَيْء، وَهُوَ مَعنا أَيْنَمَا كُنَّا. كَمَا قَالَ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم فِي حَدِيث الأوعال: "وَاللّٰه فَوق الْعَرْش وَهُوَ يعلم مَا أَنْتُم عَلَيْهِ". فقد فهمت أَن هَذَا الْمُدَّعِي ادّعى أَن اللّٰه فَوق الْعَرْش حَقِيقَة. وَاسْتدلَّ بقوله تَعَالَى: "ثمَّ اسْتَوَى على الْعَرْش". وَجعل أَن ذَلِك من اللّٰه تَعَالَى خبر: أَنه فَوق الْعَرْش. وَقد علم كل ذِي ذهن قويم وفكر مُسْتَقِيم أَن لفظ: "اسْتَوَى على الْعَرْش"، لَيْسَ مرادفا للفظ: "فَوق الْعَرْش" حَقِيقَة. وَقد سبق منا الْكَلَام عَلَيْهِ، وَلَا فِي الْآيَة مَا يدل على الْجمع الَّذِي ادَّعَاهُ، وَلَا بَين التَّقْرِيب فِي الِاسْتِدْلَال، بل سرد آيَة من كتاب اللّٰه تَعَالَى، لَا يدرى هَل حفظهَا أَو نقلهَا من الْمُصحف. ثمَّ شبه الْآيَة فِي الدّلَالَة على الْجمع بِحَدِيث الأوعال. قَالَ: كَمَا قَالَ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم فِيهِ: "وَاللّٰه فَوق الْعَرْش". وَقد علمت أَنه لَيْسَ فِي الحَدِيث مَا يدل على الْمَعِيَّة، بل لَا مدْخل لِ"مَع" فِي الحَدِيث.

8 قَالَ: وَذَلِكَ أَن "مَعَ" إِذا أطلقت فَلَيْسَ ظَاهرهَا فِي اللُّغَة إِلَّا للمقارنة الْمُطلقَة من غير وجوب مماسة وَلَا محاذاة عَن يَمِين أَو شمال. فَإِذا قيدت بِمَعْنى من الْمعَانِي دلّت على الْمُقَارنَة فِي ذَلِك الْمَعْنى، فَإِنَّهُ يُقَال: مَا زلنا نسير وَالْقَمَر مَعنا والنجم مَعنا. وَيُقَال هَذَا الْمَتَاع مَعنا. وَهُوَ لمجامعته لَك وَإِن كَانَ فَوق رَأسك. فَإِنَّمَا اللّٰه مَعَ خلقه حَقِيقَة، وَهُوَ فَوق الْعَرْش حَقِيقَة. ثمَّ هَذِه الْمَعِيَّة تخْتَلف أَحْكَامهَا بِحَسب الْمَوَارِد.

فَلَمَّا قَالَ: "يعلم مَا يلج فِي الأَرْض وَمَا يخرج مِنْهَا وَمَا ينزل من السَّمَاء وَمَا يعرج فِيهَا وَهُوَ مَعكُمْ أَيْن مَا كُنْتُم وَاللَّه بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِير". دلّ ظَاهر الْخطاب على أن حكم هَذِه الْمَعِيَّة ومقتضاها أنه مطلع عَلَيْكُم عَالم بكم. قَالَ: وَهَذَا معنى قَول السّلف إِنَّه مَعَهم بِعِلْمِهِ.قَالَ: وَهَذَا ظَاهر الْخطاب وَحَقِيقَته.

قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قَوْله تَعَالَى: "مَا يكون من نجوى ثَلَاثَة" الْآيَة. وَفِي قَوْله تَعَالَى: "لَا تحزن إِن اللَّه مَعنا"، "إِن اللَّه مَعَ الَّذين اتَّقوا وَّالَّذين هم محسنون"، "إِنَّنِي مَعكُمَا أسمع وَأرى".

قَالَ: وَيَقُول أَبُو الصَّبِي لَهُ من فَوق السّقف: لَا تخف: أنا مَعَك. تَنْبِيها على الْمَعِيَّة الْمُوجبَة لحكم الْحَال.فليفهم النَّاظر أدب هَذَا الْمُدَّعِي فِي هَذَا الْمثل، وَحسن أَلْفَاظه فِي استثمار مقاصده.

ثمَّ قَالَ فَفرق بَين الْمَعِيَّة وَبَين مقتضاها، وربما صار مقتضاها من مَعْنَاهَا، فيختلف باخْتلَاف الْمَوَاضِع.فليفهم النَّاظر هَذِه الْعبارَة الَّتِي لَيست بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا بالعجمية. فسبحان المسبح باللغات الْمُخْتَلفَة.

قَالَ:فَلفظ الْمَعِيَّة قد اسْتعْمل فِي الْكتاب وَالسّنة فِي مَوَاضِع، يَقْتَضِي فِي كل مَوضِع أموراً لَا يقتضيها فِي الْموضع الآخر.هَذِه عِبَارَته بحروفها.

ثمَّ قَالَ:فإِمَّا أَن تخْتَلف دلالتها بِحَسب الْمَوَاضِع، أَو تدل على قدر مُشْتَرك بَين جَمِيع مواردها، وَإِن امتاز كل مَوضِع بخاصية، فليفهم تَقْسِيم هَذَا الْمُدَّعِي وَحسن تصرفه.

قَالَ:فعلى التَّقْدِيرَيْنِ لَيْسَ مقتضاها أَن تكون ذَات الرب عزوجل مختلطة بالخلق، حَتَّى يُقَال: صرفت عَن ظَاهرهَا.

ثمَّ قَالَ فِي مَوضِع آخر: من علم أَن الْمَعِيَّة تُضَاف إِلَى كل نوع من أَنْوَاع الْمَخْلُوقَات، كإضافة الربوبية مثلا، وَأَن الاسْتوَاء على الْعَرْش

لَيْسَ إِلَّا الْعَرْش، وَأَن اللّٰه تَعَالٰى يُوصف بالعلو والفوقية الْحَقِيقِيَّة، وَلَا يُوصف بالسفول وَلَا بالتحتية قط، لَا حَقِيقَة وَلَا مجَازًا ،علم أَن الْقُرْآن على مَا هُوَ عَلَيْهِ من غير تَحْرِيف. فليفهم النَّاظر هَذِه الْمُقدمَات القطعية. وَهَذِه الْعبارَات الرائقة الجلية، وَحصر الاسْتوَاء على الشَّيْء فِي الْعَرْش مِمَّا لَا يَقُوله عَاقل، فضلا عَن جَاهِل.

17 ثمَّ قَالَ: من توهم أَن كَون اللّٰه فِي السَّمَاء بِمَعْنى أَن السَّمَاء تحيط بِهِ وتحويه، فَهُوَ كَاذِب إِن نَقله عَن غَيره، وضال إِن اعتقده فِي ربه، وَمَا سمعنَا أحدا يفهمهُ من اللَّفْظ، وَلَا رَأينَا أحداً نَقله عَن أحد. فليستفد النَّاظر أَن الْفَهم يسمع.

18 قَالَ: وَلَو سُئِلَ سَائِر الْمُسلمين هَل يفهمون من قَول اللّٰه تَعَالٰى وَرَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم: أَن اللّٰه تَعَالٰى فِي السَّمَاء تحويه، لبادر كل أحد مِنْهُم إِلَى أَن يَقُول: هَذَا شَيْء لَعَلَّه لم يخْطر ببالنا. وَإِذا كَانَ الْأَمر هٰكَذَا فَمن التَّكَلُّف أَن يَجْعَل ظَاهر اللَّفْظ شَيْئا محالا، لَا يفهمهُ النَّاس مِنْهُ، ثمَّ يُرِيد أَن يتأوله.

19 قَالَ: بل عِنْد الْمُسلمين أَن اللّٰه فِي السَّمَاء، وَهُوَ على الْعَرْش وَاحِد، إِذْ السَّمَاء إِنَّمَا يُرَاد بِهِ الْعُلُوّ. فَالْمَعْنى: اللّٰه فِي الْعُلُوّ لَا فِي السّفل.

20 هٰكَذَا قَالَ هَذَا الْمُدعى فليشد النَّاظر على هَذِه بالخناصر، وليعض عَلَيْهَا بالنواجذ. وليعلم أَن الْقَوْم "يخربون بُيُوتهم بِأَيْدِيهِم وأيدى الْمُؤمنِينَ".

21 قَالَ: وَقد علم الْمُسلمُونَ أَن كرسيه تَعَالٰى وسع السَّمَوَات وَالْأَرْض. وَأَن الْكُرْسِيّ فِي الْعَرْش كحلقة ملقاة بِأَرْض فلاة. وَأَن الْعَرْش خلق من مخلوقات اللّٰه تَعَالٰى. لَا نِسْبَة لَهُ إِلَّا قدرَة اللّٰه وعظمته. وَكَيف يتَوَهَّم متوهم بعد هَذَا أَن خلقا يحصره ويحويه.

22 وَقد قَالَ تَعَالٰى: "ولأصلبنكم فِي جُذُوع النّخل". وَقَالَ تَعَالٰى:

"فسيروا فِي الْأَرْض"، بِـمَعْنى علٰى، وَنَحْو ذٰلِكَ. وَهُوَ كَلَام عَرَبِيّ حَقِيقَة لَا مجَاز. وَهٰذَا يعلمهُ من عرف حقائق معنى الْحُرُوف، وَأَنَّهَا متواطئة فِي الْغَالِب.

هٰذَا آخر مَا تمسك بِهِ.

3.4: رد ابن جهبل علٰى ابن تيمية تفصيلاً

1 فَنَقُول: أَولا مَا معنى قَوْلك إِن مَعَ فِي اللُّغَة للمقارنة الْمُطلقَة من غير مماسة وَلَا محاذاة وَمَا هِيَ الْمُقَارنَة فَإِن لم يفهم من الْمُقَارنَة غير صفة لَازِمَة للجسمية حصل الْمَقْصُود وَإِن فهم غَيره فليتنبه حَتَّى تنظر هَل تفهم الْعَرَب من الْمُقَارنَة ذٰلِكَ أَو لَا.

ثمَّ قَوْله: فَإِذا قيدت بِمَعْنى من الْمعَانِي دلّت على الْمُقَارنَة فِي ذٰلِكَ الْمَعْنى. فَنَقُول لَهُ: وَمن نحا ذٰلِكَ فِي ذٰلِكَ؟

2 قَوْله: إِنَّهَا فِي هٰذِه الْمَوَاضِع كلهَا بِمَعْنى الْعلم. قُلْنَا: مِن أَيْن لَك هٰذَا؟ فَإِن قَالَ: من جِهَة قَوْله تَعَالٰى: "مَا يكون من نجوى ثَلَاثَة إِلَّا هُوَ رابعهم" الْآيَة، دلّ ذٰلِكَ على الْمَعِيَّة بِالْعلمِ، وَأَنه على سَبِيل الْحَقِيقَة. فَنَقُول لَهُ: قد كلت بالصاع الوافي فَكل لنا بِمثلِهِ.

3 وَاعْلَم أَن "فَوق" كَمَا يسْتَعْمل فِي الْعُلُوّ فِي الْجِهَة كَذٰلِكَ يسْتَعْمل فِي الْعُلُوّ فِي الْمرتبَة والسلطنة وَالْملك. وَكَذٰلِكَ الاسْتوَاء. فيكونان متواطئين، كَمَا ذكرته حرفا بِحرف. وَقد قَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "وَهُوَ القاهر فَوق عباده". وَقَالَ تَعَالٰى: "وَفَوق كل ذِي علم عليم". وَقَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "يَد اللّٰه فَوق أَيْديهم". وَقَالَ تَعَالٰى حِكَايَة عَن قوم فِرْعَوْن: "وَإِنَّا فَوْقهم قاهرون". وَقَالَ تَعَالٰى: "ورفعنا بَعضهم فَوق بعض دَرَجَات". وَمَعْلُوم أَنه لَيْسَ المُرَاد جِهَة الْعُلُوّ. فأعد الْبَحْث وَقل: فَوق الْعَرْش بِالِاسْتِيلَاءِ. وَكَذَا فِي حَدِيث الأوعال. وَمَا فعلته

فِي "مَعَ" فافعله فِي "فَوق" وَخرج هَذَا كَمَا خرجت ذٰلِک، وَإِلَّا اترک الْجَمِيع.

4 ثُمَّ قَوْله: وَمن علم أَن الْمَعِيَّة تُضَاف إِلَى كل نوع من أَنْوَاع الْمَخْلُوقَات، وَأَن الاسْتوَاء على الشَّيْء لَيْسَ إِلَّا الْعَرْش.

قُلْنَا: حَتَّى تُبَصِّرَ لَک رجلا استعملها يعلم مَا تَقوله من غير دَلِيل، فَإِنَّک إِن لم تقم دلَالَة على ذٰلِک وَإِلَّا أبرزت لَفْظَة تدل على تَحت "فَوق" للاستواء فِي جِهَة الْعُلُوّ. فليت شعري! من أَيْن تعلم أَن الْمَعِيَّة بِالْعلمِ حَقِيقَة، وَأَن آيَة الاسْتوَاء على الْعَرْش وَحَدِيث الأوعال دالان على صفة الربوبية بالفوقية الْحَقِيقِيَّة!! اللَّهُمَّ غفراً. هٰذَا لَا يكون إِلَّا بالكشف، وَإِلَّا فالأدلة الَّتِي نصبها اللّٰه تَعَالٰى لتعرف بهَا ذَاته وَصِفَاته وشرائعه لم يُورد هَذَا الْمُدَّعِي مِنْهَا حرفا وَاحِدًا على وَفْقِ دَعْوَىٰ. وَلَا ثَبت لَهُ قدم إِلَّا فِي مهوى.

5 ثُمَّ قَوْله: لَا يُوصف اللّٰه تَعَالٰى بالسفول والتحتية، لَا حَقِيقَة وَلَا مجَازًا. لَيْت شعري! من ادّعى لَهُ هَذِه الدَّعْوَى حَتَّى يُكَلف الْكَلَام فِيهَا؟

6 ثُمَّ إِن قَوْله: بعد ذٰلِک من توهم كَون اللّٰه تَعَالَى فِي السَّمَاء، بِمَعْنى أَن السَّمَاء تحيط بِهِ وتحويه، فَهُوَ كَاذِب إِن نَقله عَن غَيره، وضال إِن اعتقده فِي ربه.

أَيهَا الْمُدَّعِي! قل مَا تفهم، وافهم مَا تَقول، وكلم النَّاس كَلَام عَاقل لعاقل، تفِيد وتستفيد، إِذا طلبت أَن تستنبط من لَفْظَة "فِي" الْجِهَة، وحملتها على حَقِيقَتهَا، هَل يفهم مِنْهَا غير الظَّرْفِيَّة، أَو مَا فِي مَعْنَاهَا؟! وَإِذا كَانَ كَذٰلِک فَهَل يفهم عَاقل أَن الظّرْف يَنْفَکّ عَن إحاطة بِبَعْض أَو جَمِيع مَا يلْزم ذَلِک؟! وَهل جرى هٰذَا على سمع؟ وَهل من يخاطر أَن "فِي" على حَقِيقَتهَا فِي جِهَة. وَلَا يفهم مِنْهَا احتواء وَلَا

إحاطة بِبَعْض وَلَا كل. فَإِن كَانَ الْمُرَاد أَن يعْزل النَّاس عُقُولهمْ، وتتكلم أَنْت وهم يقلدون ويصدقون. لم تأمن أَن بعض المسئولين من الْمُخَالفين للملة يَأْمُرك بذلك وَيثبت الْبَاطِل عَلَيْك.

7 ثمَّ قَوْلك: لَو سُئِلَ سَائِر الْمُسلمين هَل يفهمون من قَول الله تَعَالَى وَرَسُوله أَن الله فِي السَّمَاء تحويه، لبادر كل وَاحِد مِنْهُم إِلَى أَن يَقُول: هَذَا شَيْء لَعَلَّه لم يخْطر ببالنا.

فَنَقُول: مَا الَّذِي أردْت بذلك؟ إِن أردْت أَن هَذَا اللَّفْظ لَا يُعْطي هَذَا الْمَعْنى فإياك أَن تسْأَل عَن هَذَا من هُوَ عَارِف بِكَلَام الْعَرَب، فَإِنَّهُ لَا يصدقك فِي أَن هَذَا اللَّفْظ لَا يُعْطي هَذَا، مَعَ كَون "فِي" للظرفية، وَأَنَّهَا على حَقِيقَتهَا فِي الْجِهَة. وَإِن أردْت أَن الْعُقُول تأبى ذَلِك فِي حق الله تَعَالَى، فلسنا نَحن مَعَك إِلَّا فِي تَقْدِير هَذَا، وَنفى كل مَا يُوهم نقصا فِي حق الله تَعَالَى.

8 ثمَّ قَوْلك: عِنْد الْمُسلمين أَن الله فِي السَّمَاء وَهُوَ على الْعَرْش وَاحِد.

لَا يَنْبَغِي أَن تضيف هَذَا الْكَلَام إِلَّا إِلَى نَفسك، أَو إِلَى من تلقيت هَذِه الوصمة مِنْهُ، وَلَا تجْعَل الْمُسلمين يرتبكون فِي هَذَا الْكَلَام الَّذِي لَا يعقل.

9 ثمَّ استدللت على أَن كَون الله فِي السَّمَاء وَالْعرش وَاحِد بِأَن السَّمَاء إِنَّمَا يُرَاد بهَا الْعُلُوّ، فَالْمَعْنى: أَن الله فِي الْعُلُوّ لَا فِي السّفل.

قل لي: هَل قَالَ الله تَعَالَى وَرَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَالسَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار رَضِي الله عَنْهُم أَجْمَعِينَ: أَن الله تَعَالَى فِي الْعُلُوّ لَا فِي السّفل؟ وكل مَا قلت من أول الْمُقدمَة إِلَى آخرهَا، لَو سلم لَك لَكَانَ حَاصِلَة أَن الله تَعَالَى وصف نَفسه بِأَنَّهُ اسْتَوَى على الْعَرْش. وَأَن الله تَعَالَى فَوق الْعَرْش.

وَأما أَن السَّمَاء الْمُرَاد بهَا جِهَة الْعُلُوّ فَمَا ظفرت كفاك بنقله.

10 ثمَّ قَوْلك: قد علم الْمُسلمُونَ أَن كرسيه تَعَالَى وسع السَّمَوَات وَالْأَرْض، وَأَن الْكُرْسِيّ فِي الْعَرْش كحلقة ملقاة بِأَرْض فلاة.

فليت شعري إِذا كَانَ حَدِيث الأوعال، يدلك على أَن الله فَوق الْعَرْش، فَكيف يجمع بَينه وَبَين طُلُوع الْمَلَائِكَة إِلَى السَّمَاء الَّتِي فِيهَا الله؟ وَكَيف يكون مَعَ ذَلِك فِي السَّمَاء حَقِيقَة؟ ولعلك تَقول: إِن المُرَاد بهما جِهَة الْعُلُوّ تَوْفِيقًا. فليت شعري! أيمكن أَن تَقول بعد هَذَا التَّوْفِيق الْعَارِي عَن التَّوْقِيف والتوفيق: إِن الله فِي السَّمَاء حَقِيقَة، وعَلى السَّمَاء حَقِيقَة، وَفِي الْعَرْش حَقِيقَة، وعَلى الْعَرْش حَقِيقَة؟ ثمَّ حَقِيقَة السَّمَاء هِيَ هَذِه الْمُشَاهدَة المحسوسة يُطلق عَلَيْهَا هَذَا الِاسْم من لم يخْطر بِبَالِهِ السمو. وَأما أصل الِاشْتِقَاق فَذَلِك لَا مزية لَهَا فِيهِ على السّقف والسحاب. فَتَبَارَكَ الله خَالق الْعُقُول.

11 ثمَّ قَوْلك بعد ذَلِك: الْعَرْش من مخلوقات الله تَعَالَى، لَا نِسْبَة لَهُ إِلَّا قدرَة الله وعظمته. وَقع إِلَيْنَا "إِلَّا قدرَة الله" فَإِن كَانَت بِأَلف لَام ألف كَمَا وَقع إِلَيْنَا فقد نفيت الْعَرْش وَجعلت الْجِهَة هِيَ العظمة وَالْقُدْرَة وَصَارَ معنى كلامك جِهَة الله عَظمته وَقدرته.

وَالْآن قلت مَا لَا يفهم، وَلَا قَالَه أحد، وَإِن كَانَ كلامك بِأَلف لَام يَاء، فقد صدقت وَقلت الْحق. وَمن قَالَ خلاف ذَلِك؟ ولعمري قد رممنا لَك هَذَا الْكَلَام. ولقناك إصلاحه.

12 ثمَّ قلت: كَيفَ يتَوَهَّم بعد هَذَا أَن خلقا يحصره أَو يحويه.

قُلْنَا: نعم، وَمن أَي شَيْء بلاؤنا إِلَّا مِمَّن يَدعِي الْحصْر أَو يُوهمهُ!

13 ثمَّ قلت: وَقد قَالَ الله تَعَالَى: "ولأصلبنكم فِي جُذُوع النّخل". أَو مَا علمت أَن التَّمَكُّن الاستقراري حَاصِل فِي الْجذع، فَإِن تمكن المصلوب فِي الْجذع كتمكن الْكَائِن فِي الظّرْف. وَكَذَلِكَ الحكم

فِي قَوْلِه تَعَالَىٰ: "قل سِيرُوا فِي الْأَرْض". وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ هُوَ الْجَوَاب عَن حَدِيث الأوعال. وَحَدِيث قبض الرّوح، وَحَدِيث عبد اللّٰه بن رَوَاحَة رَضِي اللّٰه عَنهُ. وَحَدِيث أُميَّة بن ابى الصَّلْت. وَمَا قَالَ من قَوْله:

مجدوا اللّٰه فَهُوَ أهل لمجد   رَبنَا فِي السَّمَاء أمسى كَبِيرا

14 فَيُقَال للمُدَّعِي: إِن كنت ترويه "فِي السَّمَاء" فَقَط. وَلَا تتبعها "أمسى كَبِيرا". فَرُبمَا يُوهم مَا تدعيه، لَكِن لَا يبْقى شعرًا وَلَا قافية، وَإِن كَانَ قَالَ: "رَبنَا فِي السَّمَاء أمسى كَبِيرا"، فَقل مثل مَا قَالَ أُميَّة، وَعند ذَلِك لَا يدرى: هَل هُوَ كَمَا قلت: أَو قَالَ: إِن اللّٰه كَبِير فِي السَّمَاء.

15 فَإِن قلت: وَهُوَ كَبِير فِي الأَرْض فَلم خصت السَّمَاء؟

قُلْنَا: التَّخْصِيص بِمَا أشرنَا إِلَيْهِ من أَن تَعْظِيم أهل السَّمَوَات أَكثر من تَعْظِيم أهل الأَرْض لَهُ. فَلَيْسَ فِي الْمَلَائِكَة من ينحت حجرا ويعبده. وَلَا فيهم دهرى وَلَا معطل وَلَا مشبه. وخطاب أُميَّة لكفار الْعَرَب الَّذين اتَّخذُوا هُبل وَمَنَاة وَاللات والعزى وَغير ذَلِك من الأنداد. وَقد علمت الْعَرَب أَن أهل السَّمَاء أعلم مِنْهُم، حَتَّى كَانُوا يتمسكون بِحَدِيث الْكَاهِن الَّذِي كَانَ يتلقف من الجنى الَّذِي يسترق الْكَلِمَة من الْملك، فيضيف إِلَيْهَا مائَة كذبة فَكيف اعْتِقَادهم فِي الْمَلَائِكَة!! فَلذَلِك احْتج عَلَيْهِم أُميَّة بِالْمَلَائِكَةِ، هَذَا لَيْسَ بِبَعِيد وَلَا خِلَافه قَطْعِيّ.

16 ثمَّ قَالَ: من الْمَعْلُوم بِالضَّرُورَةِ أَن الرَّسُول الْمبلغ عَن اللّٰه أَلْقَى إِلَى أمته المدعوين أَن اللّٰه تَعَالَى على الْعَرْش وَأَنه فَوق السَّمَاء.

فَنَقُول لَهُ: هَذَا لَيْسَ بِصَحِيح بِالصَّرِيحِ، بل أَلْقَى إِلَيْهِم أَن اللّٰه اسْتَوَى على الْعَرْش. هَذَا الَّذِي تَوَاتر من تَبْلِيغ هَذَا النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، وَمَا ذكره الْمُدَّعِي من هَذَا الْإِخْبَار. فأخبار آحَاد لَا يصدق

عَلَيْهَا جمع كَثْرَة، وَلَا حجَّة لَهُ فِيهَا. وَذٰلِكَ وَاضح لمن سمع كَلَام الرَّسُول صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، ونزله على اسْتِعْمَال الْعَرَب وإطلاقاتها، وَلم يدْخل عَلَيْهَا غير لغتها.

17 ثمَّ قلت: كَمَا فطر اللّٰه جَمِيع الْأُمَم عربهم وعجمهم فِي الْجَاهِلِيَّة وَالْإِسْلَام إِلَّا من اجتالته الشَّيَاطِين عَن فطرته.

هَذَا كَلَام من أَوله إِلَى آخِره معَارض بالميل وَالتَّرْجِيح مَعًا.

18 ثمَّ قلت: عَن السّلف فِي ذٰلِكَ من الْأَقْوَال مَا لَو جمعته لبلغت مِائَتَيْنِ أَو ألوفا.

فَنَقُول: إِن أردْت بالسلف سلف المشبهة كَمَا سَيَأْتِي فِي كلامك، فَرُبمَا قاربت، وَإِن أردْت سلف الْأمة الصَّالِحين فَلَا حرفا وَلَا شطر حرف. وَهَا نَحن مَعَك فِي مقَام مقَام ومضمار مضمار بحول اللّٰه وقوته.

19 ثمَّ قلت: لَيْسَ فِي كتاب اللّٰه تَعَالَى وَلَا سنة رَسُول وَلَا عَن أحد من سلف الْأمة لَا من الصَّحَابَة وَلَا من التَّابِعين، حرف وَاحِد يُخَالف ذٰلِكَ، لَا نَص وَلَا ظَاهر.

قُلْنَا: وَلَا عَنْهُم كَمَا ادعيت أَنْت، وَلَا نَص وَلَا ظَاهر، وَقد صدرت أَولا أَنَّك تَقول مَا قَالَه اللّٰه وَرَسُوله وَالسَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار. ثمَّ دارت الدائرة على أَن المُرَاد بالسابقين الْأَوَّلين من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار مَشَايِخ عقيدتك وعزلت الْعشْرَة وَأهل بدر وَالْحُدَيْبِيَة عَن السَّبق وَالتَّابِعِينَ عَن الْمُتَابَعَة وتولى هَؤُلَاءِ لَا غير. "اللّٰه أعلم حَيْثُ يَجْعَل رسَالَته".

20 ثمَّ قَوْلك: لم يقل أحد مِنْهُم فَقَط: إِنَّ اللّٰه لَيْسَ فِي السَّمَاء، وَلَا إِنَّه لَيْسَ على الْعَرْش، وَلَا إِنَّه بِذَاتِهِ فِي كل مَكَان، وَلَا إِن جَمِيع الْأَمْكِنَة بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ سَوَاء، وَلَا إِنَّه دَاخل الْعَالم وَلَا خَارجه، وَلَا مُتَّصِل وَلَا

مُنفَصِل.

قُلْنَا: لقد عممت الدَّعْوَى، فَذكرت مَا لم تحط بِهِ علما، وَقد ذكرنَا لَكَ عَن جَعْفَر الصَّادِق والجنيد والشبلي وجعفر بن نصير، وَأبي عُثْمَان المغربي رَضِي الله عَنهُم، مَا فِيهِ كِفَايَة، فَإِن طعنت فِي نقلنا، أَو فِي هَؤُلَاء السَّادة، طعنا فِي نقلك، وفيمن أسندت إِلَيْهِ من أهل عقيدتك خَاصَّة، فَلم يوافقك على مَا ادعيته غَيرهم.

21 ثمَّ إِنَّك أَنْت الَّذِي قد قلت مَا لم يقلهُ الله، وَلَا رَسُوله، وَلَا السَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار، وَلَا من التَّابِعين وَلَا من مَشَايِخ الْأمة الَّذين لم يدركوا الْأَهْوَاء فَمَا نطق أحد مِنْهُم بِحرف فِي أَن الله تَعَالَى فِي جِهَة الْعُلُوّ. وَقد قلت وصرحت وبحثت وفهمت بِأَن مَا ورد من أَنه فِي السَّمَاء، وَفَوق السَّمَاء، وَفِي الْعَرْش، وَفَوق الْعَرْش، المُرَاد بِهِ جِهَة الْعُلُوّ. فَقل لنا: من قَالَ هَذَا؟ هَل قَالَه الله، أَو رَسُوله، أَو السَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار، أَو التَّابِعين لَهُم بِإِحْسَان. فَلم تهول علينا بالأمور المغمغمة؟ وَبِاللَّهِ الْمُسْتَعَان.

22 ثمَّ اسْتدلَّ على جَوَاز الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ بالأصابع وَنَحْوهَا، بِمَا صَحَّ أَنه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي خطْبَة عَرَفَات جعل يَقُول: "أَلا هَل بلغت". فَيَقُولُونَ: نعم. فيرفع أُصْبُعه إِلَى السَّمَاء وينكتها إِلَيْهِم، وَيَقُول: "اللَّهُمَّ اشْهَدْ"، غير مرّة.

وَمن أَي دلَالَة يدل هَذَا على جَوَاز الْإِشَارَة إِلَيْهِ؟ هَل صدر مِنْهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَّا أَنه رفع أُصْبُعه ثمَّ نكتها إِلَيْهِم؟ هَل فِي ذَلِك دلَالَة على أَن رَفعه كَانَ يُشِير بِهِ إِلَى جِهَة الله تَعَالَى؟ وَلَكِن هَذَا من عَظِيم مَا رسخ فِي ذهن هَذَا الْمُدَّعِي من حَدِيث الْجِهَة، حَتَّى إِنَّه لَو سمع مَسْأَلَة من عويص الْفَرَائِض والوصايا وَأَحْكَام الْحيض. لقَالَ: هَذِه دَالَّة على الْجِهَة.

23 ثمَّ أتى بالطامة الكُبرَى والداهِيَةِ الدَّهيَاءِ (سخت مصيبت). وَقَالَ: فَإن كَانَ الحق فِي مَا يَقوله هؤُلَاءِ السَّابِقُونَ النافون من هَذِه العبارَات وَنحوهَا، دون مَا يفهم من الْكتاب وَالسّنة، إمَّا نصا أو ظَاهرا، فَكيف يجوز على الله تَعَالَى، ثمَّ على رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، ثمَّ على خير الْأمة: أنهم يَتَكَلَّمُونَ دَائِما بِمَا هُوَ نَص أو ظَاهر فِي خلاف الْحق الَّذِي يجب اعْتِقَاده لَا يبوحون (ظاہر کرنا)، بِالحق الذى يجب اعتقاده قط، وَلَا يدلون عَلَيْهِ، لَا نصا وَلَا ظَاهرا، حَتَّى يَجِيء أنْبَاط الْفرس. وَالروم وأفراخ الهنود يبينون لِلْأمة العقيدة الصَّحِيحَة، الَّتِي يجب على كل مؤلف أو فَاضل أن يعتقدها. لَئِن كَانَ مَا يَقُوله هؤُلَاءِ المتكلمون المتكلفون، هُوَ الِاعْتِقَاد الْوَاجِب، وهم مَعَ ذَلِك أحيلوا فِي معرفته على مُجَرّد عُقُولهمْ، وَأن يدفعوا بمااقْتضى قِيَاس عُقُولهمْ مَا دلّ عَلَيْهِ الْكتاب وَالسّنة، نصاً أو ظَاهراً. لقد كَانَ ترك النَّاس بِلَا كتاب وَلَا سنة أهْدى لَهُم وأنفع على هَذَا التَّقْدِير، بل كَانَ وجود الْكتاب وَالسّنة ضَررا مَحْضا فِي أصُول الدّين، فَإن حَقِيقَة الْأَمر على مَا يَقُوله هؤُلَاءِ: أنكُمْ يَا معشر الْعباد لَا تَطْلُبُوا معرفَة الله سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمَا يسْتَحق من الصِّفَات نفياً وَلَا إثْبَاتًا، لَا من الْكتاب وَلَا من السّنة، وَلَا من طَرِيق سلف الْأمة، وَلَكِن انْظُرُوا أنْتُم، فَمَا وجدتموه مُسْتَحقًا لَهُ من الصِّفَات فصفوه بِهِ، سَوَاء كَانَ مَوْجُودا فِي الْكتاب وَالسّنة أو لم يكن، وَمَا لم تَجِدُوهُ مُسْتَحقًا لَهُ فِي عقولكم فَلَا تصفوه بهَا.

24 ثمَّ قَالَ: هما فريقان، أكْثَرهم يَقُولُونَ: مَا لم تثبته عقولكم فانفوه، وَمِنْهُم من يَقُول: بل توقفوا فِيهِ. وَمَا نَفَاهُ قِيَاس عقولكم الَّذِي أنْتُم فِيهِ مُخْتَلفُونَ ومضطربون، اخْتِلَافا أكثر من جَمِيع الِاخْتِلَاف على وَجه الأَرْض فانفوه، وَإلَيْهِ عِنْد التنازع فَارْجِعُوا. فَإن الْحق الَّذِي تعبدنكم

بِهِ. وَمَا كَانَ مَذْكُورا فِي الْكتاب وَالسّنة مِمَّا يُخَالف قياسكم هٰذَا، أَو يثبت مَا لم تُدْرِكهُ عقولكم، على طَرِيقَة أَكْثَرهم، فاعلموا أَنِّي امتحنتكم، لا لتعلموا بتنزيله، لَا لِتَأْخُذُوا الْهدى مِنْهُ، لٰكِن لتجتهدوا فِي تَخْرِيجه على شواذ اللُّغَة وَوَحْشِي الْأَلْفَاظ وغرائب الْكَلَام، أَو تسكتوا عَنهُ مفوضين علمه إِلَى اللّٰه مع نفي دلالته على شئ من الصفات. هَذَا حَقِيقَة الْأَمر على رَأْي الْمُتَكَلّمين. هَذَا مَا قَالَه، وَهُوَ الْموضع الَّذِي صرع فِيهِ وتخبطه الشَّيْطَان من الْمس.

3.5:۔نصوص المتشابهات والتاويل فيها

25 فَنَقُول له: مَا تَقول فِيمَا ورد من ذكر الْعُيُون بِصفة الْجمع، وَذكر الْجنب، وَذكر السَّاق الْوَاحِد، وَذكر الْأَيْدِي؟ فَإِن أَخذنَا بِظَاهِر هَذَا يلْزمنَا إِثْبَات شخص لَهُ وَجه وَاحِد، عَلَيْهِ عُيُون كَثِيرَة، وَله جنب وَاحِد، وَعَلِيهِ أيد كَثِيرَة، وَله سَاق وَاحِد، فَأَي شخص يكون فِي الدُّنْيَا أبشع من هٰذَا، وَإِن تصرفت فِيهِ هَذَا بِجمع وتفريق بالتأويل، فَلَمَّا لم يذكرهُ اللّٰه وَرَسُوله وَسلف الْأمة؟

26 وَقَوله تَعَالَى فِي الْكتاب الْعَزِيز: "أَللّٰه نور السَّمَاوَات وَالْأَرْض". فَكل عَاقل يعلم أَن النُّور الَّذِي على الْحِيطَان والسقوف وَفِي الطّرق والحشوش لَيْسَ هُوَ اللّٰه تَعَالَى. وَلَا قَالَت الْمَجُوس بذلك. فَإِن قلت بِأَنَّهُ هادي السَّمَوَات وَالْأَرْض ومنورها، فَلم لَا قَالَه اللّٰه تَعَالَى وَلَا رَسُوله وَلَا سلف الْأمة؟

27 وَورد قَوْله تَعَالَى: "وَنحن أقرب إِلَيْهِ من حَبل الوريد". وَذٰلِكَ يَقْتَضِي أَن يكون اللّٰه دَاخل الزَرْدَمَة(موضع الابتلاع: *سر اور گلے کے درمیان کا گوشت یا حلق میں نگلنے کی جگہ*)، فَلم لم يُبينهُ اللّٰه وَلَا رَسُوله وَلَا سلف الْأمة.

28 وَقَالَ تَعَالٰى: "واسجد واقترب". وَمَعْلُوم أَن التَّقَرُّب فِي الْجِهَة لَيْسَ إِلَّا بالمسافة فَلم لم يُبينه اللّٰه تَعَالَى وَلَا رَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم وَلَا سلف الْأمة.

29 وَقَالَ تَعَالٰى: "فأينما تولّوا فثم وَجه اللّٰه"، وَقَالَ تَعَالٰى: "وَجَاء رَبك"، وَقَالَ تَعَالٰى: "فَأتى اللّٰه بنيانهم من الْقَوَاعِد"، وَقَالَ تَعَالٰى: "مَا يَأْتِيهم من ذكر من رَبهم مُحدث".

30 وَقَالَ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، حِكَايَة عَن ربه عز وَجل: "من تقرب إِلَيّ شبْرًا تقربت إِلَيْهِ ذِرَاعا، وَمن تقرب إِلَيّ ذِرَاعا تقربت مِنْهُ باعا، وَمن أَتَانِي يمشي أَتَيْته هرولة". وَمَا صَحَّ فِي الحَدِيث: "أجد نفس الرَّحْمَن من قبل الْيمن"، وَمن قَوْله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم: "الْحجر الْأسود يَمِين اللّٰه فِي الأَرْض"، وَمن قَوْله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، حِكَايَة عَن ربه سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى: "أَنا جليس من ذكرنِي".

3.6: رد شبهات ابن تيمية

31 وكل هَذِه هَل تأمن من المجسم أَن يَقُول لَك: ظواهر هٰذِه كَثْرَة تفوت (غلبكرنا) الْحصْر أَضْعَاف أَحَادِيث الْجِهَة، فَإِن كَانَ الْأَمر كَمَا يَقُول فِي نفي الجسمية، مَعَ أَنه لم يَأْتِ فِي شَيْء من هٰذِه مَا يبين خلاف ظواهرها، لَا عَن اللّٰه تَعَالٰى وَلَا عَن رَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، وَلَا عَن سلف الْأمة. فَحِينَئِذٍ يَكِيل لَك المجسم بصاعك، وَيَقُول لَك: لَو كَانَ الْأَمر كَمَا قلت، لَكَانَ ترك النَّاس بِلَا كتاب وَلَا سنة أهْدى لَهُم.

وَإِن قلت: إِن العموميات قد بيّنت خلاف ظواهر هَذِه، لم نجد مِنْهَا نافيا للجسمية إِلَّا وَهُوَ ناف للجهة.

32 ثمَّ مَا يُؤمنك من تناسخي يفهم من قَوْله: "فِي أَي صُورَة مَا شَاءَ

ركبك" مذهبه؟ من معطل يفهم من قَوْله تَعَالَى: "مِمَّا تنبت الْأَرْض" مُـرَاده. فَحِينَئِذٍ لَا تَجِد مساغا لما تغص (س،ن؛ کھانے یا پانی سے پھندا لگنا، اچھولگنا) بِـه من ذَلِک إِلَّا الْأَدِلَّة الْخَارِجَة عَن هَذِه الْأَلْفَاظ. ثمَّ صَار حَاصِل کلامک أَن مقَالَة الشَّافِعِيَّة وَالْحَنَفِيَّة والمالکية، يلْزمهَا أَن يكون ترک النَّاس بِلَا کتاب وَلَا سنة أهْدى لَهُم. أفتراهم يكفرونک بذلک أم لَا؟

ثمَّ جعلت أَن مُقْتَضى كَلَام الْمُتَكَلِّمين، أَن الله تَعَالَى وَرَسُوله وَسلف الْأمة تركُوا الْعَقِيدَة حَتَّى بَينهَا هَؤُلَاءِ. فَقل لنا: إِن الله وَرَسُوله وَسلف الْأمة بينوها، ثمَّ انْقُل عَنْهُم أَنهم قَالُوا كَمَا تَقول: إِن الله تَعَالَى فِي جِهَة الْعُلُوّ لَا فِي جِهَة السّفل، وَإِن الْإِشَارَة الحسية جَائِزَة إِلَيْهِ. فَإِذا لم تَجِد ذَلِک فِي کتاب الله تَعَالَى، وَلَا كَلَام رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَلَا كَلَام أحد من الْعشْرَة، وَلَا كَلَام أحد من السَّابِقين الْأَوَّلين من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار رَضِي الله عَنْهُم. فعد على نَفسک بالـلائمة. وَقل: لقد ألزمت الْقَوْم بِمَا لَا يلْزمهُم، وَلَو لَزِمَهُم لَكَانَ عَلَيْک اللوم.

ثمَّ قلت عَن الْمُتَكَلِّمين: إِنَّهُم يَقُولُونَ: مَا يكون على وفْق قِيَاس الْعُقُول فقولوه، وَإِلَّا فانفوه. وَالْقَوْم لم يَقُولُوا ذَلِک، بل قَالُوا: صفة الْكَمَال يجب ثُبُوتهَا لله، وَصفَة النَّقْص يجب نَفيهَا عَنهُ. كَمَا قَالَه الإِمَام أَحْمد رَضِي الله عَنهُ.

قَالُوا: وَمَا ورد من الله تَعَالَى وَمن رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فليعرض على لُغَة الْعَرَب، الَّتِي أرسل الله تَعَالَى مُحَمَّدًا بلغتها، كَمَا قَالَ تَعَالَى: "وَمَا أرسلنَا من رَسُول إِلَّا بِلِسَان قومه". فَمَا فهمت الْعَرَب فافهمه، وَمن جَاءَک بِمَا يُخَالِفهُ فانبذ كَلَامه نبذ الْحذاء المرقع (پیوندلگاہوا)، وَاضْرِبْ بقوله حَائِط الحَشّ (گھوروں کا

جھنڈ؛ پاخانہ).

36 ثمَّ نعقد فصلا إن شَاءَ اللّٰه تَعَالٰی. بعد إفْسَاد مَا نزع بِهِ فِی سَبَب وُرُود هَـذِه الْـآيَـات على هَذَا الْوَجه، فَإِنَّهُ إِنَّمَا تلقف مَا نَزغ بِهِ ـ فِی مُخَالفَة الْجَمَاعَة، وأساء الْقَوْل على الْملَّة ـ من حثالة الْمَلَاحِدَة الطاعنين فِی الْـقُـرْآن. وسـنبين إِن شَاءَ اللّٰه تَعَالٰی ضلالهم. وَيعلم إِذْ ذَاکَ من هُوَ من فراخ الفلاسفة والهنود، ثمَّ لَو استحيى الغافِل لعرف مِقْدَار عُلَمَاء الْأمة رَحِـمهـم الـلّٰـه تَعَالٰی. ثمَّ هَل رأى من رد على الفلاسفة والهنود وَالـروم وَالْـفـرس غيـر هَؤُلَاءِ الَّذين جعلهم فراخهم؟ وَهل اتكلوا فِی الرَّد على هَذِه الطوائف على قوم لَا عقل لَهُم وَلَا بَصِيرَة وَلَا إِدْرَاکَ؟ ثـمَّ يـذرونهم يستدلون على إِثْبَات اللّٰه تَعَالٰیَ فِیَ الْحجَّاج على منكره بِـالـنَّـقْـلِ، وعَـلـى مـنـكـرى النُّبُوَّة بِالنَّقْلِ حَتَّى يصير مُضْغَة للماضغ؟ وضـحـكة لـلـمستهزئ؟ وشماتة لِلْعَدو؟ وفرحا للحسود؟ وَفِی قصَّة الْحسن بن زِيَاد اللؤْلُؤِی عِبْرَة للمعتبر.

37 ثـمَّ أَخذ بعد هَذَا فِی أَن الْأُمُور الْعَامَّة إِذا نفيت عَنْهَا إِنَّمَا يكون دلالتها عـلى سَبِيل الإلغاز. قُلْنَا: وَكَذٰلِکَ المجسم يَقُول لَکَ: دَلَالَة الْأُمُور الْعَامَّة على نفي الجسمية إلغاز.

38 ثـمَّ قَالَ بعد هٰذَا: يَا سُبْحَانَ اللّٰه! كَيفَ لم يقل الرَّسُول صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسـلـم يَـوْمًـا مـن الـدَّهْـر، وَلَا أحـد من سلف الْأمة: هَذِه الْـآيَـات وَالْأَحَـادِيـث لَا تـعـتـقدوا مَا دلّت عَلَيْهِ؟ فَيُقَال لَهُ: مَا الَّذِی دلّت عَلَيْهِ حَتَّى يَقُولُوا إِنَّه لَا يُعْتَقد؟ هَذَا تشنيع بَحْت (محض خالص).

39 ثـمَّ يَـقُـول لَکَ المجسم: يَا سُبْحَانَ اللّٰه! لم لم يقل رَسُول اللّٰه صلى الـلّٰه عَلَيْهِ وَسلم، وَلَا أحد من سلف الْأمة: إِن اللّٰه تَعَالٰی لَيْسَ بجسم، وَلَا قَالُوا: لَا تعتقدوا من الْأَحَادِيث الموهمة للجسمية ظواهرها؟

40 ثـمَّ اسْـتدلَّ بـقـوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم فِی صفة الْفرْقَة النَّاجِية: ”هُوَ

من كَانَ على مثل مَا أنا عَلَيْهِ الْيَوْم وأصحابي". قَالَ الْمُدَّعِي: فَهَلا قَالَ: من تمسك بِظَاهِر الْقُرْآن فِي آيَات الِاعْتِقَاد فَهُوَ ضال، وَإِنَّمَا الْهدى رجوعكم إِلَى مقاييس عقولكم.

41 فَليعلم النَّاظر أَنه هَا هُنَا باهت وزخرف وتشبع بِمَا لم يُعْطه، فَإِنَّهُ قد ثَبت أَن طَرِيق رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَأَصْحَابه رَضِي الله عَنْهُم: الْكَفّ عَن ذَلِك. فَمَا نَحن الآمرون بِهِ، وَأَنه هُوَ لَيْسَ بساكت، بل طَرِيقه الْكَلَام، وَأمر الدهماء بِوَصْف الله تَعَالَى بِجِهَة الْعُلُوّ، وتجويز الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ. فليت شعري! من الْمُوَافق رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَأَصْحَابه؛ وَلَكِن صدق الْقَائِل: رمتني بدائها وانسلت.

41 ثمَّ المجسم يَقُول لَهُ ـ حَذْو النَّعْل بالنعل ـ مَا قَالَه لنا. ونقول لَهُ: لم لَا قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "النَّاجِية من قَالَ إِن الله فِي جِهَة الْعُلُوّ، وَإِن الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ جَائِزَة"؟ فَإِن قَالَ: هَذِه طَرِيقَة السّلف وَطَرِيقَة الصَّحَابَة. قُلْنَا: من أَيْن لَك هَذَا؟ ثمَّ لَا تأمن من كل مُبْتَدع أَن يَدعِي ذَلِك.

42 ثمَّ أَفَادَ الْمُدَّعِي وَأسْندَ أَن هَذِه الْمقَالة مَأْخُوذَة من تلامذة الْيَهُود وَالْمُشْرِكين وضلال الصابئين. قَالَ: فَإِن أول من حفظ عَنهُ هَذِه الْمقَالة..... الْجَعْد بن دِرْهَم وَأَخذهَا عَنهُ جهم ابْن صَفْوَان، وأظهرها فنسبت مقَالَة الْجَهْمِية إِلَيْهِ. قَالَ: والجعد، أَخذهَا عَن أبان بن سمْعَان، وَأَخذهَا أبان من طالوت بن أُخْت لبيد بن الأعصم، وَأَخذهَا طالوت من لبيد الْيَهُودِيّ الَّذِي سحر النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم. قَالَ: وَكَانَ الْجَعْد هَذَا فِيمَا يُقَال من أهل حران.

43 فَيُقَال لَهُ: أَيهَا الْمُدَّعِي أَن هَذِه الْمقَالة مَأْخُوذَة من تلامذة الْيَهُود، قد خَالَفت الضَّرُورَة فِي ذَلِك. فَإِنَّهُ مَا يخفى على جَمِيع الْخَواص

وَكثير من الْعَوام أَن الْيَهُود مجسمة مشبهات. فَكيف يكون ضد التجسيم والتشبيه مأخوذا عَنْهُم؟ وَأما الْمُشْركُونَ فَكَانُوا عباد أوثان. وَقد بيّنت الْأَئِمَّة أَن عَبدة الْأَصْنَام تلامذة المشبهة. وَأن أصل عبَادَة الصَّنَم التَّشْبِيه. فَكيف يكون نَفْيه مأخوذا عَنْهُم؟ وَأما الصابئة فبلدهم مَعْرُوف وإقليمهم مَشْهُور. وَهل نَحن مِنْهُ أَو خصومنا؟ وَأما كَون الْجَعْد ابْن دِرْهَم من أهل حران فالنسبة صَحِيحَة، وترتيب هَذَا السَّنَد الَّذِي ذكره سيسأله الله تَعَالَى عَنهُ. وَالله من وَرَائه بالمرصاد. وليت لَو أتبعه أَن سَنَد دَعْوَاهُ وعقيدته أَن فِرْعَوْن ظن أَن إِلَه مُوسَى فِي السَّمَاء!

44 ثمَّ أضَاف الْمقَالة إِلَى بشر المريسي، وَذكر أَن هَذِه التأويلات هِيَ الَّتِي أبطلتها الْأَئِمَّة. ورد بهَا على بشر. وَأَن مَا ذكره الْأُسْتَاذ أَبُو بكر بن فورك وَالْإِمَام فَخر الدّين الرَّازِيّ، قدس الله روحهما، هُوَ مَا ذكره بشر، وَهَذَا بَهْرَج (بَاطِل، ردئ) لَا يثبت على محك النّظر القويم، وَلَا معيار الْفِكر الْمُسْتَقيم. فَإِنَّهُ من الْمحَال أَن تنكر الْأَئِمَّة على بشر أَن يَقُول مَا تَقوله الْعَرَب. وَهَذَانِ الإمامان مَا قَالَا إِلَّا مَا قالته الْعَرَب وَمَا الْإِنْكَار على بشر إِلَّا فِيمَا يُخَالف فِيهِ لُغَة الْعَرَب؟ وَأَن يَقُول عَنْهَا مَا لم تقله.

45 ثمَّ أَخذ بعد ذَلِك فِي تَصْدِيق عزوته إِلَى الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار رَضِي الله عَنْهُم، وَشرع فِي النَّقْل عَنْهُم، فَقَالَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيّ: كُنَّا، والتابعون متوافرون، نقُول: إِن الله ــ تَعَالَى ذكره ــ فَوق عَرْشه.

فَنَقُول لَهُ: أول مَا بدأت بِهِ الْأَوْزَاعِيّ وطبقته وَمن بعدهمْ، فَأَيْنَ السَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار؟ وَأما قَول الْأَوْزَاعِيّ فَأَنت قد خالفته، وَلم تقل بِهِ، لِأَنَّك قلت: إِن الله لَيْسَ فَوق عَرْشه، لِأَنَّك قررت أَن الْعَرْش وَالسَّمَاء لَيْسَ المُرَاد بهما إِلَّا جِهَة الْعُلُو. وَقلت:

الـمُـرَاد من فَوق عَرْشه، وَالسَّمَاء ذَلِكَ. فقد خَالَفت قَول الْأَوْزَاعِيّ صَـرِيـحًـا، مَعَ أَنَّكَ لـم تـقـل قطّ مَا يفهم، فَإِن قررت أَن السَّمَاء فِي الْـعَـرْش كحلقة ملقاة فِي فلاة، فَكيف تكون هِيَ هُوَ؟ ثمَّ من أَيْن لَكَ صِـحَة هَذَا النَّقْل عَن الْأَوْزَاعِيّ؟ وَبعد مسامحتك فِي كل ذَلِك. مَا قَـالَ الْأَوْزَاعِـيّ: الله فَوق الْعَرْش حَقِيقَة، فَمن أَيْن لَكَ هَذِه الزِّيَادَة؟! وَنـقـل عَن مَالك بن أنس وَالثَّوْرِي وَاللَّيْث وَالْأَوْزَاعِيّ، أَنهم قَالُوا فِي أَحَادِيث الصِّفَات: أمروها كَمَا جَاءَت.

فَيُقَال لَهُ: لم لَا أمسكت على مَا أمرت بِهِ الْأَئِمَّة؟ بل وصفت الله بِجِهَة الْعُلُوّ! وَلـم يرد بذلك خبر. وَلَو بذلت قرَاب الأَرْض ذَهَبا على أَن تسمعها مـن عَـالـم ربـانـي لم تفرح بذلك، بل تصرفت ونقلت على مَا خطر لَكَ، وَمَا أمررت وَلَا أقررت وَلَا امتثلت مَا نقلته عَن الْأَئِمَّة.

47 وروى قَـول ربيعَة وَمَالك: الاسْتوَاء غير مَجْهُول. فليت شعري! من قَـالَ إِنَّـه مَـجْهُول؟ بل أَنْت زعمت أَنه لِمَعْنى عينته، وَأَرَدْت أَن تعزوه إِلَى الْإِمَامَيْنِ، وَنحن لَا نسمح لَكَ بذلك.

48 ثـمَّ نـقـل عَـن مَالك أَنه قَالَ للسَّائِل: الْإِيمَان بِهِ وَاجِب وَالسُّؤَال عَنهُ بِـدعَة وَمَـا أَرَاك إِلَّا مبتـدعا. فَأمر بِهِ فَأخْرج. فَيُقَال لَهُ: لَيْت شعري! مـن امتثل منا قَول مَالك؟ هَل امتثلناه نَحن، حَيْثُ أمرنَا بالإمساك، وألـجـمنا الْعَوام عَن الْخَوْض فِي ذَلِك، أَو الَّذِي جعله دراسته، يُلَقِّنهُ ويُـلَقِّنهُ (الحديث: باطل ہے مزیّن کرنا) ويـلـقـنـه ويكتبه ويدرسه، وَيَأْمُر الْـعَـوام بـالـخـوض فِيـهِ؟ وَهـل أنكر على المستفتي فِي هَذِه الْمَسْأَلَة بِـعَـيـنهَـا، وَأخـرجه، كَمَا فعل مَالك رَضِي الله عَنهُ فِيهَا بِعَينهَا؟ وَعند ذَلِك يعلم أَن مَا نَقله عَن مَالك حجَّة عَلَيْهِ لَا لَهُ.

49 ثـمَّ نقل عَن عبد الْعَزِيز بن عبد الله بن أبي سَلمَة الْمَاجشون، أَنه قَالَ: وَقـد سُـئِلَ عَمَّا جحدت بِهِ الْجَهْمِية: أما بعد! فقد فهمت فِيمَا سَأَلت

فِيمَا تتابعت الْجَهْمِية وَمن خالفها فِي صفة الرب الْعَظِيم الَّذِي فاقت عَظمته الْوَصْف وَالتَّقْدِير، وكذلك الألسن عَن تَفْسِير صفته، وانحسرت الْعُقُول دون معرفَة قدرته، ردَّتْ عَظمته الْعُقُول فَلم تَجِد مساغا فَرَجَعت خاسئة وَهِي حسيرة، وَإِنَّمَا أُمِروا بِالنّظرِ والتفكر فِيمَا خلق بالتقدير، وَإِنَّمَا يُقَال "كَيفَ" لمن لم يكن مرّة ثمَّ كَانَ. فَأَما الَّذِي لَا يحول، وَلَا يَزُول، وَلم يزل، وَلَيْسَ لَهُ مثل، فَإنَّهُ لَا يعلم كَيفَ هُوَ إِلَّا هُوَ، وَكَيف يعرف قدر من لم يَبْدَأ وَمن لَا يَمُوت وَلَا يبْلى؟ وَكَيف يكون لصفة شَيْء مِنْهُ حد أَو مُنْتَهى يعرفهُ عَارِف، أَو يحد قدره واصف؟ على أَنه الْحق الْمُبين، لَا حق أَحَق مِنْهُ، وَلَا شَيْء أبين مِنْهُ.

50 وَالدَّلِيل على عجز الْعُقُول عَن تَحْقِيق صفته عجزها عَن تَحْقِيق صفة أَصْغَر خلقه، فَلَا تكَاد ترَاهُ صَغِيرا يحول وَيَزُول، وَلَا يرى لَهُ سمع وَلَا بصر، بل مَا يتقلب (اپنی مرضی سے تصرف کرنا) بِهِ ويحتال (حیلہ کرنا) من عقله أعضل بك وأخفى عَلَيْك مِمَّا ظهر من سَمعه وبصره. فَتَبَارَكَ اللّٰه أحسن الْخَالِقِينَ وخالق العالمين، وَسيد السادات وربهم.

51 ثمَّ نقل عَنهُ الْأَحَادِيث الْوَارِدَة فِي الصِّفَات، وَذكر قَوْله: "وَالْأَرْض جَمِيعًا قَبضته يَوْم الْقِيَامَة وَالسَّمَاوَات مَطْوِيَّات بِيَمِينِهِ". قَالَ: فوَاللّٰه مَا دلهم على عَظِيم مَا وصف من نَفسه، وَمَا تحيط بِهِ قَبضته إِلَّا صغر نظرها مِنْهُم عِنْدهم أَن ذَلِك الَّذِي أُلقِي فِي روعهم وَخلق على معرفَة قُلُوبهم. فَمَا وصف من نَفسه فَسَماهُ على لِسَان رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم، سميناه كَمَا سَمَّاهُ، وَلم نتكلف مِنْهُ صفة مَا سواهُ، لَا هَذَا وَلَا هَذَا، لَا نجحد مَا وصف، وَلَا نتكلف معرفَة مَا لم يصف. وَبسط الْمَاجشون كَلَامه فِي تَقْرِير هَذَا. فَنَقُول لهَذَا الحاكي:

نعم الْحجَّة اتيت بهَا، وَلَكِن لنا، وَنعم السّلَاح حملت، وَلَكِن للعِدَىٰ (أعداء، جمع عَدَوّ کی بمعنی دشمن).

52 اما كَلَام عبد الْعَزِيز رَضِي اللّٰه عَنهُ، وَمَا ذكر من كبرياء اللّٰه وعظمته، وَأَنَّهَا تحير الْعُقُول وتشده(دهش) الفهوم. فَهَذَا قَالَه الْعلمَاء نظما ونثرا. وَأَنت أزريت(عابه) على سَادَات الْأَئِمَّة وأعلام الْأمة فِي ثَانِي صفحة نزغت بهَا، حَيْثُ اعْتَرَفُوا بِالْعَجزِ وَالتَّقْصِير، ونعيت عَلَيْهِم ذَٰلِك، وعددته عَلَيْهِم ذَنبا، وَأَنت مَعْذُور وهم معذورون، وَجعلت قَول عبد الْعَزِيز حجتك. وَقد ذكر فِي القبضة مَا يَقُوله المتكلمون فِي كل مَوضِع.

53 وَأمر عبد الْعَزِيز أَن يصف الرب بِمَا وصف بِهِ نَفسه، وَأَن يسكت عَمَّا وَرَاء ذَٰلِك، وَذَٰلِكَ قَوْلنَا وَفعلنَا وعقدنا. وَأَنت وَصَفْتَه بِجِهَة الْعُلُوّ، وَمَا وصف بهَا نَفسه. وجوزت الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ، وَمَا ذكرنَا. وَنحن أمرنَا الصِّفَات كَمَا جَاءَت. وَأَنت جمعت بَين الْعَرْش وَالسَّمَاء بِجِهَة الْعُلُوّ، وَقلت: فِي السَّمَاء حَقِيقَة، وَفِي الْعَرْش حَقِيقَة. فسبحان واهب الْعُقُول، وَلكِن كَانَ ذَٰلِك فِي الْكتاب مسطورا.

54 ثمَّ ذكر عَن مُحَمَّد بن الْحسن اتِّفَاق الْفُقَهَاء على وصف الرب مَا جَاءَ فِي الْقُرْآن وَأَحَادِيث الصِّفَات.

فَنَقُول لَهُ: نَحن لَا نَتْرُك من هَذَا حرفا. وَأَنت قلت: أصف الرب تَعَالَى بِجِهَة الْعُلُوّ، وأجوز الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ. فَأَيْنَ هَذَا فِي الْقُرْآن وأخبار الثِّقَات؟ مَا أفدتنا فِي الْفتيا من ذَٰلِك شَيْئا.

55 وَنقل عَن أبي عبيد الله الْقَاسِم بن سَلام رَضِي اللّٰه عَنهُ، أَنه قَالَ إِذا سئلنا عَن تَفْسِيرهَا لَا نفسرها، وَأَنه قَالَ: مَا أدركنا أحدا يُفَسِّرهَا.

فَنَقُول لَهُ: الْحَمد لله، حصل الْمَقْصُود. لَيْت شعري! من فسر السَّمَاء وَالْعرش. وَقَالَ: مَعْنَاهُمَا جِهَة الْعُلُوّ، وَمن ترك تفسيرهما وَأمرهمَا

كَمَا جَاء ا.؟!

56 ثـمَّ نقل عَن ابْن الْمُبَارك رَضِي الله عَنهُ، أَنه قَالَ: يعرف رَبنَا بِأَنَّهُ فَوق سـمـائـه عـلى عَرْشه، بَائِن من خلقه، وَلَا نقُول كَمَا تَقول الْجَهْمِية إِنَّه هَاهُنَا فِي الأَرْض.

فَـنَـقُول لَهُ: قد نَص عبد الله أَنه فَوق سمائه على عَرْشه، فَهَل قَالَ عبد الله: إِن السَّمَاء وَالْعرش وَاحِد، وَهِي جِهَة الْعُلُوّ؟

57 وَنـقـل عَـن حَـمَّاد بن زيد، أَنه قَالَ: هَؤُلَاءِ الْجَهْمِية إِنَّمَا يحاولون أَن يَقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّمَاء شَيْء.

فَنَقُول لَهُ أَيْضا: أَنْت قلت بمقالتهم، فَإنَّك صرحت بِأَن السَّمَاء لَيْسَ هِـيَ ذَاتهَـا، بل الْمَعْنى الَّذِي اشتقت مِنْهُ، وَهُوَ السمو، وفسرته بِجِهَة الْـعُـلُـوّ، فَـالأَولـى لَك أَن تـنـعـى عـلـى نَفسك مَا نعاه حَمَّاد على الْجَهْمِية.

58 وَنقل عَن ابْن خُزَيْمَة، أَن من لم يقل: إِن الله فَوق سمواته على عَرْشه، بَـائِـن مـن خـلـقـه، وَجب أَن يُسْتَتَاب، فَإِن تَابَ وَإِلَّا ضربت عُنُقه. ثمَّ أُلقِي على مزبلة، لِئَلَّا يتَأَذَّى بِهِ أهل الْقبْلَة وَأهل الذِّمَّة.

فَيُقَال لَهُ الْـجَـواب عَن مثل هَذَا قد تقدم، على أَن ابْن خُزَيْمَة قد علم الْـخَـاص وَالْـعَام حَدِيثه فِي العقائد، وَالْكتاب الَّذِي صنفه فِي التَّشْبِيه، وَسَـماهُ بِالتَّوْحِيدِ، ورد الْأَئِمَّة عَلَيْهِ. أَكثر من أَن يذكر، وَقَوْلهمْ فِيهِ مَا قَالَه هُوَ فِي غَيره، مَعْرُوف.

59 وَنـقـل عَن عباد الوَاسِطِيّ، وَعبد الرَّحْمَن بن مهْدي، وَعَاصِم بن عَليّ بن عَاصِم، نَحوا مِمَّا نَقله عَن حَمَّاد وَقد بَيناهُ.

60 ثـمَّ ذكـر بـعـد ذَلِك مَا صَـحَّ عَـن أنـس بـن مَالك رَضِي الله عَنهُ، قَـالَ: كَـانَـت زَيْـنَـب تـفـتـخر على أَزْوَاج النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، تَقول: زوجكن أهاليكن. وزوجني الله من فَوق سبع سموات.

فنقول: لَيْسَ فِي هَذَا الحَدِيث أن زَيْنَب قَالَت: إن الله فوق سبع سموات، بل إن تَزْوِيج الله إيَّاهَا كَانَ من فوق سبع سموات.

61 ثمَّ نقل عَن أبي سُلَيْمَان الْخطابِيّ مَا نَقله عَن عبد الْعَزِيز الْمَاجشون، وَقد بَينا موافقتنا لَهُ ومخالفته لذَلِك.

61 وَحَكَاهُ أَيْضا عَن الْخَطِيب، وَأبي بكر الْإِسْمَاعِيلِيّ، وَيحيى بن عمار، وَأبي إِسْمَاعِيل الْهَرَوِيّ، وَأبي عُثْمَان الصَّابُونِي.

62 وَحكى عَن أبي نعيم الْأَصْبَهَانِيّ أَن الْأَحَادِيث الثَّابِتَة فِي الاسْتوَاء يَقُولُونَ بهَا، ويثبتونها من غير تكييف وَلَا تَمْثِيل وَلَا تَشْبِيه، وَهُوَ مستو على عَرْشه فِي سمائه دون أرضه.

63 وَحَكَاهُ عَن معمر الْأَصْبَهَانِيّ، وَقد بَينا لَك غير مَا مرّة أَنه مُخَالف لهَذَا، وَأَنه مَا قَالَ بِهِ طرفَة عين إِلَّا ونقضه، لِأَن السَّمَاء عِنْده لَيست هِيَ الْمَعْرُوفَة وَأَن السَّمَاء وَالْعرش لَا معنى لَهما إِلَّا جِهَة الْعُلُوّ.

64 وَحكى عَن عبد الْقَادِر الجيلي أَنه قَالَ: الله بِجِهَة الْعُلُوّ مستو على عَرْشه.

فليت شعري! لم احْتج بِكَلَامِهِ وَترك مثل جَعْفَر الصَّادِق، والشبلي، والجنيد، وَذي النُّون الْمصْرِيّ، وجعفر بن نصير، وأضرابهم رَضِي الله عَنْهُم.

65 وَأما مَا حَكَاهُ عَن أبي عمر بن عبد الْبر، فقد علم الْخَاص وَالْعَام مَذْهَب الرجل وَمُخَالفَة النَّاس لَهُ، وَنَكِير الْمَالِكِيَّة عَلَيْهِ، أَولا وآخرا مَشْهُور، ومخالفته لإِمَام الْمغرب أبي الْوَلِيد الْبَاجِيّ مَعْرُوفَة، حَتَّى إِن فضلاء الْمغرب يَقُولُونَ: لم يكن أحد بالمغرب يرى هَذِه الْمقَالة غَيره وَغير ابْن أبي زيد، على أَن الْعلمَاء: مِنْهُم من قد اعتذر عَن ابْن أبي زيد، بِمَا هُوَ مَوْجُود فِي كَلَام القَاضِي الْأَجَل أبي مُحَمَّد عبد الْوَهَّاب الْبَغْدَادِيّ الْمَالِكِي رَحمَه الله.

66 ثـمَّ إِنَّـه قَـالَ: إن الـلّٰه فِي السَّمَاء على الْعَرْش، من فَوق سبع سموات، وَلم يعقل مَا معنى فِي السَّمَاء على الْعَرْش من فَوق سبع سموات.

ثـمَّ إِن ابْـن عبـد الْبر مَا تَأَول هَذَا الْكَلَام، وَلَا قَالَ كمقالة الْمُدَّعِي إِن الْمُرَاد بالعرش وَالسَّمَاء جِهَة الْعُلُوّ.

67 ثـمَّ نقل عَن الْبَيْهَقِيّ رَحمَه اللّٰه مَا لَا تعلق لَهُ بِالْمَسْأَلَة: وَأعَاد كَلَام من سبق ذكره.

68 ثـمَّ ذكـر بـعـد ذَلِك شَيخنَا أَبَا الْحسن عَليّ بن إِسْمَاعِيل الْأَشْعَرِيّ، وَأَنـه يَـقُـول: الـرَّحْـمَـن على الْعَرْش اسْتَوَى، وَلَا نتقدم بَين يَدي اللّٰه تَعَالَى فِي القَوْل، بل نقُول اسْتَوَى بِلَا كَيفَ.

69 وَهَـذَا الَّـذِي نَـقله عَن شَيخنَا هُوَ نحلتنا وعقيدتنا، لَكِن نَقله لكَلَامه مَا أَرَاهُ إِلَّا قـصـد الْإِيهَام أَن الشَّيْخ يَقُول بالجهة، فَإِن كَانَ كَذَلِك فَلَقَد بَالغ فِي البهت.

70 وَكَلَام الشَّـيْخ فِـي هَـذَا أَنــه قَـالَ: كَــانَ وَلَا مَـكَــان، فخلق الْعَرْش والـكرسي، فَلم يحْتَج إِلَى مَكَان، وَهُوَ بعد خلق الْمَكَان كَمَا كَانَ قبل خلقه.

71 وَكَلَامـه وَكَلَام أَصْـحَـابـه رَحِمَهم اللّٰه يصعب حصره فِي إِبْطَالهَا. ثمَّ حكى ذَلِك عَن القَاضِي أبي بكر وَإِمَام الْحَرَمَيْنِ.

72 ثـمَّ تـمسك بِـرَفْـع الْأَيْدِي إِلَى السَّمَاء، وَذَلِكَ إِنَّمَا كَانَ لأجل أَن السَّـمَـاء مـنـزل الـبـركـات والـخيـرات، فَإِن الْأَنْـوَار إِنَّمَا تنزل مِنْهَا والأمـطـار، وَإِذا ألف الْـإِنْسَـان حُصُول الْخيرَات من جَانب مَال طبعه إِلَيْـهِ. فَهَـذَا الْـمَـعْنى الَّذِي أوجب رفع الْأَيْدِي إِلَى السَّمَاء. وَقَالَ اللّٰه تَعَالَى: "وَفِي السَّمَاء رزقكم وَمَا توعدون".

73 ثـمَّ إِن اكْتـفـى بِمثل هَذِه الدّلَالَة فِي مطَالب أصُول العقائد، فَمَا يُؤمنهُ من مُدع يَقُول: اللّٰه تعال فِي الْكَعْبَة، لِأَن كل مصل يُوَجه وَجهه إِلَيْهَا،

وَيَقُول: "وجهت وَجْهي للَّذي فطر السَّمَاوَات وَالْأَرْض"، أَو يَقُول: اللَّه فِي الْأَرْض، فَإِن اللَّه تَعَالَى قَالَ: "كلا لَا تطعه واسجد واقترب". والاقتراب بِالسُّجُود فِي الْمسَافَة إِنَّمَا هُوَ فِي الْأَرْض. وَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أقرب مَا يكون العَبْد فِي سُجُوده".

74 ثمَّ ذكر بعد ذَلِك مَا أجبنا عَنهُ من حَدِيث الأوعال. وَذكر بعد ذَلِك مَا لَا تعلق لَهُ بالمسئلة. وَأخذ يَقُول: إِنَّه حكى عَن السّلف مثل مذْهبه، وَإِلَى الْآن مَا حكى مذْهبه عَن أحد، لَا من سلف وَلَا من خلف، غير عبد الْقَادِر الجيلي، وَفِي كَلَام ابْن عبد الْبر بعضه، وَأما الْعشْرَة وَبَاقِي الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم فَمَا نبس (ما تحركت شفتاه) عَنْهُم بِحرف. ثمَّ أخذ بعد ذَلِك فِي مواعظ وأدعية لَا تعلق لَهَا بِهَذَا. ثمَّ أَخذ فِي سبّ أهل الْكَلَام ورجمهم ـ وَمَا ضرّ الْقَمَر من نبحه ـ. وَقد تبين بِمَا ذكرْنَاهُ أَن هَذَا الْخَبَر الْحجَّة يرجم فتياه أَنه يَقُول مَا قَالَه الله وَرَسُوله وَالسَّابِقُونَ الْأَولونَ من الْمُهَاجِرين وَالْأَنْصَار، وَلم ينْقل مقَالَته عَن أحد من الصَّحَابَة

باب4

واجب المسلم تجاه نصوص الصفات

وَإِذا قد أَتيْنَا على إِفْسَاد كَلامه، وإيضاح إيهامه، وَإِزَالَة إبهامه، وَنقض إبرامه، وتنكيس أَعْلامه، فلنأخذ بعد هَذَا فِيمَا يتَعَلَّق بغرضنا وإيضاح نحلتنا. فَنَقُول وَباللَّهِ التَّوْفِيق.

على سامع هَذِه الْآيَات وَالْأَخْبَار الْمُتَعَلّقَة بِالصِّفَاتِ مَا قدمْنَاهُ من الْوَظَائِف، وَهِي: (١) التَّقْدِيس (٢) وَالْإِيمَان والتصديق (٣) وَالِاعْتِرَاف بِالْعَجزِ (٣) وَالسُّكُوت (٥) والإمساك عَن التَّصَرُّف فِي الْأَلْفَاظ الْوَارِدَة وكف الْبَاطِن عَن التفكر فِي ذَلِك واعتقاده أَن مَا خَفِي عَنهُ لم يخف عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَلَا عَن الصّديق، وَلَا عَن أكَابِر الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم.

ولنأخذ الْآن فِي إبراز اللطائف من خفيات هَذِه الْوَظَائِف، فَأَقُول وَباللَّهِ الْمُسْتَعَان.

1 اما **التَّقْدِيس** فَهُوَ أَن يعْتَقد فِي كل آيَة أَو خبر معنى يَلِيق بِجلَال الله تَعَالَى، مِثَال ذَلِك: إِذا سمع قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "إِن الله ينزل كل لَيْلَة إِلَى سَمَاء الدُّنْيَا". وَكَانَ النُّزُول يُطلق على مَا يفْتَقر إِلَى جسم عَال، وجسم سافل، وجسم منتقل من العالي إِلَى السافل،

والـنـزول: انْتِقَـال جسم من علو إِلَى سفل، وَيُطلق على معنى آخر لَا يـفْتَـقـر إِلَـى انْتِقَال وَلَا حَرَكَة جسم، كَمَا قَالَ تَعَالَى: "وَأنزل لكم من الْأَنْعَام ثَمَانِيَة أَزْوَاج" مَعَ أَن النعم لم تنزل من السَّمَاء بل هِيَ مخلوقة فِي الْأَرْحَام قطعا. فالنزول لَهُ معنى غير حَرَكَة الْجِسْم، لَا محَالة.

٢ وَفهم ذَلِك من قَول الإِمَام الشَّافِعِي رَضِي الله عَنهُ، دخلت مصر فَلم يفهموا كَلَامي، فنزلت ثمَّ نزلت ثمَّ نزلت. وَلم يرد حِينَئِذٍ الِانْتِقَال من علو إِلَى سفل. فليتحقق السَّامع أَن النُّزُول لَيْسَ بِالْمَعْنَى الأول فِي حق الله تَعَالَى، فَإِن الْجِسْم على الله محَال.

٣ وَإِن كَانَ لَا يفهم من النُّزُول الِانْتِقَال، فَيُقَال لَهُ: من عجز عَن فهم نزُول الْبَعِير فَهُوَ عَن فهم نزُول الله عز وَجل أعجز. فَاعْلَم أَن لهَذَا معنى يَلِيق بجلاله. وَفِي كَلَام عبد الْعَزِيز الْمَاجشون السَّابِق إِلَى هَذَا مرامز.

٤ وَكَذَلِكَ لَفْظَة "فَوق" الْوَارِدَة فِي الْقُرْآن وَالْخَبَر فَليعلم أَن "فَوق" تَارَة تكون للجسمية، وَتارَة للمرتبة، كَمَا سبق. فَليعلم أَن الجسمية على الله محَال. وَبعد ذَلِك: إِن لَهُ معنى يَلِيق بجلاله تَعَالَى.

2 وَاما الْإِيمَان والتصديق بِهِ، فَهُوَ أَن يعلم أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صَادِق فِي وصف الله تَعَالَى بذلك، وَمَا قَالَهُ حق لَا ريب فِيهِ. بِالْمَعْنَى الَّذِي أَرَادَهُ، وَالْوَجْه الَّذِي قَالَه، وَإِن كَانَ لَا يقف على حَقِيقَته، وَلَا يتخبطه الشَّيْطَان فَيَقُول: كَيفَ أصدق بِأَمْر جملي لَا أعرف عينه، بل يخزي الشَّيْطَان، وَيَقُول: كَمَا إِذا أَخْبرنِي صَادِق أَن حَيَوَانا فِي دَار، فقد أدْركْت وجوده، وَإِن لم أعرف عينه، فَكَذَلِك هَاهُنَا.

ثمَّ ليعلم أَن سيد الرُّسُل صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قد قَالَ: "لَا أحصي ثَنَاء عَلَيْك أَنْت كَمَا أثنيت على نَفسك" وَقَالَ سيد الصديقين رَضِي

اللّٰه عَنهُ:الْعَجز عَن دَرک الْإِدْرَاک إِدْرَاک.

3 وَاما الِاعْتِرَاف بِالْعَجز: فَوَاجِب على كل من لَا يقف على حَقِيقَة هَذِه الْمعَانِي الْإِقْرَار بِالْعَجزِ، فَإِن ادّعى الْمعرفَة فقد كلف، وكل عَارِف وَإِن عرف فَمَا خَفِي عَلَيْهِ أَكثر.

4 وَأما السُّكُوت فَوَاجِب على الْعَوام، لِأَنَّهُ بالسؤال يتَعَرَّض لما لَا يطيقه، فَهُوَ إِن سَأَلَ جَاهِلا زَاده جهلا، وَإِن سَأَلَ عَالما لم يُمكن الْعَالم إفهامه، كَمَا لَا يُمكن الْبَالِغ تَعْلِيم الطِّفْل لَذَّة الْجِمَاع، وَكَذَلِكَ تَعْلِيمه مصلحَة الْبَيْت وتدبيره، بل يفهمهُ مصْلحَته فِي خُرُوجه إِلَى الْمكتب.

فالعامي إِذا سَأَلَ عَن مثل هَذَا يزْجر ويردع، وَيُقَال لَهُ: لَيْسَ هَذَا بعشك فادرجي.

وَقد أَمر مَالك بِإِخْرَاج من سَأَلَهُ، فَقَالَ: مَا أَرَاك إِلَّا رجل سوء، وعلاه الرحضاء.

وَكَذَلِكَ فعل عمر رَضِي اللّٰه عَنهُ بِكُل من سَأَلَ عَن الْآيَات الْمُتَشَابهَة. وَقَالَ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم: "إِنَّمَا هلك من كَانَ قبلكُمْ بِكَثْرَة السُّؤَال". وَورد الْأَمر بالإمساك عَن الْقدر فَكيف عَن الصِّفَات.

5 وَاما الْإِمْسَاك عَن التَّصَرُّف فِي هَذِه الْأَخْبَار وَالْآيَات، فَهُوَ أَن يَقُولهَا كَمَا قَالَهَا اللّٰه تَعَالَى وَرَسُوله صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم وَلَا يتَصَرَّف فِيهَا بتفسير وَلَا تَأْوِيل، وَلَا تصريف وَلَا تَفْرِيق وَلَا جمع.

١ فَأما التَّفْسِير: فَلَا يُبدل لفظ لُغَة بِأُخْرَى، فَإِنَّهُ قد لَا يكون قَائِما مقَامه، فَرُبمَا كَانَت الْكَلِمَة تستعار فِي لُغَة دون لُغَة، وَرُبمَا كَانَت مُشْتَركَة فِي لُغَة دون لُغَة، وَحِينَئِذٍ يعظم الْخطب بترك الِاسْتِعَارَة،

وباعتقاد إن أحد الْمَعْنيين هُوَ الْمُرَاد بالمشترك.

٢ وَاما **التاوِيل**: فَهُوَ أن يصرف الظَّاهِر، وَيتَعَلَّق بالمرجوح فَإِن كَانَ عاميا فقد خَاضَ بحرا لَا سَاحل لَهُ، وَهُوَ غير سابح، وَإِن كَانَ عَالما لم يجز لَهُ ذَلِك إِلَّا بشرائط التَّاوِيل. وَلَا يدْخل مَعَ الْعَامي فِيهِ، لعجز الْعَامي عَن فهمه.

٣ وَاما **كف بَاطِنه**: فلئلا يتوغل فِي شَيْء يكون كفرا، وَلَا يتَمَكَّن من صرفه عَن نَفسه، وَلَا يُمكن غَيره ذَلِك.

٤ وَاما **اعْتِقَاده** أن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يعلم ذَلِك، فليعلمه. وَلَا يقس نَفسه بِهِ وَلَا بِأَصْحَابِهِ، وَلَا بأكابر الْعلمَاء، فالقلوب معادن وجواهر.

4.1:ـفصل: فى تنزيه الله تعالى عن الجهة

ثمَّ الْكَلَام بعد هَذَا فِي فصلين: أَحدهمَا فِي تَنْزِيه الله تَعَالَى عَن الْجِهَة. فَنَقُول:

4.2:ـمقاييس الحق والباطل

الأول أَن الْقَوْم إِن بحثوا بالأخبار والْآثَار فقد عرفت مَا فِيهَا. وَأَنَّهُم مَا ظفروا بصحابي وَلَا تَابِعِيّ يَقُول بمقالتهم، على أَن الْحق فِي نفس الْأَمر أَن الرِّجَال تعرف بِالْحَقِّ، وَلَا يعرف الْحق بِالرِّجَالِ. وَقد روى أَبُو دَاوُد فِي سُنَنِه عَن معَاذ رَضِي الله عَنهُ،أنه قَالَ:

"اقبلُوا الْحق من كل مَا جَاءَ بِهِ وَإِن كَانَ كَافِرًا، أَو قَالَ: فَاجِرًا، واحذروا زيغة الْحَكِيم، قَالُوا: كَيفَ نعلم أَن الْكَافِر يَقُول الْحق؟ قَالَ: إِن على الْحق نورا".

وَلَقَد صدق رَضِي الله عَنهُ. وَلَو تطوقت قلادة التَّقْلِيد لم نَأْمَن أَن

كَافِرًا يأتينا بِمن هُوَ مُعظم فِي مِلَّته وَيَقُول: اعرفوا الْحق بِهٰذَا.
وَإِذا قد علمت أَن الْقَوْم لَا مستروح لَهُم فِي النَّقْل، فَاعْلَم أَن اللّٰه سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى لم يُخَاطب إِلَّا أولى الْعُقُول والألباب والبصائر.
وَالْقُرْآن طافح بذلك. وَالْعقل هُوَ الْمُعَرّف:

ا بِوُجُود اللّٰه تَعَالٰى ووحدته

ب ومَبرهن رِسَالَة أنبيائه، إِذْ لَا سَبِيل إِلَى معرفَة إِثْبَات ذٰلِك بِالنَّقْلِ.

ج وَالشَّرْع قد عَدَّلَ (معتبر جانا) الْعقل وَقبل شَهَادَته. وَاسْتدلَّ بِهِ فِي مَوَاضِع من كِتَابه كالاستدلال بالإنشاء على الْإِعَادَة. وَقَوله تَعَالٰى: "وَضرب لنا مثلا وَنسي خلقه". وَلَقَد هدم اللّٰه تَعَالَى بِهَذِهِ الْآيَة مبَاحث الفلاسفة فِي إِنْكَار الْمعَاد الجسماني.

وَاسْتدلَّ بِهِ على التَّوْحِيد:

1 فَقَالَ اللّٰه تَعَالٰى: "لَو كَانَ فيهمَا آلِهَة إِلَّا اللّٰه لفسدتا".

2 وَقَالَ تَعَالٰى: "وَمَا كَانَ مَعَه من إِلٰه إِذا لذهب كل إِلٰه بِمَا خلق ولعلا بَعضهم على بعض".

3 وَقَالَ تَعَالٰى: "أولم ينظرُوا فِي ملكوت السَّمَاوَات وَالْأَرْض".

4 وَقَالَ تَعَالٰى: "قل انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض".

5 وَقَالَ تَعَالٰى: "قل إِنَّمَا أعظكم بِوَاحِدَة أَن تقوموا لله مثنى وفرادى ثمَّ تتفكَّرُوا".

6 وَقَالَ تَعَالٰى: "سنريهم آيَاتنَا فِي الْآفَاق وَفِي أنفسهم".

فيا خيبة من رد شَاهدا قبله اللّٰه، وَأسْقط دَلِيلا نَصبه اللّٰه. فهم يلغون مثل هَذَا وَيرجعُونَ إِلَى أَقْوَال مشايخهم، الَّذين لَو سُئِلَ أحدهم عَن دينه لم يكن لَهُ قُوَّة على إثْبَاته، وَإِذا ركض عَلَيْهِ فِي ميدان التَّحْقِيق جَاءَ سِكِّيتاً (بہت چپ رہنے والا) وَقَالَ: سَمِعت النَّاس يَقُولُونَ شَيْئا فقلته.

وَفِى صَحِيح الْبُخَارِىّ فِى حَدِيث الْكُسُوف مَا يعرف بِهِ حَدِيث هؤُلَاءِ فِى قُبُورهم. وَبعد ذٰلِک يَقُول الْعقل الَّذِى هُوَ مناط التَّكْلِيف، وحاسب اللّٰه تَعَالٰى النَّاس بِهِ، وَقبل شَهَادَته ونصبه، وَأثبت بِهِ أصُول دينه وَقد شهد بخبث هَذَا الْمَذْهَب، وَفَساد هَذِه العقيدة، وَإِنَّهَا آلت إِلٰى وَصفه تَعَالٰى بالنقائص. تَعَالَى اللّٰه عَمَّا يَقُول الظَّالِمُونَ علوا كَبِيرا.

4.3:۔براهين نفى الجهة عن اللّٰه عزوجل

وَقد نبهتْ مَشَايخ الطَّرِيق على مَا شهد بِهِ الْعقل، ونطق بِهِ الْقُرْآن، بأسلوب فهمتْه الْخَاصَّة، وَلم تنفر مِنْهُ الْعَامَّة.وَبَيَان ذٰلِک بِوُجُوه:

4.3.1:۔الْبُرْهَان الأول

وَهُوَ المقتبس من ذِى الْحسب الزكى، وَالنّسب الْعلى، سيد الْعلمَاء، ووارث خير الْأَنْبِيَاء، جَعْفَر الصَّادِق، رَضِى اللّٰه عَنهُ، قَالَ: "لَو كَانَ اللّٰه فِى شَىْء لَكَانَ محصورا".

1 وَتَقْرِير هَذِه الدّلَالَة: أنه لَو كَانَ فِى جِهَة لَكَانَ مشارا إِلَيْهِ بِحَسب الْحسى، وهم يعلمُونَ ذٰلِک، ويجوزون الْإِشَارَة الحسية إِلَيْهِ.

2 وَإِذا كَانَ فِى جِهَة مشارا إِلَيْهِ لزم تناهيه، وَذٰلِک لِأَنَّهُ إِذا كَانَ فِى هَذِه الْجِهَة دون غَيرهَا، فقد حصل فِيهَا دون غَيرهَا، وَلَا معنى لتناهيه إِلَّا ذٰلِک. وكل متناه مُحدث، لِأَن تَخْصِيصه بِهَذَا الْمِقْدَار دون سَائِر الْمَقَادِير لَا بُد لَهُ من مُخَصص.

3 فقد ظهر بِهَذَا الْبُرْهَان الَّذِى يُبْدِهِ الْعُقُول: أَن القَوْل بالجهة يُوجب كَون الْخَالِق مخلوقا والرب مربوبا، وَأَن ذَاته متصرف فِيهَا، وَتقبل الزِّيَادَة وَالنُّقْصَان. تَعَالَى اللّٰه عَمَّا يَقُول الظَّالِمُونَ علوا كَبِيرا.

4.3.2:ـ الْبُرْهَان الثَّانِي

1 الْـمُسْتَـفَـاد مـن كَلَام الشبـلـي، رَضِـي الـلّـه عَنهُ، شيخ الطَّرِيق وَعلم التَّـحْـقِـيق، فِـي قَـوْلـه: "الرَّحْمَن لم يزل، وَالْعرش مُحدث، وَالْعرش بالرحمن اسْتَوى".

2 وَتَقْرِيره: أَن الْجِهَة الَّتِي يخْتَص الله تَعَالَى بهَا، على قَوْلهم. تَعَالَى الله عَنـهَـا. وسـمـوهـا الْعَرْش: إِمَّا أَن تكون مَعْدُومَة أَو مَوْجُودَة. وَالْقسم الأول محَال بِالِاتِّفَاقِ.

3 وَأَيْـضًـا فَـإِنَّهَـا تـقـبـل الْـإِشَـارَـة الحسية. وَالْإِشَارَة الحسية إِلَى الْعَدَم مـحَال. فَهِيَ مَوْجُودَة، وَإِذا كَانَت مَوْجُودَة، فَإِن كَانَت قديمَة مَعَ الله فـقـد وجـد لنا قديم غير الله وَغير صِفَاته. فَحِينَئِذٍ لَا يدرى أَيهمَا الْه. وهٰذاخبث هٰذه العقيدة.

4 وَإِن كَـانَـت حَادِثَة فقد حدث التحيز بِاللَّه تَعَالَى. فَيلْزم أَن يكون الله قَابلا لصفات نفسية حَادِثَة. تَعَالَى الله عَن ذَلِكَ.

4.3.3:ـ الْبُرْهَان الثَّالِث

الْـمُسْتَـفَـاد من لِسَان الطَّرِيقَة وَعلم الْحَقِيقَة وطبيب الْقُلُوب وَالدَّلِيل عـلـى المحبوب، أبي الْقَاسِم الْجُنَيْد، رَضِي الله عَنهُ، قَالَ: مَتى يتَّصل مـن لَا شَبِيـه لَهُ وَلَا نَظِير بِمن لَهُ شَبيه وَنَظِير؟ هَيْهَات هَيْهَات! هَذَا ظن عَجِيب.

١ وَتَـقْـرِيـر هَـذَا الْبُـرْهَـان: أَنـه لَـو كَانَ فِي جِهَة: فإمَّا أَن يكون أكبر أَو مُسَاوِيا أَو أَصْغَر. وَالحصر ضَرُورِيّ.

٢ فَـإِن كَـانَ أكبر، كَانَ الْقدر الْمسَاوِي مِنْهُ للجهة مغايرا للقدر الْفَاضِل مِـنْـهُ، فَيـكـون مركبا من الْأَجْزَاء والأبعاض. وَذَلِكَ محَال. لِأَن كل

مـركـب فَهُـوَ مفتقر إِلَى جزئه، وجزؤه غيره، وكل مركب مفتقر إِلَى الْغَيْر، وكل مفتقر إِلَى الْغَيْر لَا يكون إِلهًا.

٣ وَإِن كَانَ مُسَاوِيا للجهة فِي الْمِقْدَار. والجهة منقسمة لِإِمْكَان الْإِشَارَة الحسية إِلَى أبعاضها، فالمساوى لَهَا فِي الْمِقْدَار منقسم.

٤ وَإِن كَانَ أَصْغَر مِنهَا. تَعَالَى الله عَن ذَلِك علوا كَبِيرا.

٥ فَإِن كَـانَ مُسَاوِيـا لـجوهر فرد، فقد رَضوا لأنفُسِهِمْ بِأَن إِلههم قدر جَوْهَر فَـرد. وَهَـذَا لَا يَـقُـوله عَاقل. وَإِن كَانَ مَذْهَبهم لَا يَقُوله عَاقل، لكِن هَذَا فِي بادىء الرَّأْي يضْحك مِنْهُ جهلة الزنج.

٦ وَإِن كَـانَ أكبـر مِـنْـهُ انـقسم. فانظروا إِلَى هَذِه النحلة. وَمَا قد لَزِمَهَا. تَعَالَى الله عَنْهَا.

4.3.4:ـالْبُرْهَان الرَّابِع

الْـمُسْتَـفَـاد مـن جَـعْفَر بن نصير، رَحمَه الله، وَهُوَ أَنه: "سُئِلَ عَن قَوْله تَـعَـالَى: "الـرَّحْـمَـن على الْعَرْش اسْتَوَى". فَقَالَ: اسْتَوَى بِعِلْمِهِ بِكُل شَيْء، فَلَيْسَ شَيْء أقرب إِلَيْهِ من شَيْء".

١ وَتَـقْـرِيـر هَـذَا الْبُرْهَان: أَن نِسْبَة الْجِهَات إِلَيْهِ على التَّسْوِيَة فَيمْتَنع أَن يكون فِي الْجِهَة.

٢ وَبَيَـان أَن نسبتهـا إِلَيْـهِ عـلـى التَّسْوِيَة: أَنـه قد ثَبت أَن الْجِهَة أَمـر وجـودى. فَهِيَ إِن كَانَت قديمَة مَعَ الله لزم وجوده قديمين متميزين بـذاتيهما، لِأَنَّهُمَا إِن لم يتميزا بذاتيهما. فالجهة هِيَ الله تَعَالَى. وَالله هُوَ الْجِهَة. تَعَالَى الله عَن ذَلِك.

٣ وَإِن لـم تـكـن قـديـمَة، فـاختصاصه بهَا إِمَّا أَن يكون لِأَن ذَاته اقْتَضَت ذَلِك، فَيلْـزم كَون الذَّات فاعلة فِي الصِّفَات النفسية، أَو غير ذاتية، فـنسبة الْـجِهَـات إِلَـى ذَاتـه على التَّسْوِيَة فمرجح جِهَة على جِهَة أَمر

خَارج عَن ذَاتــه، فَلَـزِمَ افتـقـاره فِـى اخْتِـصَاصـه بالجهة إِلَى غَيره. والاختـصـاص بـالـجهة هُوَ عيـن التحيز. والتحيز صفة قَائِمَة بِذَات الـمتـحيـز. فَلَزِمَ افتقاره فِي صفة ذَاته إِلَى غَيره. وَهُوَ على الله تَعَالَى محَال.

4.4: ـتعقيب على براهين نفى الجهة

١ ثـمَّ اعْـلَم! أَن هَذِه الْبَرَاهِين الَّتِي سردناها وتلقيناها من مَشَايِخ الطَّرِيق فَـإِنَّـمَـا استـنبطوها من الْكتاب الْعَزِيز، وَلَكِن لَيْسَ كل مَا فِي الْكتاب الْـعَـزِيز يعرفهُ كل أحد؟ فَكل يغترِف بِقدر إنائه. وَمَا نقصت قَطْرَة من مَائه.

٢ وَلَقَد كَانَ السّلف يستنبطون مَا يَقع من الحروب وَالْغَلَبَة، من الْكتاب الْـعَـزِيـز. وَلَقَد استنبط ابْن برجان رَحمَه الله من الْكتاب الْعَزِيز. فتح الْـقُدس على يَد صَلَاح الدّين فِي سنته، واستنبط بعض الْمُتَأَخِّرين من سُورَة الرّوم،إِشَارَة إِلَى حُدُوث مَا كَانَ بعد سنة ثَلَاث وَسبعين وست مِـائَة. وَلَـقَـد استـنبـط كَعْب الْأَحْبَار رَضِي الله عَنهُ من التَّوْرَاة أَن عبد الله بن قلَابَة يدْخل إرم ذَات الْعِمَاد، وَلَا يدخلهَا غَيره، وَكَانَ يستنبط مِـنْهَـا مَا يجْرِي من الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم. وَمَا يلاقيه أجناد الشَّام. وَذَلِكَ مَشْهُور.

٣ وَالـلَّـه تَـعَـالَى أنزل فِي كِتَابه مَا يفهم أحد الْخلق مِنْهُ الْكثير. وَلَا يفهم الآخـر مـن ذَلِكَ شَيْئا. وَلَقَد تخْتَلف الْمَرَاتِب فِي استنباط الْأَحْكَام من كَلَام الْفُقَهَاء، والمعاني من قصائد الشُّعَرَاء.

4.5: ـماوَرَدَ من القرآن فى نفى الجهة

فَـأَمـا مَـا ورد فِي الْكتاب الْعَزِيز مِمَّا يَنْفِي الْجِهَة، فتعرفه الْخَاصَّة، وَلَا

تشمئز مِنهُ الْعَامَّة.

١ فَـمن ذَلِكَ قَوْله تَعَالٰى: "لَيْسَ كمثله شَىْء". وَلَو حصرته جِهَة لَكَانَ مثلا للمحصور فِي ذَلِكَ الْبَعْض.

٢ وَكَـذَلِكَ قَوْله تَعَالٰى: "هَل تعلم لَهُ سميا". قَالَ ابْن عَبَّاس رَضِي اللّٰه عَنهُ: هَل تعلم لَهُ مثلا؟

٣ وَيـفهـم ذَلِكَ مـن "الـقيـوم" وَبِـنَاء الْمُبَالغَة، فِي أَنه قَائِم بِنَفسِهِ، وَمَا سواهُ قَائِم بِهِ. فَلَو قَامَ بالجهة لقام بِهِ غَيره.

٤ وَيـفهم من قَوْله تَعَالٰى: "المصور"، لِأَنَّـهُ لَو كَانَ فِي جِهَة لتصور، فإمَّا أَن يصور نَفسه أَو يصوره غَيره. وَكِلَاهُمَا محَال.

٥ وَيـفهـم مـن قَوْله تَعَالٰى: "وَيحمل عرش رَبك فَوْقهم يَوْمئِذٍ ثَمَانِيَة". وَلَو كَانَ على الْعَرْش حَقِيقَة لَكَانَ مَحْمُولا.

٦ وَيـفهـم من قَوْله تَعَالٰى: "كل شَىْء هَالك إِلَّا وَجهه"، وَالْعرش شَىْء يهْـلك. فَـلَو كَانَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى لَا فِي جِهَة ثمَّ صَار فِي جِهَة ثمَّ صَار لَا فِي جِهَة، لوجد التَّغَيُّر. وَهُوَ على اللّٰه محَال.

4.6:ـرد ابن تيمية

وَالْـمُـدَّعِي لما علم أَن الْقُرْآن طافح بِهَذِهِ الْأَشْيَاء، وَبِهَذَا الإشارات. قَالَ هَذِه الْأَشْيَاء دلالتها كالإلغاز.

أَو مَـا عـلـم الْمَغْرُور أَن أسرار العقائد الَّتِي لَا تحملهَا عقول الْعَوام لَا تَـأْتـى إِلَّا كَـذَلِكَ. وَأَيْـنَ فِي الْقُرْآن مَا يَنْفِي الجسمية إِلَّا على سَبِيل الإلـغـاز؟ وَهـل تـفتـخر الأذهان إِلَّا فِي استنـبـاط الخفيات، كاستنباط الشَّـافِعِي، رَضِي اللّٰه عَنهُ، الْإِجْمَاع من قَوْله تَعَالٰى: "وَيتبع غير سَبِيل الْمُؤمنِينَ". وكـاسـتـنـبـاط الْـقيَـاس من قَوْله تَعَالٰى: "فاعتبروا يَا أولى الْأَبْصَار". وكـمـا استنبط الشَّافِعِي: خِيَار الْمجْلس من نَهْيه صلى اللّٰه

عَلَيْهِ وَسلم عَن البيع على بيع أخِيه.

وزبدة الْمَسْأَلَة: أن العقائد لم يُكلف النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْجُمْهُور مِنْهَا إِلَّا ب "لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللَّهِ"، كَمَا أجَاب مَالك الشَّافِعِي رَضِي الله عَنْهُمَا. ووكل الْبَاقِي إِلَى الله. وَمَا سمع مِنْهُ وَلَا عَن أَصْحَابه فِيهَا شَيْء إِلَّا كَلِمَات معدودات. فَهَذَا الَّذِي يخفى مثله، ويلغز فِي إفادته.

4.7:- الْفَصْل الثَّانِي: فى ابطال تمويه المدعى

فِي إبْطَال مَا مَوَّهَ (جھوٹی بات خلاف واقعہ شانا) بِهِ الْمُدَّعِي، من أن الْقُرْآن وَالْخَبَر اشتملا على مَا يُوهم ظَاهره مَا يتنزه الله تَعَالَى عَنهُ، على قَول الْمُتَكَلِّمين، فَنَقُول:

قَالَ الله تَعَالَى: "هُوَ الَّذِي أنزل عَلَيْك الْكتاب مِنْهُ آيَات محكمات هن أم الْكتاب وَأخر متشابهات فَأَما الَّذين فِي قُلُوبهم زيغ" الْآيَة.

دلّت هَذِه الْآيَة على أن من الْقُرْآن محكما وَمِنْه متشابها. والمتشابه قد أمر العَبْد برد تَأْوِيله إِلَى الله، وَإِلَى الراسخين فِي الْعلم. فَنَقُول بعد ذَلِك: إِنَّمَا لم تأت النُّبُوَّة بِالنَّصِّ ظَاهرا على المتشابهة، لِأَن جلّ مَقْصُود النُّبُوَّة هِدَايَة عُمُوم النَّاس. فَلَمَّا كَانَ الْأَكْثَر محكما، و الجمت الْعَامَّة عَن الْخَوْض فِي الْمُتَشَابه حصل الْمَقْصُود، لَوْلَا أن يقيض الله تَعَالَى لَهُم شَيْطَانا يستهويهم ويهلكهم. وَلَو أظهر الْمُتَشَابه لضعفت عقول الْعَالم عَن إِدْرَاكه.

ثمَّ من فَوَائِد الْمُتَشَابه رفْعَة مَرَاتِب الْعلمَاء بَعضهم على بعض، كَمَا قَالَ تَعَالَى: "وَفَوق كل ذِي علم عليم". وَتَحْصِيل زِيَادَة الأجور بالسعي فِي تفهمها وتفهيمها وتعلمها وتعليمها.

وَأَيْضًا لَو كَانَ وَاضحا جليا مفهوما بِذَاتِهِ، لما تعلم النَّاس سَائِر

الـعُـلُـوم، بل هجرت بِالْكُلِّيَّةِ، ووضح الْكتاب بِدَائِهِ، وَلما احْتِيجَ إِلَى علم من الْعُلُوم الْمعينَة على فهم كَلَامه تَعَالَى، ثمَّ خُوطِبَ فِي الْمُتَشَابه بِـمَـا هُـوَ عَظِيم بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِم، وَإِن كَانَ الْأَمر اعظم مِنْهُ، كَمَا نبه عَلَيْهِ عبـد الْـعَـزِيـز الْـمَـاجشون فِي القبضة. وكما قَالَ تَعَالَى فِي نعيم أهل الْـجنَّة: "فِـي سِـدر مـخـضـود، وطـلـح منضود، وظل مَمْدُوْد، وَمَاء مسكوب" الْآيَة.

فَهَـٰذَا عَـظِـيـم عِـنْـدهـم، وَإِن كَانَ فِي الْجنَّة مَا هُوَ أعظم مِنْهُ، كَمَا قَالَ صـلـى الـلّـه عَلَيْهِ وَسلم، حِكَايَة عن الله عز وَجل: "أَعْدَدْت لعبادي الصَّالِحين مَا لَا عين رَأَتْ وَلَا أذن سَمِعت وَلَا خطر على قلب بشر".

نسْـأَل الـلّـه الْعَظِيم أَن يَجْعَل فِيهَا قرارنا، وَأَن ينور بصيرتنا وأبصارنا، وَأَن يَجْعَل ذَٰلِك لوجهه الْكَرِيم، بمنه وَكَرمه.

وَنـحـن نَـنْـتَـظِـر مَا يرد من تمويهه وفساده لنبين مدارج زيغه وعناده، ونجاهد فِي الله حق جهاده. وَالْحَمْد لله رب الْعَالمين.

بحمد الله تم

مصنف کی چند کتب

1:۔اِیْضَاحُ الْمَرَامِ فِیْ تَرْکِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ
(ترکِ قراءتِ مقتدی)

2:۔ رَاحَۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَرْکِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ (ترکِ رفع یدین)

3:۔اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِیْ الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ (اخفاءِ آمین)

4:۔اِیْضَاحُ الدَّلِیْلِ فِیْ بَیَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہل السنّت والجماعت)

5:۔اَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی أَھْلِ التَّشْبِیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ''استواء علی العرش''

6:۔أَحْسَنُ الْبَیَانِ فِیْ تَنْزِیْہِ اللّٰہِ عَنِ الْجِھَۃِ وَالْمَکَانِ
''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

7:۔روشن حقائق اردو ترجمہ: اَلْحَقَائِقُ الْجَلِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلٰی ابْنِ تَیْمِیَّۃَ فِیْ مَا أَوْرَدَہٗ فِی الْفَتْوٰی الْحَمَوِیَّۃِ (مصنف علامہ ابن جہبلؒ)

8:۔اَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَھْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْہِ
صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد

9:۔عِقْدُ الْجِیْدِ فِیْ عَقِیْدَۃِ التَّوْحِیْدِ (''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کا مفہوم ومطلب)

10:۔اَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ صِفَۃِ صَلٰوۃِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ
(رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقہ نماز)

11:۔أَزْھَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ
(عقائدِ اہل السنّت والجماعت)

12:۔أَنْوَارُ الْمَصَابِیْحِ فِیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ (نمازِ تراویح)

13:۔اسلام کے بنیادی عقائد

عقائد اور نماز کے بارے میں چند مفید کتابیں

1:- اِیْضَاحُ الْمَرَامِ فِیْ تَرْکِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ (ترکِ قراءتِ مقتدی)

2:- رَاحَۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَرْکِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ (ترکِ رفع یدین)

3:- اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ (اخفاء آمین)

4:- اِیْضَاحُ الدَّلِیْلِ فِیْ بَیَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنت والجماعت)

5:- أَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی أَہْلِ التَّشْبِیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ: أَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی
''استواء علی العرش''

6:- أَحْسَنُ الْبَیَانِ فِیْ تَنْزِیْہِ اللّٰہِ عَنِ الْجِھَۃِ والْمَکَان ''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

7:- روشن حقائق اردو ترجمہ: أَلْحَقَائِقُ الْجَلِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلٰی ابْنِ تَیْمِیَّۃَ فِیْ مَا أَوْرَدَہٗ فِی الْفَتْوَی الْحَمَوِیَّۃِ (مصنف علامہ ابن جہبلؒ)

8:- أَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَہْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْہِ
صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد

9:- أَلسُّنَّۃُ الْغُرَّۃُ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ تَحْتَ السُّرَّۃِ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ)

10:- أَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ صِفَۃِ صَلٰوۃِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ (رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز)

11:- خواتین کا مسنون طریقہ نماز

12:- أَنْوَارُ الْمَصَابِیْحِ فِیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ (نمازِ تراویح)

13:- اسلام کے بنیادی عقائد

14:- عِقْدُ الْجِیْدِ فِیْ عَقِیْدَۃِ التَّوْحِیْدِ (''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا مفہوم ومطلب)

15:- أَزْہَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ (عقائد اہل السنت والجماعت)